مضامینِ شرر

حواشی و تعلیقات

مقالہ نگار:

محمد امین خاور

نگرانِ کار:

ڈاکٹر سعید مرتضیٰ زیدی

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

مضامینِ شرر

حواشی و تعلیقات

نام: محمد امین خاور

رجسٹریشن نمبر

40		GCU		Ph.D		U		2006

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

مضامینِ شرر

حواشی و تعلیقات

یہ مقالہ پی ایچ۔ڈی کی تکمیل کے سلسلے میں جی سی یونیورسٹی، لاہور کو
سند عطا کیے جانے کے لیے پیش کیا گیا۔

پی ایچ۔ڈی

مضمون

اُردو

نام: محمد امین خاور

رجسٹریشن نمبر

40		GCU		Ph.D		U		2006

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

تصدیق برائے تکمیل مقالہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ زیر نظر مقالہ بعنوان

مضامینِ شرر: حواشی و تعلیقات

محمد امین خاور رجسٹریشن نمبر 40-GCU-PH.D-U-2006 نے

پی ایچ۔ڈی کی سند کے حصول لئے میری زیر نگرانی مکمل کیا۔

تاریخ: 12-08-2010

نگران:

ڈاکٹر سعید مرتضٰی زیدی
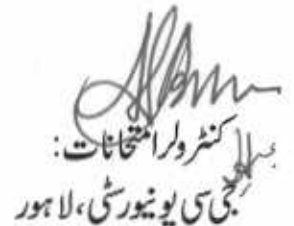
شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

= 12/8/10

بتوسط: DR. M. SHAFIQUE AJAMI
Chairperson,
Deptt. of Urdu,
G.C. University, LHR.

ڈاکٹر سعادت سعید

صدر شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

Prof. Dr. Saadat Saeed
Chairperson
Department of Urdu
G.C. University, Lahore

کنٹرولر امتحانات:

جی سی یونیورسٹی، لاہور
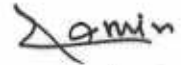
اقرار نامہ

میں محمد امین خاور رجسٹریشن نمبر 40-GCU-PH.D-U-2006 اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ میں پیش کیا جانے والا مواد بعنوان

مضامینِ شرر: حواشی و تعلیقات

میری ذاتی کاوش ہے اور یہ کام پاکستان یا پاکستان سے باہر کسی بھی تحقیقی یا تعلیمی ادارے کی طرف سے شائع، طبع یا پیش نہیں کیا گیا۔

دستخط مقالہ نگار:

Amin

محمد امین خاور

تاریخ: ....

فہرست

مضامینِ شرر: حواشی وتعلیقات

انتساب

والدین کے نام

جن کی شفقت ومحبت کا سائبان

آج بھی

میرے سر پر سایہ فگن ہے

دیباچہ

دیباچہ

پی ایچ۔ڈی کرنا کسی بھی طالب علم کا خواب ہے۔خوش قسمتی سے جی سی یونیورسٹی جیسی عظیم درسگاہ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا۔تدریسی میقات کا دورانیہ مکمل کرنے کے بعد موضوع کا انتخاب مشکل مرحلہ تھا۔اس مرحلے پر صاحبِ علم سے مشاورت کی آخر کار ڈاکٹر سہیل احمد خاں کے تجویز کیے گئے موضوع ''مضامین شرر: حواشی و تعلیقات'' کا انتخاب کیا بادی النظر میں یہ ایک آسان موضوع معلوم ہوا۔لیکن جیسے جیسے تحقیق کے مراحل درپیش آئے تو احساس ہوا کہ یہ ایک مشکل اور وسیع موضوع ہے۔

''مضامین شرر'' کی تلاش اپنی جگہ کٹھن مرحلہ تھا۔یہ مضامین کسی بھی لائبریری میں مکمل دستیاب نہ تھے۔نہ ہی شرر کے خاندان میں کسی سے رابطہ ہوسکا جو کراچی میں مقیم ہیں۔مضامین کی تلاش کے لیے مجھے مختلف اداروں مثلاً انجمن ترقی اردو کراچی (اس کی لائبریری میں ''مقالاتِ شرر'' کا نسخہ موجود ہے)، مجلس ترقی ادب لاہور، اقبال اکادمی لاہور اور مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، جامعات میں جامعہ کراچی (صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر ظفر اقبال عبدالحلیم شرر کی سوانح عمری ''من آنم'' مرتب کر رہے ہیں)، جامعہ پنجاب، ذکریا یونیورسٹی ملتان (انگلش ڈیپارٹمنٹ میں مس فردوس نے شرر پر پی ایچ۔ڈی کی ہے)، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، جی سی یونیورسٹی لاہور، یونیورسٹی آف سرگودھا اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، لائبریریوں میں مشفق خواجہ لائبریری کراچی، غالب لائبریری کراچی، بیدل لائبریری کراچی (یہاں دلگداز کے ۱۸۸۷ء سے ۱۹۱۹ء تک کے فائل موجود ہیں) اسٹیٹ بنک آف پاکستان لائبریری کراچی، مولوی عبدالحق یادگار کتب خانہ کراچی، اردو لغت بورڈ کراچی، موتمر العالم الاسلامی لائبریری، فرید ہال پبلک لائبریری، لیاقت میموریل لائبریری (یہاں ۱۹۵۴ء سے لے کر اب تک اخبارات دستیاب ہیں)، سنٹرل لائبریری بہاولپور، جھنڈیر لائبریری میلسی، دیال سنگھ (ٹرسٹ) لائبریری لاہور، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، کھوکھر لائبریری گوجرانوالہ اور نیشنل لائبریری اسلام آباد جانا پڑا۔مذکورہ بالا اداروں، جامعات اور

لائبریریوں کے ملازمین، انچارج اور اساتذہ نے انتہائی تعاون کیا۔ ان تمام کا شکریہ ادا نہ کرنا احسان فراموشی ہو گی۔

شرر پر تحقیق کرتے ہوئے محققین نے مرزا محمد عسکری کی ''تاریخ ادب اردو'' میں ''مضامین شرر'' کی دی گئی فہرست پر اکتفا کیا جو کہ درست نہیں۔ ڈاکٹر محمد شریف کی تحقیق کے مطابق ''مضامین شرر'' کے فرضی ایڈیشنوں کی تعداد اٹھائیس بتائی ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے ''مضامین شرر'' کی جو فہرست دی ہے وہ مرزا محمد عسکری کی ہے۔ مرزا محمد عسکری اور دیگر اہل قلم نے ''مقالات شرر'' کو آٹھویں جلد قرار دیا ہے۔ یہ دراصل ''مضامین شرر'' کی پہلی جلدوں کے اکتیس (۳۱) مضامین اور چھ ''دلگداز'' کی فائل سے لیے گئے ہیں۔ یہ نسخہ صرف انجمن ترقی اردو کراچی کی لائبریری میں موجود ہے (تفصیل باب دوم) ''مضامین شرر'' کی تلاش کا کام جاری رہا۔ بالآخر اقبال اکادمی لاہور کی لائبریری میں ستمبر ۱۹۲۷ء کے دلگداز میں ان مضامین کی اصل صورت کا تعین ہوا۔ ''مضامین شرر'' کے حواشی وتعلیقات تحریر کرتے ہوئے دلگداز کی فہرست کو ہی بنیاد بنایا گیا۔ ''مضامین شرر'' کی فہرست اور ان کے مخففات جو مقالہ میں حوالہ دیتے ہوئے لکھے گئے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

جلد	عنوان		مخفف
جلد ۱	شاعرانہ وعاشقانہ (حصہ اول)	:	۱A
	شاعرانہ وعاشقانہ (حصہ دوم)	:	۱B
جلد ۲	تاریخی وجغرافیائی (حصہ اول)	:	۲A
	تاریخی وجغرافیائی (حصہ دوم)	:	۲B
جلد ۳	گذشتہ لکھنؤ	:	۳
جلد ۴	ختم سال وشروع سال	:	۴
جلد ۵	ادب وتحقیق مسائل	:	۵
جلد ۶	اصلاح قوم وملت	:	۶
جلد ۷	تاریخی واقعات پر خیال آرائی	:	۷
جلد ۸	نظم وڈرامہ	:	۸

شرر کا بحیثیت مضمون نگار اردو ادب میں اہم مقام ہے۔ انہوں نے ادب کے مختلف موضوعات پر لکھا۔ قدیم ادبی وتاریخی روایات کو اپنی تحریروں میں جگہ دی اور یوں علم کے خزینے ''مضامین شرر'' کی صورت میں چھپے

۔شرر اپنے دور کے مشہور اور کثیر الاشاعت لکھاری تھے جس کی وجہ سے مختلف ناشرین نے ان مضامین کو اُس وقت سے ہی مختلف عنوانات سے چھاپنا شروع کر دیا، جس کے باعث ''مضامین شرر'' مختلف ناموں سے شائع ہوتے رہے۔ شرر کا مطالعہ بہت وسیع تھا لہٰذا ان مضامین کی جہتوں کو سمجھنا عام قاری کے لیے مشکل ہے ۔ پڑھنے والا کئی مواقع پر لطف اندوز ہونے کی بجائے اُلجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات انسائیکلو پیڈیا بھی ناکافی لگتا ہے۔ مثال کے طور پر عبدالحلیم شرر جیسی معروف اور قد آور ادبی شخصیت کا نام اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جامعہ پنجاب) میں موجود ہی نہیں۔

مقالے کے لیے صفحات کی تعداد متعین ہونے کے باعث مضامین شرر کے تین ہزار ایک سو اکتالیس (۳۱۴۱) صفحات کو مقالے میں شامل کرنا ناممکن تھا۔ نگران ڈاکٹر سعید مرتضیٰ زیدی اور صدر شعبہ ڈاکٹر سعادت سعید کی مشاورت اور ہدایت پر متن کو شامل مقالہ نہ کیا گیا۔ حواشی وتعلیقات تحریر کرتے ہوئے شخصیات، اماکن، کتب اور واقعات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کسی ایک موضوع کے حوالے ''مضامینِ شرر'' میں ایک سے زائد مقامات پر آئے ہیں۔ بلکہ بعض حواشی بہت کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔ ہر مقام کا حوالہ دینا دشوار بھی تھا اور اس سے مقالے کی ضخامت بھی بڑھ جاتی جس سے پڑھنے والے کو کچھ خاص فائدہ نہ ہوتا۔ اس لیے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ان حواشی کو ہر باب میں حروف تہجی کے حوالے سے الف بائی ترتیب دے کر متن کے کسی ایک حوالے کا ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ تکرار سے بچا جاسکے، پھر اس حاشیہ یا تعلیقہ کی مناسب معلومات دی گئی ہیں۔ حاشیہ یا تعلیقہ مختلف کتب، انسائیکلو پیڈیا، انٹرنیٹ، رسائل اور اخبارات سے لیے گئے ہیں، کوشش کی گئی ہے کہ حوالہ مستند مصنف، کتب یا ادارے کا دیا جاسکے۔ ان حواشی میں پہلے تعارف پھر مختصر معلومات تحریر کی گئی ہیں جس کی وجہ سے حوالے کے الفاظ یا متن کی ترتیب تبدیل ہوگئی ہے۔ آنحضرتؐ کا تعلیقہ لکھتے وقت سینکڑوں کتب پیش نظر تھیں لیکن تعلیقہ لکھتے ہوئے ''ہادی عالمؐ'' کا انتخاب کیا گیا۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ ابتدا سے انتہا تک جس قدر مضامین تحریر میں آئے ہیں ان کے کسی حرف پر بھی نقطہ نہیں ہے، اس کے باوجود کسی جملے میں ربط عبارت یا بیان کی روانی میں یا مفہوم کی ادائیگی میں ابہام نہیں جن افراد، مقامات، کتب یا واقعہ کا مواد نہیں مل سکا، ان کا ذکر حواشی میں نہیں کیا گیا۔ اسی طرح جن کی تفصیل ان مضامین میں شامل تھی، اُسے بھی شامل نہیں کیا گیا۔

تحقیق کا کام خواہ وہ کتنی ہی سعی وکوشش سے کیا گیا ہو حرف آخر نہیں ہوتا مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ حواشی وتعلیقات لکھتے ہوئے مجھ سے کچھ لغزشیں ہوئی ہوں گی، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اس کام کی تکمیل میں میرے

شب و روز کی محنت شامل رہی ہے تو دوسری طرف اساتذہ کی راہنمائی اور مشاورت بھی تھی۔ ڈاکٹر سعید مرتضیٰ زیدی کی تربیت، راہنمائی، علمی مشورے اور حوصلہ افزائی نے مجھے اس دشوار گزار راہوں سے بآسانی گزرنے میں مدد دی ہے۔

ڈاکٹر سعادت سعید (صدر شعبہ) ایک اچھے استاد ہی نہیں ایک اچھے انسان بھی ہیں۔ جی سی یونیورسٹی کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں ایک ایسا نابغہ استاد میسر آیا ہے جو نہ صرف اردو ادب بلکہ انگریزی ادب پر بھی کامل دسترس رکھتا ہے۔ اردو، مصری، ترکی، ہندی اور انگریزی ادب کے حوالے سے جب بھی مقالے کے حوالے سے ضرورت پڑی اُنہوں نے نہ صرف معلومات فراہم کیں بلکہ مواد بھی فراہم کیا۔ ڈاکٹر سعادت سعید کی بتائی ہوئی علی گڑھ یونیورسٹی کی سائٹ ''دیدور'' نے انڈیا کی لائبریری سے استفادہ کا موقع دیا جس میں شرر کی سولہ (۱۶) کتب موجود ہیں۔ ڈاکٹر شفیق عجمی ہر دلعزیز استاد ہیں جو اپنے شاگردوں کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ رویہ رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اسے متاثر کیے بغیر نہیں اُٹھتے۔ مقالہ لکھتے ہوئے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی نہ صرف حوصلہ دیتے بلکہ مسئلے کو حل بھی کر دیتے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے جی سی یونیورسٹی شعبہ اردو کے تمام اساتذہ کا تعاون حاصل رہا جن میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر محمد خاں اشرف، ڈاکٹر سید طارق زیدی، ڈاکٹر خالد سنجرانی ڈاکٹر ہارون قادر، ڈاکٹر ثاقف نفیس، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر اختر میرٹھی اور ڈاکٹر شائستہ حمید خاں شامل ہیں۔

آخر میں مجھے اپنے تمام دوست احباب کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ طوالت کے خوف سے سب کا نام لکھنے کی بجائے صرف پانچ احباب کا نام لکھ رہا ہوں جن کی راہنمائی میرے شامل حال نہ ہوتی تو میں اپنا مقالہ شاید کبھی جمع نہ کروا سکتا۔ ان میں سب سے پہلے پروفیسر (ر) دبیر حسین دبیر، اعجاز احمد باجوہ (لیکچرار اسلامیہ کالج، لاہور)، فیض رسول فیض (لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج، شرقپور)، محمد احمد (لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج، رائیونڈ) اور رانا عبدالشکور (ڈی۔او۔آر) کا میں شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے لیے دن رات کا فرق مٹا دیا اور اپنی مصروفیات کو پس پشت ڈال کر میرے لیے وقت نکالا۔

محمد امین خاور

باب اوّل
عبدالحلیم شرر
سوانح اور تصانیف

الف۔ سوانحی کوائف:

سوانح عمری ''من آنم'' میں شرر اپنی تاریخ پیدائش ۱۰ر جنوری ۱۸۶۰ء بروز جمعہ بمقام لکھنؤ لکھتے ہیں[1]۔ محققین نے اُن کی تاریخ پیدائش مختلف لکھی ہے ان فاضل محققین نے اُن کے بیان کی تردید میں کسی قسم کے واضح ثبوت اور دلائل پیش نہیں کیے۔ اس لیے شرر کے بیان کو قبول کرنا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ ظاہر ہے اُنھوں نے اپنی تاریخ پیدائش خاندانی روایات کی بنا پر تحریر کی ہوگی۔ شرر کے والد حکیم تفضل حسین ایک طبیب تھے اور نانا منشی قمر الدین واجد علی شاہ کے درباری ملازم تھے۔ سلطنت اودھ کے زوال (۱۸۵۶ء) کے بعد نواب واجد علی جب کلکتہ (مٹیا برج) میں رہائش پذیر ہوئے تو شرر کے نانا بھی زوال کی اس گھڑی میں اُن کے ساتھ یہیں آ گئے۔ شرر ابھی پانچ چھے سال کے تھے کہ ان کے والد تفضل حسین بھی مٹیا برج میں بادشاہ کے محرر مقرر ہوگئے۔ شرر کچھ عرصہ کے بعد اپنے والد کے ساتھ محل میں آ گئے۔ یہاں اُنھیں دینی، علمی اور عیش وعشرت کا مہذب ماحول ملا۔ بقول اُن کے ''لکھنؤ سے مٹیا برج گویا ایک عالم سے دوسرے عالم میں چلا گیا۔''[2] مٹیا برج میں اُن کی ابتدائی تعلیم شروع ہوئی۔ اردو، عربی، فارسی کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم کا بھی بندوبست تھا۔ شاہی ماحول ہونے کی وجہ سے دربار کے ہر شعبہ کا استاد اپنے فن میں یکتائے روزگار تھا چاہے اُس کا تعلق تعلیمی شعبہ سے ہو یا بٹیر بازی، کبوتر بازی، داستان گوئی، منشی گیری یا اس طرح کے دوسرے شعبوں سے ڈاکٹر علی احمد فاطمی لکھتے ہیں ''یہ باتیں چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن جس طرح سے شرر کا خمیر بن رہا تھا اور ذہنی تعمیر ہو رہی تھی، یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی ان کے مستقبل کے لیے مفید اور خوشگوار ثابت ہوتی رہیں۔''[3]

۱۸۷۵ء میں مولوی قمر الدین کی پنشن پر سبکدوشی کے بعد ان کی جگہ عبدالحلیم شرر کو مقرر کیا گیا[4]۔ یہ ملازمت برائے نام تھی۔ دربار میں کام کاج تو تھا نہیں۔ بادشاہ کے نام جو خطوط آتے وہ اُن کے پڑھنے کے بعد دفتر ''بیت الاجرا'' میں محفوظ رکھے جاتے۔ کچھ خطوط کسی اچھے انشا پرداز کی رنگین عبارت میں لکھے ہوتے تھے۔ شرر ان خطوط کا اکثر مطالعہ کیا کرتے اس کے علاوہ وہاں جو صحبتیں تھیں ان کا تذکرہ ''دلگداز'' میں کرتے ہیں۔

> ''اب میرا سن ۱۶ یا ۱۷ برس کا تھا اور میرے لیے تین صحبتیں تھیں۔ ایک منشی سلطان بہادر کے یہاں کی صحبت جو بالکل دینی اور علمی صحبت تھی۔ دوسری امانت الدولہ کے یہاں کی صحبت جو نہایت مہذب، شائستہ، پرلطف و پرمذاق تھی اور تیسری شہزادوں کی صحبت جس میں بے فکری رندانہ مشربی، شاعری، بذلہ سنجی، دگی، مذاق کی باتیں، بے باک آوارہ عورتوں کی صحبتیں اور مدہوشی کی رنگینیاں تھیں۔''[5]

ٹیا برج میں وہ ذہن جو ابھی ابتدائی مراحل میں تھا، ان واقعات کی وجہ سے اُس پر منفی اثرات ہونے لگے جس کی وجہ سے اُن کی اخلاقی حالت آہستہ آہستہ خراب ہونے لگی۔ شرؔر کے والد نے جیسے ہی محسوس کیا تو اُنھوں نے فوراً اُن کو ٹیا برج چھوڑ کر لکھنؤ جانے کا حکم دیا۔ شرؔر نے ''انیس سال کی عمر میں ٹیا برج سے تعلق ترک کر کے لکھنؤ کی سکونت اختیار کی۔''۶ لکھنؤ واپس آ کر اُنھوں نے مولوی عبدالحیی سے عربی کی درسی کتب کی تکمیل کی۔ انھوں نے اُن کی دلچسپی اور لگن کو محسوس کرتے ہوئے مذہبی و تاریخی شعور کو مزید پروان چڑھایا۔ یہیں مولوی نور محمد ملتانی نے حدیث کی کتابیں پڑھنے کو دیں جو شرؔر نے اس سے پہلے نہیں پڑھی تھیں۔ اسی زمانے میں اُن کی شادی اُن کے ماموں کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی ۷۔ علم کی پیاس شرؔر میں اتنی شدت سے بڑھی کہ نئی شادی کی بھی پروانہ کی اور کسی کو بتائے بغیر گھر سے غائب ہو کر تحصیل علم کے لیے دہلی پہنچ گئے۔ دہلی میں مولانا نذیر حسین کی شاگردی کا زمانہ اُن کی زندگی کا ایک اہم موڑ ہے۔ ''دلگداز'' میں لکھتے ہیں:

> ''میری دہلی کی زندگی پارسایانہ اور بالکل بے نفسی کی تھی۔ پانچوں وقت کی نماز مسجد میں پڑھتا۔ شب و روز مطالعہ کتاب میں مشغول رہتا۔ لمبا کرتا اور شرعی اونچا پاجامہ پہنتا اور اکثر تہمند باندھے رہتا۔'' ۸

دہلی سے لکھنؤ واپس آنے پر اُن کے سامنے مسئلہ تلاش معاش کا تھا۔ مولوی عبدالحی نے منشی نول کشور سے سفارش کی اور ''اودھ اخبار'' میں مضامین لکھنے کی ملازمت مل گئی۔ اس اخبار سے وابستگی کے بعد شرؔر کے تخلیقی جوہر کھلنے لگے۔ وہ ایک ساتھ اتنے مضامین لکھ ڈالتے کہ ''اودھ اخبار'' میں مہینہ بھر چھپتے رہتے۔ ان کی انشا پردازی کی رنگینی جلد ہی مقبولیت عام کا باعث بن گئی سرسید نے ان کے ایک مضمون ''روح'' کی بہت تعریف کی اور اس مضمون میں سے خیالات لینے کی اجازت چاہی ۹۔

شرؔر کو ''اَوَدھ اخبار'' کا نمائندہ بنا کر حیدرآباد تبدیل کر دیا گیا۔ شرؔر واپس لکھنؤ آنا چاہتے تھے لیکن انھیں اس کی اجازت نہ ملی تو وہ ''اودھ اخبار'' کی ملازمت سے مستعفی ہو کر لکھنؤ چلے آئے۔ حیدرآباد سے واپسی کے بعد لکھنؤ میں قیام کا زمانہ اُن کی ادبی زندگی کے آغاز کا دور ہے۔ بے روزگاری کے اس دور میں اُنھوں نے سرشاؔر کی طرح ناول نگاری کو ذریعہ روزگار بنایا اس زمانے میں اُنھوں نے اپنا پہلا ناول ''دلچسپ'' لکھا، ۱۸۸۶ء میں شرؔر نے بنکم چندر چٹرجی کے بنگالی ناول ''درگیش نندنی'' کا انگریزی ترجمے سے اردو میں ''زمیندار کی بیٹی'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ ''اودھ اخبار'' اور ''محشر'' کے مضامین کے بعد ان چند ناولوں سے عوام اُن کی تحریروں کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ اب شرؔر نے مولوی بشیر الدین ایڈیٹر ''البشیر'' اور منشی نثار حسین نثار ایڈیٹر ''پیام یار'' کے اصرار پر جنوری ۱۸۷۷ء میں اپنا رسالہ ''دلگداز'' جاری کیا۔ ''دلگداز'' میں ایک سال بعد ''اخبار اودھ'' کی طرز پر مضامین کے ساتھ ساتھ ناول بھی قسط وار چھپنے لگے۔ ''محشر''

اور ''دلگداز'' کے علاوہ بھی اُنھوں نے آٹھ رسالے جاری کیے۔

''دلگداز'' کے علاوہ تمام رسائل نے بہت کم زندگی پائی۔ ان تمام رسائل میں زیادہ تر تحریریں شرر کی ہی ہوتیں۔ ۱۸۹۱ء میں شرر نواب سروقار الامراء بہادر المہام دولت آصفیہ حیدر آباد کے یہاں ملازم ہو کر حیدر آباد چلے گئے جس کی وجہ سے ''دلگداز'' اور ''مہذب'' دونوں بند ہو گئے۔ نواب اُن کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم کے لیے انگلستان بھیجنا چاہتے تھے لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر انگلستان کا پروگرام ملتوی ہو گیا۔ مجبوراً حیدر آباد سے ہی جنوری ۱۸۹۳ء میں ''دلگداز'' کی اشاعت دوبارہ شروع کی لیکن صرف نو شمارے ہی شائع ہوئے تھے کہ سفر انگلستان کی وجہ سے ''دلگداز'' پھر بند ہو گیا۔ قیام انگلستان میں اُنھوں نے وہاں کے معاشرے اور تہذیب و تمدن کا گہرا مطالعہ کیا اور ساتھ ہی فرانسیسی بھی سیکھی۔ اسی دوران اُنھوں نے یورپ کے دیگر ممالک کی سیر بھی کی۔ یورپ سے واپسی پر کچھ عرصہ اپنے ادھورے چھوڑے ہوئے ناولوں کی تکمیل کی۔ ۱۸۹۷ء میں ''دلگداز'' کا اجراء پھر سے ہوا۔ اب کی بار مولانا نے اِسے حیدر آباد سے جاری کیا۔ ابھی اسے جاری ہوئے گیارہ ماہ ہی ہوئے تھے کہ حضرت سکینہ بنت حسینؓ کے متنازعہ حالات لکھنے کی وجہ سے ''دلگداز'' بند کرنا پڑا۔ ۱۸۹۸ء سے اس رسالے کو لکھنؤ سے دوبارہ جاری کیا۔ لکھنؤ میں قیام کے باوجود ان کی حیدر آباد کی ملازمت جاری رہی اور مدارالمہام سے اُن کو تنخواہ باقاعدگی سے ملتی رہی۔ جون ۱۹۰۰ء میں اُنھیں حیدر آباد طلب کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ''دلگداز'' پھر بند ہو گیا۔ حیدر آباد کا اس دور کا قیام پُرسکون نہ تھا۔ پہلے نواب وقار الامرا ملازمت سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ مولوی عزیز مرزا جو ریاست میں اُن کے دوسرے بڑے مربی تھے ہوم سیکرٹری کے عہدے سے بدل کر اضلاع میں ڈپٹی کمشنری کے عہدے پر چلے گئے۔ نئے مدارالمہام راجہ کشن پرشاد کو اُن کی ادبی شخصیت سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ حکومتی سرد مہری سے بد دل ہو کر ۱۹۰۳ء میں آپ لکھنؤ آ گئے۔ ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ پھر حیدر آباد نے عبدالحلیم شرر کو اپنی طرف کھینچا۔ اب کے محکمہ تعلیم کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعینات کیے گئے۔ ''دلگداز'' تو اُن کے وجود کا حصہ بن چکا تھا۔ ۱۹۰۵ء سے حیدر آباد سے تیسری بار شائع ہونے لگا۔ اس دفعہ نظام حیدر آباد شرر سے کسی بات پر ناگوار خاطر ہوئے اور دوبارہ ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد سے لکھنؤ آ گئے۔ ''دلگداز'' کا آغاز تیسری بار لکھنؤ سے ۱۹۱۰ء میں کیا۔

شرر ایک ساتھ کتنے ہی کام کرتے تھے۔ ایک طرف مضامین لکھ رہے ہیں تو دوسری طرف تاریخ لکھنے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف ناول لکھ رہے ہیں تو دوسری طرف سوانح عمریاں، لیکن تکان کا شائبہ بھی نہ ہوتا۔ اُنھوں نے متعدد اصناف ادب پر طبع آزمائی کی۔ اتنے وسیع میدان میں اترنا کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں۔ اُن کا قلم ہر وقت لکھنے میں مصروف رہتا ڈاکٹر شریف احمد لکھتے ہیں:

''علم کی ایسی سچی پیاس اور قاموسی ذہن رکھنے والے ادیب اردو ادب میں کم ہوئے ہیں۔ چھیالیس سال سے پچاس

سال تک کی تصنیفی زندگی میں اُنھوں نے جتنا لکھا ہے۔ اُس کا اوسط اٹھارہ صفحات یومیہ ہوتا ہے۔'' [۱۰]

شررؔ کو ۱۹۱۲ء میں مولانا محمد علی جوہرؔ نے اپنے روز نامے ''ہمدرد'' کے اجرا کے لیے دو سو روپے ماہوار پر دِلّی بلا لیا لیکن چھے ماہ تک یہ اخبار جاری نہ ہو سکا اور کچھ گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے شررؔ لکھنؤ واپس آ گئے۔ جنوری ۱۹۱۲ء میں ان کے چھوٹے بیٹے محمد فاروق کا انتقال ہو گیا جو ''دلگداز'' کے مینیجر بھی تھے۔ کچھ دن بعد ہی شررؔ کی صاحبزادی کا بھی انتقال ہو گیا۔ بڑے بیٹے محمد صدیق حسن کو اپریل ۱۹۱۵ء میں ''دلگداز'' کا معاون یعنی نائب مدیر مقرر کیا۔ ۱۹۱۸ء میں شررؔ کو ایک بار پھر حیدر آباد طلب کیا گیا اور انھیں شعبہ تصنیف و تالیف کا نگران مقرر کیا گیا۔ اس دوران ''دلگداز'' لکھنؤ سے اُن کے بیٹے کی نگرانی میں جاری رہا۔ لیکن تمام مضامین شررؔ ہی لکھ کر بھیجتے کچھ عرصہ بعد لکھنؤ واپس آئے اور اپنی وفات تک یہیں مقیم رہے۔ انہیں نظام حیدر آباد سے برابر پانچ سو روپے ماہوار ملتے رہے۔ محمد صدیق حسن جنوری ۱۹۲۷ دلگداز ص ۱ پر لکھتے ہیں:

> '' آٹھ دس مہینے قبل آپ کو ایک دماغی شکایت پیدا ہوئی اور ڈاکٹروں طبیبوں نے متفقہ طور یہ رائے دی کہ اب آپ دماغی کام چھوڑ دیں۔ آپ کے وہ الفاظ میں کبھی نہ بھولوں گا جو آپ نے اس اثنا میں مجھے تحریر فرمائے کہ ''حکیم اور ڈاکٹر یہ تجویز کرتے ہیں کہ اب میں دماغی کام چھوڑ دوں۔ مگر تم ہی بتاؤ کہ لکھنا پڑھنا چھوڑ دوں تو پھر کیا کروں۔ میرے لیے اس کے چھوڑ دینے سے مرجانا بدرجہا زیادہ آسان ہے۔''

آخری وقت میں ان کا سفر گھر سے چنوائی ٹولہ تک رہ گیا تھا۔ دس بجے سے قلم لے کر بیٹھتے اور دو بجے تک برابر لکھا کرتے۔ دو بجے سے چار بجے تک کمرے میں سوتے رہتے یا آرام سے لیٹے رہتے۔ شام کو دوست احباب سے ملنے چلے جاتے تھے اور وہاں سے آٹھ نو بجے رات کو گھر میں آتے تھے۔ ایک روز شام کو مولانا عبدالمجید کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ دفعتاً سردی معلوم ہوئی اور غش آنے لگے۔ بہت مشکل سے گھر تک تشریف لائے۔ حکماء کا علاج شروع کیا، روز بروز حالت خراب ہوتی گئی۔ آخر ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۶ء بروز جمعہ آپ کا انتقال ہوا [۱۱]۔ اسی شام آٹھ بجے چنوائی ٹولہ قبرستان میں دفن ہوئے۔

ب۔ تصانیف و تالیف

شررؔ اگر اردو کے سب سے زیادہ کثیر التصانیف نہیں تو یقیناً اردو کے زیادہ لکھنے والوں ادیبوں میں ضرور شمار ہوگا۔ ''کتاب التوحید'' کے ترجمے سے لے کر ''نیکی کا پھل'' اور ''دلگداز'' کے مضامین تک تقریباً نصف صدی تک اُن کا اشہب قلم کبھی نہیں رکا۔ تصانیف کی تعداد کے علاوہ اُن کے یہاں موضوعات کی بھی کمی نہیں۔ ناول سماجی ہوں یا تاریخی، مضامین ادبی ہوں یا معلوماتی، سوانح عمریاں مذہبی ہوں یا تاریخی، تاریخ برصغیر کی ہو یا بین الاقوامی، ترجمے انگریزی سے ہوں یا

دوسری زبانوں سے، سفرنامے ملکی ہوں یا دیارِ غیر کے، ڈراما منظوم ہو یا نثری، شاعری نظم کی ہو یا غزل کی، لیکچر مذہبی ہو یا تحقیقی یعنی ادب کا کونسا ایسا شعبہ ہے جس پر اُنھوں نے بے تکان نہ لکھا ہو۔ ہمہ وقت اور مسلسل لکھنے کی وجہ سے بلند اور پست کا معیار مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں اُن کے قلم سے ''فردوس بریں'' جیسا شہکار ظہور پذیر ہوسکتا ہے، وہیں اُن کا قلم انتہائی کمزور ناول بھی لکھ سکتا ہے۔ فراق گورکھپوری لکھتے ہیں:

''آپ ان تمام کارناموں کو سنگ مرمر کی چٹان، ہمالیہ یا قطب مینار نہ مانیں لیکن ہزار ہا فٹ لمبا چوڑا مٹی کا ٹیلا دیکھ کر بھی نگاہیں اُٹھ ہی جاتی ہیں۔ اور یہ ٹیلا بنجر بھی نہیں ہے۔ کہیں گھنے سایہ دار درخت ہیں تو کہیں چشمے اور تالاب ہیں جن کے کنارے سبزہ زار لہک رہے ہیں۔ ریگستانی اور بیابانی حصوں میں بھی کہیں نخلستان ہیں تو کہیں لالہ زار لہلہا رہے ہیں۔ کہیں جھاڑیوں اور گھاٹیوں نے کانٹوں اور سنگ ریزوں کا دامن دور دور تک پھیلا رکھا ہے، کہیں واقعات اور سانحات کے دفینے ہیں کہیں پریوں کا غول ہے اور کہیں پرانی تاریخ اپنی پرچھائیاں ڈال رہی ہے۔'' [۱۲]

شررؔ نے اپنی پوری زندگی تصنیف اور تالیف کے لیے وقف کر دی تھی۔ یہی اشہب قلم اُن کا ذریعہ معاش بھی تھا جس کی وجہ سے اُنھیں دربدر کی ٹھوکریں بھی کھانا پڑیں۔ ''دلگداز'' کبھی لکھنؤ سے شائع ہو رہا ہے تو کبھی حیدرآباد سے، اسی دوران اُنہیں انگلستان بھی جانا پڑا جس کی وجہ سے ''دلگداز'' کی اشاعت میں گڑبڑ ہوتی رہی۔ اگر ''دلگداز'' ایک ہی مقام اور پابندی سے جاری رہتا تو یقیناً اُن کی تصانیف اور مضامین کی تعداد زیادہ ہوتی۔ مختلف مقامات اور مختلف پریس میں اشاعت کی وجہ سے بعض کتابوں کے متعلق بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ بعض ایسے ناول جو اُنھوں نے نہیں لکھے، اُن کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ بعض جس پر شررؔ نے صرف دیباچہ یا پیش لفظ لکھ دیا وہ تخلیقات بھی اُنھیں کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ چونکہ شررؔ اپنے زمانے کے انتہائی مقبول ادیب تھے، اس لیے بھی اُن کے نام سے متعدد ایسی کتب منسوب کر دی گئی ہیں، جو دراصل اُن کی نہیں ہیں اکثر ناشرین نے اُن کے مضامین کے عنوانات بدل کر نئے عنوانات سے شائع کیا ہے۔ شررؔ کے ناولوں کی تعداد کے بارے میں مختلف محققین نے مختلف رائے دی ہے۔ خاکی قزلباش لکھتے ہیں:

''میں نے مولانا شررؔ کے تاریخی ناولوں پر تحقیقی کام کیا ہے۔ اس لیے ان کی دوسری تصانیف و تالیفات سے قطع نظر صرف ناولوں سے متعلق یہ بیان کر دینا ضروری ہے۔ کہ مذکورہ بالا خاکہ میں ناولوں کی تعداد ۴۲ بتائی گئی ہے۔ گراہم بیلی اپنی کتاب (History of Urdu Litratrue) میں شررؔ کے ناولوں کی مجموعی تعداد صرف ۳۰ بتاتا ہے۔ رام بابو سکسینہ کی تصنیف (A History of Urdu Litrature) میں شررؔ کے ناولوں کی تعداد نہیں بتائی گئی لیکن انہوں نے ۳۱ ناولوں کے نام گنائے ہیں۔ ایم ایچ جعفری ایم اے علیگ نے مولانا شررؔ کے ناولوں پر اپنے مقالے میں جو ''علیگ'' ہفتہ وار لاہور کی ۱۸ر نومبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں شامل ہے، شررؔ کے ناولوں کی تعداد ۳۷ بتائی ہے اور ناولوں کی فہرست بھی درج کی ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جعفری صاحب نے ان تمام تصنیفات کا مطالعہ نہیں کیا جو ان کی فہرست میں شامل ہیں کیونکہ انہوں نے ''حسن بن صباح''، ''نیکی کا پھل''، ''شبِ غم'' اور ''ملکہ زنوبیہ'' کو بھی تاریخی ناول بتایا ہے۔

حالانکہ ان میں شب غم اور نیکی کا پھل ڈرامے ہیں اور ''حسن بن صباح'' اور ''ملکہ زنوبیہ'' سوانح عمریاں ہیں۔ میری تحقیقات کے مطابق شرؔر کے ناولوں کی مجموعی تعداد۳۳ ہے اور اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا ناقدین اور مورخین ادب کے علاوہ کسی نے مولانا شرؔر کے ناولوں کی تعداد بتانی ضروری نہیں سمجھی اور ان کے ناولوں کے لیے صرف ''بے شمار'' لفظ پر اکتفا کی ہے۔'' [۱۳]

تاریخی ناول:

(۱) ملک العزیز ورجنا (۱۸۸۸ء)

(۲) حسن انجلینا (۱۸۸۹ء)

(۳) منصور موہنا (۱۸۹۰ء)

(۴) فلورا فلورنڈا (۱۸۹۹ء)

(۵) فردوس بریں (۱۸۹۹ء)

(۶) مقدس نازنین (۱۹۰۰ء)

(۷) ایام عرب (۱۹۰۰ء)

(۸) شوقین ملکہ (۱۹۰۵ء)

(۹) ماہ ملک (۱۹۰۶ء)

(۱۰) یوسف و نجمہ (۱۹۰۸ء)

(۱۱) قیس ولبنیٰ (۱۹۰۸ء)

(۱۲) فلپانا (۱۹۱۰ء)

(۱۳) زوالِ بغداد (۱۹۱۲ء)

(۱۴) رومتہ الکبریٰ (۱۹۱۲ء)

(۱۵) الفانسو (۱۹۱۵ء)

(۱۶) فتح اندلس (۱۹۱۵ء)

(۱۷) فاتح مفتوح (۱۹۱۶ء)

(۱۸) بابک خرمی (۱۹۱۶ء)

(۱۹) جویائے حق (۱۹۔۱۹۱۷ء)

(۲۰) عزیز مصر (۱۹۱۹ء)

(۲۱) شہزادہ حبش (۱۹۱۹ء)

(۲۲) لُعبت چین (۱۹۱۹ء)

(۲۳) طاہرہ (۱۹۲۳ء)

(۲۴) مینا بازار (۱۹۲۵ء)

(۲۵) نیکی کا پھل (۱۹۲۴ء)

سماجی ناول:

(۱) دلچسپ (حصہ اول) ۱۸۸۵ء (حصہ دوم) ۱۸۸۶ء

(۲) دلکش (۱۸۸۷ء)

(۳) بدرالنساء کی مصیبت (۱۹۰۱ء)

(۴) آغا صادق کی شادی (۱۹۰۸ء)

(۵) غیب داں دلہن (۱۹۱۱ء)

(۶) حسن کا ڈاکو (۱۹۱۲ء)

(۷) اسرار دربار حرامپور (۱۹۱۳ء)

(۸) خوفناک محبت (۱۹۱۵ء)

سوانح:

(۱) حسن بن صباح (۱۹۰۰ء)

(۲) جنید بغدادی (۱۹۰۶ء)

(۳) ملکہ زنوبیہ (۱۹۰۶ء)

(۴) لارڈ بیکن (۱۹۰۶ء)

(۵) حالات اقوام کِردوترکانِ آل عثمان (۱۹۰۶ء)

(۶) ابوبکر شبلی (۱۹۰۷ء)

(۷) خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (۱۹۰۷ء)

(۸) آغائی صاحب (۱۹۰۸ء)

(۹) سوانح امام ابوالحسن الاشعری (۱۹۰۸ء)

(۱۰) افسانہ قیس (۱۹۱۰ء)

(۱۱) سکینہ بنت حسینؓ (۱۹۱۰ء)

(۱۲) خواجہ معین الدینؒ چشتی (۱۹۱۳ء)

(۱۳) سوانح عمری رستم تہم تن (۱۹۱۵ء)

(۱۴) جان عالم (۱۹۱۵ء)

(۱۵) شیریں ملکہ عجم (۱۹۱۵ء)

(۱۶) قرۃ العین (۱۹۱۷ء)

(۱۷) ثانی اثنین (۱۹۱۸ء)

(۱۸) زی النورین (۱۹۱۸ء)

(۱۹) خاتم المرسلین (۱۹۱۹ء)

(۲۰) ابوالحسنین (۱۹۱۹ء)

(۲۱) حجاج بن یوسف (۱۹۱۹ء)

(۲۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ (س۔ن)

(۲۳) مشرق کے چاند (س۔ن)

(۲۴) مغربی حوریں (س۔ن)

تاریخ:

(۱) تاریخ بغداد شریف (۱۸۹۹ء)

(۲) تاریخ سندھ (۱۹۰۶ء)

(۳) حروب حلبیہ (۱۹۰۶ء)

(۴) خلافت عمرو بن سعیدؓ (۱۹۰۶ء)

(۵) تاریخ تیونس (۱۹۰۹ء)

(۶) تاریخ عصر قدیم (۱۹۱۲ء)

(۷) تاریخ ارض مقدس (۱۹۱۲ء)

(۸) تاریخ یہود (۱۹۱۶ء)

(۹) عرب قبل از اسلام (۱۹۱۷ء)

(۱۰) مصر کی قدیم تاریخ (۱۹۱۷ء)

(۱۱) صقلیہ میں اسلام (۱۹۱۹ء)

(۱۲) تاریخ خلافتِ (۱۹۲۳ء)

(۱۳) تاریخ اسلام جلد اول (۱۹۲۵ء)

(۱۴) تاریخ اسلام جلد دوم (۱۹۲۶ء)

تراجم (نثری):

(۱) کتاب التوحید (۱۸۸۱ء)

(۲) زمیندار کی بیٹی (۱۸۸۶ء)

(۳) ڈاکو کی دلہن (۱۹۰۱ء)

(۴) لارڈ بیکن (۱۹۰۶ء)

(۵) حروب صلیبیہ (۱۹۰۶ء)

(۶) الحکم الرفاعیہ (۱۹۰۷ء)

(۷) ولادت سرور عالم ﷺ (۱۹۲۳ء)

(۸) سفر نامہ امام شافعیؒ (۱۹۲۴ء)

تراجم (شعری):

(۱) اسیری بابل (۱۹۲۰ء)

(۲) ولادت سرور عالم (۱۹۲۳ء)

شاعری:

(۱) شب غم (۱۸۸۶ء)

(۲) شب وصل (۱۸۸۶ء)

(۳) زمانہ اور اسلام (۱۸۸۷ء)

(۴) مثنوی نغمہ زار (۱۸۸۷ء)

ڈراما:

(۱) میوہ تلخ (۱۸۸۹ء)

(۲) شہید وفا (۱۸۹۲ء)

سفرنامہ:

(۱) چند گھنٹے جبرالٹر میں (۱۸۹۷ء)

(۲) اٹلی کی مختصر سیر (۱۸۹۷ء)

(۳) ہمارا سفر پالن پور (۱۸۹۷ء)

(۴) سوئٹزرلینڈ (۱۸۹۷ء)

متفرقات:

(۱) جلیۃ العزرا (فارسی) (۱۹۲۱ء)

(۲) پردہ (س۔ن) [۱۴]

حواشی

۱۔ شرر، عبدالحلیم، ''من آنم''، مشمولہ: دلگداز، اورنگ آباد، فروری ۱۹۳۲ء، ص ۴۲

۲۔ شرر، عبدالحلیم، ''من آنم''، مشمولہ: دلگداز، اورنگ آباد، اگست ۱۹۳۳ء، ص ۱۷

۳۔ فاطمی، ڈاکٹر علی احمد، ''عبدالحلیم شرر بہ حیثیت ناول نگار''، کراچی: انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱۵

۴۔ خاکی قزلباش، ''مولانا عبدالحلیم شرر''، مشمولہ: نقوش (شخصیات نمبر)، لاہور، س۔ن، ص ۴۵

۵۔ شرر، عبدالحلیم، ''من آنم''، دلگداز، اگست ۱۹۳۳، ص ۱۷

۶۔ سکسینہ، رام بابو، ''تاریخ ادب اردو''، مترجم: مرزا محمد عسکری، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۷ء، ص ۶۳۰

۷۔ جعفر رضا، ''عبدالحلیم شرر''، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۸۸ء، ص ۳۳

۸۔ شرر، عبدالحلیم، ''من آنم''، ص ۲۱۷

۹۔ فاطمی، ڈاکٹر علی احمد، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص ۱۲۴

۱۰۔ شریف احمد، ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، دہلی: گوہر پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص ۳۴۲

۱۱۔ ندوی، سید سلیمان، ''یادِ رفتگاں'' کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۳ء، ص ۲۵۸

۱۲۔ فراق گورکھپوری، ''اندازے''، الٰہ آباد: ادارہ انیس اردو، ۱۹۷۸ء، ص ۳۸۸

۱۳۔ خاکی قزلباش، ''مولانا عبدالحلیم شرر''، ص ۵۳۔۵۴

۱۴۔ شریف احمد، ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، ص ۶۳۔۷۳

باب دوم

شرر کی مضمون نگاری اور حواشی و تعلیقات کے بنیادی مباحث

الف۔ عبدالحلیم شرر کی مضمون نگاری:

شرر نے جب مضمون نویسی شروع کی اُس وقت مختلف رسالے اپنا ادبی مقام بنا چکے تھے جن میں سے ''اودھ اخبار'' اور ''تہذیب الاخلاق'' سر فہرست تھے۔ ''تہذیب الاخلاق'' میں چھپنے والے مضامین پر ''اسپیکیٹر'' اور ''ٹیٹلر'' رسائل کا براہ راست اثر تھا۔ سرسید سے پہلے اردو کا کوئی ادیب اپنے ذہن میں اس مضمون نویسی کا واضح اور مستقل وجود نہیں رکھتا تھا۔ سرسید نے پہلی بار شعوری طور پر اس صنف کو اپنایا۔ سرسید، حالی، شبلی، محمد حسین آزاد، شرر سب ہی ایڈیسن، اسٹیل، سیموئیل جانسن، بیکن اور رسکن سے متاثر ہوئے۔ محمد حسین آزاد کی کتاب ''نیرنگ خیال'' کے تمام مضامین انگریزی مضامین کا ترجمہ ہیں ڈاکٹر محمد صادق نے ''آبِ حیات کی حمایت میں'' [۱] ان مضامین کے نام فرداً فرداً پیش کر دیے ہیں جن سے وہ ترجمہ ہیں۔ سرسید اور محمد حسین آزاد کے بعد اگر کسی ادیب نے مضمون نگاری کو پوری سنجیدگی کے ساتھ برتا ہے تو وہ شرر ہیں۔ شرر نے ان سب سے الگ طرزِ تحریر اختیار کی۔ انھوں نے انگریزی ادب کی خوبصورت بندشوں کو اُردو میں داخل کیا۔ خیالی مضامین میں انگریزی انشا پردازوں کی سی جدت آفرینیاں کیں۔ شرر نے ایسے موضوعات پر قلم اُٹھایا جس پر پہلے کبھی کسی ادیب نے قلم نہیں اُٹھایا تھا۔ انسانی جذبات پر وہ اس قدر قادر ہیں کہ ہر تصویر کو آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ انہوں نے سیاسیات کی بجائے ادبی اور علمی موضوعات پر لکھا۔ جب وہ دہلی سے تعلیم ختم کر کے لکھنؤ آئے تو منشی احمد علی کسمنڈوی نے جو ''اودھ اخبار'' میں لکھتے تھے، انہوں نے شرر کو بھی مضمون لکھنے کا مشورہ دیا۔ اُنہی کی سفارش پر شرر ''اودھ اخبار'' کے ادارے میں شامل ہو گئے اور جلد ہی ان کے طرزِ تحریر کی شہرت ہو گئی۔ مرزا محمد عسکری لکھتے ہیں:

> ''گویا انگریزی عروسِ سخن کو فارسی و اردو کا لباس پہنا دیا گیا تھا۔ اسی ضرورت سے قافیہ بندی اور رعایت لفظی بالکل چھوڑ دی۔ اور اس سے بہت پرہیز کیا کہ نثر میں جابجا اشعار شامل کیے جائیں۔ ابتداً اس رنگ کے نباہنے میں اکثر جگہ عبارت اُلجھ جاتی تھی...... مگر چند ہی روز کے بعد ایسا اعتدال پیدا ہوا کہ ان کی عبارت نے خاص رنگ پکڑ لیا۔ اور ایسا مقبول رنگ کہ یہی طرزِ عبارت آج ساری اُردو انشا پردازی اور اخبارات کی عام زبان پر حکومت کر رہا ہے۔'' [۲]

''اودھ اخبار'' سے وابستگی کے بعد شرر کے تخلیق جوہر کھلنے لگے۔ شرر ایک ساتھ اتنے مضامین لکھ ڈالتے کہ وہ اخبار میں مہینہ بھر چھپتے رہتے۔ شرر نے اُسی زمانے میں اپنے دوست مولوی عبدالباسط کے نام سے ''محشر'' نام کا ایک ہفتہ وار رسالہ نکالا جس میں تحریر کردہ مضامین و عبارات کا رنگ اس قدر دلکش و دلآویز تھا کہ ہر طرف دھوم مچ گئی۔ ڈاکٹر محمد

شریف لکھتے ہیں:

''یہ اسی عبارت کی شان تھی کہ جس نے ایک دفعہ دیکھا بے انتہا گرویدہ ہوگیا اور فوراً اس کو اختیار کیا۔ افسوس کہ شرر کے ''اودھ اخبار'' اور ''محشر'' کے مضامین کسی نے علیحدہ نہیں چھاپے اور وہ اصل پرچے کہیں دستیاب نہیں ہوتے۔ ورنہ شاید اب ہندوستان نسبت سابق کے اُن کی زیادہ قدر کرتا۔''[۳]

مولانا عبدالحلیم شررؔ نے علم وفن کے جس کوچے میں قدم رکھا وہاں اپنی شخصیت اور علمیت کے گہرے اثرات چھوڑے۔ جس کا ثبوت ''دلگداز'' کے شمارے ہیں ۔ان مضامین میں انہوں نے ادب، تاریخ ،شاعری، جغرافیہ، معاشرت، ادیان، تہذیب وتمدن، شخصیات کے خاکے اور بے شمار موضوعات پر بے تکان لکھا۔ بڑے ادیب کی یہ پہچان ہوتی ہے کہ وہ اپنے دور کو بھی متاثر کرتا ہے اور آنے والے ادوار کو بھی ۔ اگرچہ شررؔ کو اردو کے ارکان خمسہ میں جگہ نہیں ملتی لیکن ناول نگار اور انشائیہ نگار کی حیثیت سے انہوں نے بڑے ادب کی سرحدوں کو بھی چھوا ہے۔ فیض احمد فیض لکھتے ہیں'' ان کی تصانیف کی قطعی قیمت بہت زیادہ نہ سہی لیکن ادبی مذاق کی ترتیب اور بیداری میں ان کا گراں قدر حصہ ہے''[۴] شررؔ کے ''دلگداز'' کے منتخب مضامین کو ۱۹۲۰ء میں کتابی صورت میں آٹھ جلدوں میں دلگداز پریس سے شائع کیا گیا [۵] ۔ جو کہ حواشی وتعلیقات کے لئے پیشِ نظر ہیں:

ان جلدوں کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شاعرانہ وعاشقانہ (دو حصے)

۲۔ تاریخی وجغرافی (دو حصے)

۳۔ گذشتہ لکھنؤ

۴۔ ختم سال وشروع سال

۵۔ ادب وتحقیق ،مسائل

۶۔ اصلاح قوم وملت

۷۔ تاریخی واقعات پر خیال آرائی

۸۔ نظم وڈرامہ

ان ''مضامین شررؔ'' کو سید مبارک علی شاہ گیلانی (لاہور) نے ترتیب تبدیل کر کے غیر ضروری اضافے کے ساتھ ازسرنو سات جلدوں میں شائع کیا[۶]۔

۱۔ جلد اول: شاعرانہ وعاشقانہ (دو حصے)۔ آغاز واختتام سال کے مضامین (حصہ سوم)

۲۔ جلد دوم: تاریخی وجغرافیائی مضامین (دو حصے)۔ ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (حصہ سوم)

۳۔ جلد سوم: سیر نسواں (دو حصے) سیر رجال (حصہ سوم)

۴۔ جلد چہارم: ادبی اور تحقیقی مضامین

۵۔ جلد پنجم: اصلاحی مضامین

۶۔ جلد ششم: تاریخی واقعات پر خیال آرائی

۷۔ جلد ہفتم: نظم وڈرامہ

ڈاکٹر ممتاز منگلوری اور دیگر محققین نے جلد ہشتم کو ''مقالات شرؔر'' کا نام دیا ہے۔ یہ جلد سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی سے ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ اس میں شامل سینتیس (۳۷) مضامین میں سے چھے کے سوا تمام مضامین پہلی جلدوں میں شامل ہیں:

مضمون (مقالات شرؔر)	صفحات	(مضامین شرؔر جلد نمبر)
دنیا	۱۔۴	1A
زمانہ	۴۔۹	1B
ہم	۹۔۱۳	1A
ہم اور ہمارے کمالات	۱۴۔۲۱	۶
عمر دو روزہ	۲۱۔۲۴	1A
بے تعصبی	۲۴۔۲۹	۶
رنج والم	۲۹۔۳۰	1A
غم جدائی	۳۲۔۳۵	دلگداز جولائی ۱۹۰۴ء☆
آدھی رات	۳۵۔۳۷	1A
از ماست کہ بر ماست	۳۷۔۳۹	۸
شادی وغم	۳۹۔۴۳	1A
باد سحر	۴۳۔۴۷	1A
ہوا	۴۸۔۵۲	1A
آنے والی گھڑی	۵۲۔۵۶	1B

☆ (محمد قمر سلیم، ''اشاریہ دلگداز'' (جلد اول) نئی دہلی، مکتبہ جامع لمیٹڈ، ۲۰۰۳ء، متعدد صفحات)

''مقالات شرؔر'' میں جو مضامین ''مضامین شرؔر'' میں نہیں ہیں، ان میں چھے مضمون دوسرے مصنفین کے ہیں۔ صرف ایک مضمون ''خلوص'' شرؔر کا ہے۔ شرؔر کے مضامین کبھی بہ اعتبار موضوع اور کبھی کسی خاص ترتیب کے بغیر مختلف ناشرین نے شرؔر کی زندگی میں بھی شائع کیے اور انتقال کے بعد بھی۔ ان میں قدیم ناشر سید ظہور الحسن، قومی پریس دہلی اور جدید ناشر بیکن بکس ملتان شامل ہیں۔ بیکن بکس ملتان نے پہلی دو جلدوں کے مضامین کو چار جلدوں میں بعنوان ''دلگداز''، ''نگاہ شوق''، ''شمع حرم'' اور ''یورپ کے بانکے'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہی مختلف عنوانات شرؔر کے قارئین کو الجھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی کتابوں کی تفصیل ڈاکٹر محمد شریف نے دی ہے [۷]۔

۱۔ ''سفر نامہ ہستی یعنی نیرنگ دنیا'' (چند مضامین کو اکٹھا کیا گیا ہے۔)
۲۔ شاہکار شرؔر (''مضامین شرؔر'' میں سے چند مضامین کا انتخاب ہے)
۳۔ صد پارہ دل (''مضامین شرؔر'' میں سے چند مضامین کا انتخاب ہے)
۴۔ مشرق کے چاند (''دلگداز'' سے کچھ سوانح کا انتخاب ہے)
۵۔ مغربی حوریں (''دلگداز'' سے کچھ سوانح کا انتخاب ہے)
۶۔ مخذرات المعروف بہ عالم (رسالہ ''مہذب'' کے چند مضامین)
۷۔ سیر علما (''دلگداز'' سے کچھ سوانح کا انتخاب ہے)
۸۔ اسلامی سوانح عمریاں (رسالہ ''مہذب'' سے چند منتخب سوانح)
۹۔ گروہ مشاہیر (ناموران عالم) (''دلگداز'' سے کچھ سوانح کا انتخاب ہے)
۱۰۔ بیان کشف وکمالات سلف (دلگداز سے چند منتخب شخصیات کی سوانح)
۱۱۔ سیر رجال (''دلگداز'' سے کچھ سوانح کا انتخاب ہے)
۱۲۔ سیر نسواں (دلگداز سے چند خواتین کی سوانح)
۱۳۔ ''مقالات شرؔر'' (مضامین شرؔر)، (جلد اول و دوم سے سینتیس مضامین کا انتخاب ہے)
۱۴۔ ''جذبات شرؔر یعنی مقالات شرؔر'' (مقالات شرؔر کا نام تبدیل کر کے شائع کیا گیا)
۱۵۔ ''دل گداز'' (مضامین شرؔر جلد اول حصہ اول کے منتخب مضامین)
۱۶۔ ''نگاہِ شوق'' (مضامین شرؔر جلد دوم کے منتخب مضامین)
۱۷۔ ''شمع حرم'' (مضامین شرؔر جلد اول و چہارم کے منتخب مضامین)
۱۸۔ ''یورپ کے بانکے'' (جلد چہارم کے مضامین)

دلگداز میں چھپنے والے ''مضامین شرر'' جلد اول حصہ اول ''شاعرانہ و عاشقانہ'' میں کل ۸۷ مضامین ہیں۔ صفحات کی تعداد ۳۹۶ ہے یہ مضامین ''دلگداز'' میں ۱۸۸۷ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک چھپے۔ پہلی جلد کے مضامین کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے ان مضامین کے اچھوتے پن کا احساس ہوتا ہے۔ شرر نے بہت مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے۔ یہ مضامین ادب کے رجحانات پر اس طرح اثر انداز ہوئے کہ اُس دور میں بڑے بڑے لکھنے والے اس سے متاثر نظر آتے ہیں۔ جبکہ سرسید نے تو ایک مضمون سے مواد لینے کی اجازت بھی لی کچھ مضامین ایسے ہیں جن پر سرسید محمد حسین آزاد اور حالی کا واضح نقش ہے۔ مثلاً ''اُمید''، ''شادی وغم''، ''انجام''، ''ناکامی''، ''خود پسندی''، ''خود پرستی''، ''عقل ونقل کا جھگڑا'' وغیرہ۔ ''اندھیری رات کا خواب'' میں سرسید کے خیالات کی بازگشت ہے:

> ''الغرض میں جھپٹ کر اُس مکان کے نیچے ہو رہا۔ اب طوفان زدہ پکڑ گیا۔ آندھی کے جھونکے تھپیڑے دینے لگے۔ اور پانی اس تیزی سے برسنے لگا کہ خدا کی پناہ۔ مکان کی پرانی چھت جا بجا سے ٹپکنے لگی اور ساعت بہ ساعت یقین آتا جاتا تھا کہ مکان گرا چاہتا ہے۔ آخر یہاں تک دہشت طاری ہوئی کہ میں چلاتے چلاتے غش کھا کر گر پڑا تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو نہ وہ مکان تھا اور نہ وہ بوڑھا تھا معلوم ہوا کہ خواب میں یہ عالم نظر پڑا تھا۔''

(مضامین شرر جلد اول حصہ اول، ص ۸۵)

شرر کے متعدد مضامین انگریزی سے ترجمہ ہیں۔ انہوں نے انگریزی کے انشائیہ نگاروں خاص طور پر ایڈیسن اور گولڈ اسمتھ کے مضامین کا ترجمہ کیا۔ اس کا وہ برملا اظہار بھی کرتے ہیں اور محمد حسین آزاد کی طرح وہ ترجمہ کو اخذ کا نام نہیں دیتے۔ ان میں ترجمے کی ایسی قوت ہے کہ ترجمہ، ترجمہ نہیں رہتا۔ گولڈ اسمتھ کے مضمون ''شہر کی رات'' کا اقتباس پڑھیے:

> ''بدکار اگر پکڑ لیا جائے تو بدکاری چھوٹ نہیں جاتی۔ بلکہ اُس میں بے شرمی کے ساتھ اور فریب پیدا ہو جاتا ہے۔''

(مضامین شرر جلد اول حصہ اول، ص ۱۰۲)

شرر اپنے مضامین کو شاعرانہ و عاشقانہ کہتے ہیں لیکن جہاں موقع ملتا ہے وہیں ملک وقوم کی اصلاح کے لیے ضرور لکھتے ہیں۔ مضمون ''جوش'' میں لکھتے ہیں:

> ''کاش ہمیں کوئی اسپیکر ہی لجائے اور پر جوش الفاظ میں غیرت دلائے تو یقین ہے کہ ہمارے دلوں کا جوش اس طرح اُبھر پڑے جس طرح فصل گل کا عالم دیکھ کر جنون آوارگان ہجران کے جوش میں ترقی ہوتی ہے۔ افسوس نہ کوئی یاد دلانیوالا ہی ہے نہ کوئی یاد کرنے والا۔ اے ہمارے پاک خدا! تو ہمارے قومی جوش میں برکت دے۔''

(مضامین شرر جلد اول حصہ اول، ص ۲۴۷)

''دلگداز'' کے صفحات پر چھپنے والے مضامین میں اصلاح قوم کا مرثیہ تقریباً ہر جگہ موجود ہے۔ اس رسالے کا آغاز اس جملے سے کرتے ہیں کہ ''دلگداز'' اس غرض سے شائع کیا گیا ہے کہ اپنے موثر اور دل ہلا دینے والے الفاظ سے اگر قوم کے دلوں پر فتح نہ پا سکے تو اپنا قومی مرثیہ آپ ہی پڑھے اور آپ ہی روئے اور اس بہانے سے اپنے دل کا بخار نکال ڈالا

کرے۔

شررؔ اپنے ناولوں میں اچھے منظر نگار نہیں لیکن اپنے مضامین میں ان کا قلم ایک مصور کا موقلم بن جاتا ہے۔ وہ مناسب آب ورنگ اور خطوط سے تصویر بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ ان کی نظر وہ منظر بھی دیکھ لیتی ہے جو عام نظر سے ممکن نہیں۔ مضمون ''جوش'' میں آسمان کا منظر کس خوب صورتی سے بیان کیا ہے:

''آسمان پر دیکھو تارے کس بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے ہیں۔ زمین وآسمان ابتداء تخلیق کے وقت ایک دوسرے کا نمونہ تھے۔ جس طرح آسمانی اجسام نے ترتیب نظر آئیں اُسی طرح زمین کی چیزیں بھی بالکل بے قرینہ تھیں۔ جوش نے زمین میں عجب عجب دلچسپیاں پیدا کردیں۔ اور قدرت کی کمائی کو ایک حیرت میں ڈال دینے والے انتظام سے چن دیا۔ اگر نسل انسانی کی کوئی شاخ آسمان پر بھیج دی جاتی تو وہاں بھی جوش کی کاریگریاں تاروں کو اپنے اپنے موقع پر رکھ کے اور خوشنمائی سے ترتیب دے کر ایک نظر فریب باغ کھلا دیتیں، انہیں جگمگاتے ہوئے اجرام فلکی کے ذریعے سے کچھ صناعی دکھائی جاتی کہ آسمان پر بیل بوٹے بن جاتے۔ مگر خدا کو منظور تھا کہ تارے ہمیشہ دنیا والوں کو زمین کی اگلی بے ترتیبیوں کا نمونہ دکھاتے رہیں۔''

(مضامین شررؔ جلد اول حصہ اول، ص ۷۰)

شررؔ چھوٹے چھوٹے موضوعات پر بے تکان لکھتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے ''کل''، ''نہیں''، ''ہاں''، ''آج''، ''حسن''، ''تیز نظر''، ''عمر رفتہ''، ''زمانہ''، ''ضد''، ''صبح''، ''ہم تم''، ''گذشتہ'' وغیرہ۔ ایسے عنوانات کے تحت ایسے جملے لکھ جاتے ہیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ چند مثالیں پڑھیے:

''مشہور ہے کہ مرض چاہے کیسا ہی شدید ہو صبح کے وقت اُس میں تھوڑا بہت سکون ضرور ہو جاتا ہے۔ ساری رات چاہے کراہتے اور بے چینی کی کرڑمیں بدلتے گزری ہو مگر نسیم سحر کے جھونکوں میں کچھ ایسی فرحت ہے کہ سخت سے سخت بیمار کی بھی آنکھ لگ جاتی ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ خندہ صبح مشہور ہے۔''

کروٹیں

(جلد اول حصہ دوم، ص ۴۶۹)

''مقناطیس کے کمال میں صرف مقناطیس کو نہیں بلکہ لوہے کو بھی دخل ہے۔ کوئی پتھر کا ٹکڑا اُسکی طرف نہیں دوڑ سکتا۔''

(مضامین شررؔ جلد اول حصہ دوم، ص ۴۵۶)

''عمر آدمی کی ایسی سچی دوست ہے کہ اُس سے بڑھ کر کوئی جان باز ہمدم و ہمراز نہیں مل سکتا۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ چاہو جتنا ظلم کرو وہ تم پر اپنی پیاری جان فدا کر دیتی ہے۔ تمہارے ساتھ ہی وہ دنیا کو چھوڑ دیتی ہے۔''

(مضامین شررؔ جلد اول حصہ اول، ص ۱۸۴)

''افسوس اُن لوگوں پر جو خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور بے وجہ ہر وقت شکایت کرکے دنیا کو بری بری تشبیہیں دیکر بدنام کرتے ہیں۔''

(مضامین شررؔ جلد اول حصہ اول، ص ۲۵۰)

''کسی کو الزام نہ دو۔ کسی کی خطا نہیں ۔نہ بیچاری دنیا ملزم ہے اور نہ پیر فلک گنہگار کہا جاسکتا ہے۔ جو کچھ کیا دھرا ہے تمہارا ہی ہے۔دوسروں کو الزام دینے سے اپنی زبان روکو اور خود اپنی طرف دیکھو کہ جن گناہوں اور لغزشوں سے بچنے کی تم میں پوری قوت تھی اُن میں تم خود مبتلا ہو گئے۔''

(مضامین شرر جلد اول حصہ اول ،ص ۲۵۲)

''سچ یہ ہے کہ اگر غرور و ناز نہیں تو حسن بے مزہ ہے۔ یہ حسن ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو چیز اوروں کے لیے عیب ہے وہ اُسکے حق میں ایک دلفریب زیور کا کام دیتی ہے۔خدا تعالیٰ چونکہ جمیل اور حُسنِ محض ہے لہذا متکبر بھی ہے۔اور اسی سبب سے حسن جو مظہر یزدانی کا سب سے مکمل اور اعلیٰ نمونہ ہے اس میں بھی غرور وہ مزہ دے جاتا ہے۔ کہ ہمیں اپنی تمام بدنصیبیاں گوارا ہیں اور یہ گوارا نہیں کہ حسن ہو اور اسکے ساتھ غرور و ناز نہ ہو۔''

(مضامین شرر جلد اول حصہ دوم ،ص ۴۵۳)

چند سال بعد شرر کا دل ایسے مضامین لکھنے سے بھر گیا۔''دلگداز'' میں لکھنے لگے کہ اب زمانہ خیال کے طوطے مینا اڑانے کو عبث سمجھتا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ ٹھوس مضامین لکھنے کا ارادہ کرتے ہیں ۔ اُن کے پیش نظر قوم کی راہنمائی تھی۔مقصد سامنے تھا لکھتے ہیں:

''اس بات کا کہ جو داستان ہم نے سنائی یہ کبھی نہ بھولیگی اور ہمیشہ دلچسپی کی نگاہ سے دیکھی جائیگی مگر ہماری کہانی میں کوئی ایسی دلچسپی نہیں کہ بعد والے اسے یاد رکھیں ۔زیادہ حسرت نصیبی کی بات ہے تو بس یہی اے قوم کے نوجوانو تمارا کام بس اسی قدر ہے کہ گذشتہ لوگوں کی طرح اپنی دستان کو بھی دلچسپ بناؤ۔خدا تمہیں توفیق دے۔''

(مضامین شرر جلد اول حصہ اول ،ص ۴۲)

جلد دوم (حصہ اول) میں ''تاریخی وجغرافی'' کے نام سے کل ۴۴ مضامین ہیں جو جولائی ۱۸۸۸ء سے لے کر نومبر ۱۹۱۲ء تک چھپے۔ تاریخ شرر کا محبوب موضوع تھا۔دوسری جلد کے مضامین تاریخی ہوں یا جغرافیائی ان میں مسلم ملکوں ،شہروں اور قوموں ،فرقوں ،عمارتوں اور سفر ناموں کا ذکر ہے۔شرر کو قدیم تاریخ سے بھی دلچسپی تھی ،تاریخ پر اُن کی کئی کتب چھپ چکی تھیں۔ اس جلد کے اکثر مضمون ان کے ناولوں کے پلاٹ کے بہت قریب آجاتے ہیں ۔اسپین اور اہل عرب کے متعلق لکھتے ہوئے معلومات کا ڈھیر لگا دیتے ہیں ۔لیکن ''سایدین'' یا ''اہل خطا'' کے عنوان کے تحت وہ ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا'' کا ترجمہ کردیتے ہیں۔ ''جبرالٹر''، ''اٹلی کی سیر'' اور ''سوئٹزر لینڈ'' پر لکھے گئے مضامین میں شرر نے زیادہ توجہ نہیں دی۔ انہوں نے یہاں شہر، باشندوں اور تاریخی عمارات اور یادگاروں کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ صرف معلومات ہی ملتی ہیں ،کوئی ادبی مزاج پیدا نہیں ہوتا۔اس کے مقابلے میں جب عرب کا ذکر آتا ہے تو اُن کا قلم ادب مزاج ہو جاتا ہے۔ ''تاریخ سنین اور نیا سنہ ولادت'' میں اُن کی معلومات پر حیرت ہوتی ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بہت سی ناکامیوں کے بعد معلوم ہوا کہ شمسی سال دراصل ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور

۴۹۔۶۲ پل کا ہوتا ہے۔۔۔۔۔یورپ میں سب سے پہلے جولین پرڈیعنی عہد جولین کا رواج تھا دراصل یہ کوئی سنہ نہ تھا ۔۔۔۔۔یونان کا مشہور سال جس کا حساب وہاں کے تھیٹر اُلپیا کے کھیلوں سے لگایا جاتا تھا اور اُپلیڈ سنہ کہلاتا تھا۔۔۔۔۔اس کے بعد سنہ عیسوی شروع ہوا۔ جناب مسیح کی پیدائش کے چھے سو برس بعد یہ سنہ ایجاد کیا گیا۔ اور چونکہ عین وقت پر نہیں قائم کیا گیا لہذا یہ بڑی بھاری غلطی ہوگئی کہ اس کی پہلی تاریخ اُسوقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ جناب عیسیٰ ۵ سال اور ۷ مہینے کے تھے۔''

(مضامین شرر جلد دوم حصہ اول، ص ۹۶۔۱۰۲)

جلد سوم ''گذشتہ لکھنؤ'' ''فردوس بریں'' کے بعد سب سے زیادہ شہرت حاصل کرنے والی کتاب ہے۔ یہ مضامین ''دلگداز'' میں ''ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ'' کے عنوان سے جنوری ۱۹۱۶ء میں قسط وار چھپنے شروع ہوئے اور پانچ سال میں ۵۴ قسطوں میں دسمبر ۱۹۱۸ء کو مکمل ہوئے اس کے صفحات کی تعداد ۳۹۴ ہے۔ چون (۵۴) مضامین کو جلد دوم کا حصہ سوم بنا دیا گیا ہے۔ شرر دلگداز کے دسمبر ۱۹۱۶ء کے شمارے میں ان مضامین کے اعتراض پر جواب دیتے ہیں:

''آپ اس عنوان سے عاجز آ گئے۔ خدا کے لئے کوئی نئی بات چھیڑیے۔ حالانکہ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ فقط عنوان ہی پرانا ہوتا ہے باتیں ہمیشہ اور ہر نمبر میں نئی ہی ہوا کرتی ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اب یہ لکھنؤ کی قصیدہ خوانی موقوف کیجئے۔ وطن پرستی کی کوئی حد بھی ہے؟ اس میں شک بھی نہیں کہ ہم نے غالباً بہت سے امور میں لکھنؤ کو بیجا فضیلت دے دی ہوگی۔ ممکن ہے کہ بعض شہروں کو کسی فن یا کسی چیز میں زیادہ فوقیت حاصل ہو۔ مگر سچ یہ ہے کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں اسے علم وادراک کی بناء پر لکھتے ہیں......اگر اس میں ہم سے کچھ غلط بیانیاں یا فروگذشتیں ہوگئی ہوں تو اچھا ہو کہ ہمارے صاحب ذوق احباب بعوض اعتراض کے اصلاح فرمائیں۔''

(دلگداز دسمبر ۱۹۱۶ء، ص ۳۷۳)

''گزشتہ لکھنؤ'' اردو ادب میں اہم مقام رکھتی ہے جو لکھنؤ کی نہ صرف تمدن بلکہ ایسی تاریخی دستاویز ہے جس میں انشائیہ، ناول، افسانہ، تاریخ، شخصیات کے اسالیب بھی سموئے ہوئے ہیں۔ شرر سے پہلے نجم الغنی اور ''تاریخ اودھ'' ۱۹۰۹ء لکھ چکے تھے۔ فیض بخش کی فارسی کتاب ''تاریخ فرح بخش'' اور ''شباب لکھنؤ'' مطبع ۱۹۱۲ء بھی شرر کے پیش نظر تھیں۔ ڈاکٹر شریف احمد لکھتے ہیں:

''گزشتہ لکھنؤ'' اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے اور اس کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح ''آب حیات'' کی خامیاں ہی اس کی خوبیاں بن گئی ہیں۔ اس طرح ''گزشتہ لکھنؤ'' کی خامیاں بھی اس کی خصوصیات بن گئی ہیں۔۔۔۔''فسانہ عجائب'' ''فسانہ آزاد'' ''امراؤ جان ادا'' اور ہمارے اپنے زمانے میں قرۃ العین حیدر کے متعدد ناول لکھنؤ کے اس عہد رفتہ ہی میں ہمیں لے جا کر کھڑا کر دیتے ہیں، لیکن تاریخ سچائی سے روشن انشائیہ کی جدت اور قدرت

سے مزین اور نزول اور افسانے کی لذت سے کیف آگیں ایک ہی راستہ ہے، اور وہ ہے شررؔ کا گزشتہ لکھنؤ"۔[۸]

شررؔ نے جب "دلگداز" میں "ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ" کے عنوان سے مضامین لکھنے شروع کیے تو اس سے پہلے نجم الغنی کی "تاریخ اودھ" ۱۹۰۹ء میں چھپ چکی تھی۔ اس کتاب میں لکھنؤ کی معاشرت کو نظر انداز کیا گیا تھا۔ "گذشتہ لکھنؤ" لکھنے کا خیال شاید اسی وجہ سے ان کے ذہن میں آیا ہو۔ "گذشتہ لکھنؤ" میں مصنف نے زیادہ فارسی زبان کی کتاب "تاریخ فرح بخش" از محمد فیض بخش سے حوالے دیئے ہیں۔ کچھ حوالے "شباب لکھنؤ" سے بھی دیئے ہیں۔ مصنف نے اس کی تالیف میں بڑی دل چسپی لی ہے کیوں کہ لکھنوی تہذیب وتمدن کی تاریخ خود ان کی اور ان کے بزرگوں کی جگ بیتی تھی۔ اُن کے نانا پھر والد صاحب اور آخر میں خود بھی اِسی دربار سے وابستہ رہے۔ جب وہی تمدن مغربی تہذیب کے زیرِ سایہ پاش پاش ہو رہا تھا تو اُنھوں نے اشہب قلم کے ذریعے اس مٹتی ہوئی تہذیب کو صفحات قرطاس پر قلمبند کر دیا۔ اس کتاب کو پڑھتے جایئے مختلف نقوش کی قلمی تصاویر آپ کو صفحات پر نظر آنا شروع ہو جائیں گی۔ ابتداء میں لکھنؤ کے نام کی وجہ تسمیہ، اس کی تاریخی اور جغرافیہ سے واقفیت ہوگی۔ اس کے بعد اردو ادب کا ارتقا اور مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ طب اور فنون حرب کی معلومات بھی ملیں گی۔ موسیقی، رقص سرور، خوراک، لباس، اخلاق وعادات، تقریبات شادی و غم بھی ملیں گے۔ اگر اسے لکھنؤ میں اردو ادب کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ آخر میں شمیم انہونوی کے اس اقتباس پر ختم کرتے ہیں جو اُنھوں نے "گذشتہ لکھنؤ" کے دیباچے میں لکھا ہے۔ "عبدالحلیم شررؔ نے بیسوں مضامین اور کتابیں لکھیں لیکن اگر وہ کچھ نہ لکھتے اور صرف پیش نظر کتاب یعنی "گذشتہ لکھنؤ" ہی لکھ جاتے، تب بھی اردو ادب کی تاریخ میں اپنا نام چھوڑ جاتے۔ تاریخی مضامین اور تاریخی ناول لکھنا شررؔ کا محبوب مشغلہ تھا اور اس موضوع پر بلا شبہ انھوں نے کئی ناقابل فراموش یادگاریں چھوڑی ہیں لیکن "گذشتہ لکھنؤ" میں انھوں نے لکھنؤ کے تمدن کی تاریخ جس دلچسپ انداز میں لکھی ہے، اس سے داستان گوئی، ناول نویسی اور تاریخ تینوں کے فرائض ادا ہو جاتے ہیں۔ کسی عہد یا کسی زمانے کے تمدن کی جیتی جاگتی تصویر اس سے بہتر اُردو کیا بہتیری زبانوں میں نہ ملے گی۔ یہ صرف ایک تمدن ہی کا نمونہ نہیں بلکہ تمدن تاریخ نویسی کا بھی شاہکار ہے۔"

جلد چہارم "ختم سال وشروع سال" "دلگداز" کے وہ اداریے ہیں جو ہر سال کے شروع اور آخر میں شائع ہوئے جنوری ۱۸۸۷ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک کے تمام اداریے اس میں یک جا کر دیے گئے ہیں۔ ۴۰ اداریوں میں سے صرف ایک مضمون "تاریخ خلافت" مارچ ۱۹۲۰ء کا ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۱۸۹ ہے۔

جلد پنجم کا عنوان ہے "ادب وتحقیق مسائل"، اس جلد میں پچاس ادبی اور تحقیقی مضامین ہیں، صفحات کی تعداد دو سو اُنہتر (۲۶۹) ہے۔ اس کتاب کا اسلوب گذشتہ مضامین سے بالکل مختلف ہے۔ ان مضامین کو اگر مقالات کہا جائے تو

زیادہ بہتر ہے۔اس جلد کے چند عنوانات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ لکھنے والا ادیب ایک بڑا محقق ہے ''حمام کی تاریخ، ''خط پیکانی''، ''توحید''، ''عربی رسم الخط''، ''مصحف عثمانی''، ''اسلام کا تھیٹر''، ''ختنہ'' وغیرہ۔ڈاکٹر محمد شریف لکھتے ہیں:

''شرر ایک ہمہ جہت ادیب تھے۔ان کے قلم کی جولاں گاہ تخلیق بھی ہے۔اور تنقید وتحقیق بھی نثری ادب کی شاید ہی کوئی شاخ ایسی ہو جسے انہوں نے اظہار خیال کا وسیلہ نہ بنایا ہو۔تاریخ ادب سے دلچسپی انہیں تحقیق کی طرف لے گئی۔وسیع المطالعی، ادبی حسن شناسی اور رچا ہوا مذاق انہیں تنقید کی طرف لے گیا۔اس جلد میں شامل مقالات اس امر کے شاہد ہیں کہ تحقیق اور تنقید سے ان کی راہ ورسم بہت دور کی نہیں ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ سرسید اور شبلی کے مانند تحقیق میں اور حالی کے مانند تنقید میں وہ اپنا کوئی مستقل مقام نہیں بنا سکے۔ان میدانوں میں ان پر سرسید، حالی اور شبلی کا بہت واضح اثر نظر آتا ہے۔کہا جاسکتا ہے کہ ان کے بیشتر نظریات، افکار اور تصورات انہیں تینوں بزرگ معاصرین کی آوازِ بازگشت ہیں۔''9

جلد ششم کا عنوان ''اصلاح قوم وملت'' ہے۔اس میں کل چونتیس (۳۴) مضامین ہیں، صفحات کی تعداد ایک سو چھہتر (۱۷۶) ہے۔اس جلد میں ایسے مسائل پر بحث کی گئی ہے، جس سے ہندوستانی اور بیرونی ممالک کے مسلمان دوچار تھے۔عنوان سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ شرر مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔اس دور میں سرسید احمد خاں مولانا الطاف حسین حالی اور دیگر راہنما مسلمانوں کو بیدار کرنا چاہتے تھے۔یہ تمام مضامین ۱۸۸۷ء سے لے کر ۱۹۱۹ء تک ''دلگداز'' سے شائع ہوئے۔مسلمانوں کی حالت دیکھ کر وہ افسردہ ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کی نظر برطانوی سامراج کی دیوار کو نہیں پہچان سکی۔وہ سمجھتے ہیں کہ برطانوی حکومت سچی جمہوری حکومت ہے، اور لوٹ کھسوٹ اس کی پالیسی نہیں۔شرر لکھتے ہیں:

''شہنشاہ جارج پنجم کا بہ نفس نفیس ہندوستان میں آ کر دربار کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔یہ سکندر کا آنا نہیں ہے جو اولوالعزمی کی ہوس پوری کرنے اور یہاں کی سلطنتوں کو اُلٹنے آیا تھا۔یہ محمود کا آنا نہیں ہے جو فتح مندی کے جلوے دکھانے اور ملک میں ہلچل ڈالنے کے لیے حملے پر حملہ کررہا تھا یہ تیمور وبابر کا آنا نہیں ہے۔جو خون کی ندیاں بہاتے ہوئے دہلی تک پہنچے تھے۔''

(مضامین شرر جلد ششم، ص۹۱)

یہ معذوری صرف شرر کی نہیں بلکہ اُن کے زمانے کے اکثر ادیب اس میں مبتلا تھے۔شرر نے ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں کے اتحاد کے لئے علیحدہ ایک رسالہ ''اتحاد'' بھی جاری کیا۔جلد ششم ہی میں نہیں بلکہ تمام جلدوں میں ایسے متعدد مضامین یا پیراگراف ہیں جہاں وہ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ضرور لکھتے ہیں۔چھوٹے چھوٹے واقعات پر بھی نظر رکھتے ہیں۔شبلی نعمانی اور سرسیّد کے بارے لکھتے ہیں:

''ہم ان لوگوں میں ہیں جن کی رائے ہے کہ بغیر مولانا شبلی کے ندوہ چل ہی نہیں سکتا۔اور چلا بھی تو وہ ندوہ نہ ہوگا جس

کی مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ یا قوم کے حق میں مفید ہو سکے۔"

(مضامین شرر جلد ہشتم، ص ۹۰)

"ہمارے جوان ہمت سرسید کی جانب سے کھٹکا ہوگا کہ شاید اسوقت بھی نہ شریک ہوں مگر ہم ذمہ دار ہیں کہ اُنکو زبردستی شریک کردینگے کیونکہ زیادہ عمر کی چاہے اُنکو اپنے لیے ضرورت نہ ہو مگر ہمکو اُنکی عمر میں ترقی ہونے کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اُنکی عمر میں برکت ہونا اُنکے لیے نہیں بلکہ ہمارے لیے ضروری اور مفید ہے۔"

(مضامین شرر جلد ششم، ص ۲۴۷)

جلد ہفتم کا عنوان ہے "تاریخی واقعات پر خیال آرائی"۔ یہ جلد "مضامین شرر" کی سب سے دلچسپ کتاب ہے۔ تاریخ شرر کا خاص میدان تھا۔ تاریخ نویسی اور تاریخی ناول پر اُنہیں خاص دسترس حاصل تھی۔ اس جلد میں اڑتالیس (۴۸) مضامین شامل ہیں۔ صفحات کی تعداد تین سو سات (۳۰۷) ہے۔ شرر نے اسلامی تاریخ کے ایسے گوشوں اور واقعوں کو لکھا ہے۔ جو نہ کہیں پڑھے ہوں گے اور نہ شاید سنے ہوں گے۔ مثلاً "سکندر کا تابوت"، "پہلی صدی کا مرتد"، "ہارون الرشید کا ایک دلچسپ مناظرہ"، "فقیروں کا بادشاہ"، "علم نجوم کا ایک کرشمہ" وغیرہ۔ یہ جلد اس طرح کے دلچسپ اور حیران کن واقعات پر مشتمل ہے۔

جلد ہشتم "نظم و ڈرامہ" میں تین نظمیں تین منظوم ڈرامے اور بیس مضامین شامل ہیں۔ تین مضامین "بدقسمت زبان اردو"، "چیچک کا ٹیکہ اور لیڈی مانٹیگو" اور "موسیٰ ندی! موسیٰ ندی" پہلی جلدوں میں بھی شامل ہیں۔ پہلی دو نظمیں "شب وصل" اور "شب غم" "دلگداز" کی بجائے "پیام یار" ۱۰! میں شائع ہوئیں۔ نظم "زمانہ اور اسلام" ستمبر ۱۸۸۷ء میں "دلگداز" سے شائع ہوئی۔ اس جلد کا نام تو "نظم و ڈرامہ" ہے لیکن اس میں زیادہ تر مضامین ہی ہیں جو "دلگداز" میں ۱۹۰۱ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک چھپتے رہے جن کے صفحات کی تعداد ۱۷۶ ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ شرر نے شاعری کی ابتدا غزل سے کی ہوگی۔ چند غزلوں پر مختلف رسائل میں تنقید ملتی ہے۔ غزلوں کو معیاری نہ پا کر انہوں نے نظم میں طبع آزمائی کی ہو۔ "مسدس حالی" اُن کی پسندیدہ نظم تھی۔ یہ تینوں نظمیں مسدس ہیت میں ہیں۔ خاص طور پر "زمانہ" اور "اسلام" تو حالی کی بازگشت معلوم ہوتی ہیں۔ آخری بند ملاحظہ فرمائیں:

مسلمانو! افسوس عبرت کی جا ہے زمانہ غم قوم میں مبتلا ہے
تمہیں ڈھونڈ ھتا دربدر وہ پھرا ہے بڑی مشکلوں سے لگایا پتا ہے
بہت رہ چکے رونے والے، اُٹھو اب
زمانہ جو کہتا ہے وہ ہی کرو اب

شرر کی شعری کاوشیں نظر انداز ہوتی رہی ہیں۔ حالانکہ شرر کو اردو میں نظم معرا اور نظم آزاد کے بانیوں اور اپنے دور کے کہنہ مشق شاعروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ حالی اور آزاد کے بعد ادبی تجربات نے اور بھی تیزی اختیار کر لی، چنانچہ ایک وقت وہ بھی آیا جب اسماعیل میرٹھی نے بے قافیہ نظمیں لکھیں اور شرر نے آزاد نظم کا تجربہ کیا جو ہیت کے اعتبار سے اردو میں بالکل نئی چیز تھی۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی لکھتے ہیں:

''اردو شاعری میں ردیف و قافیہ کے خلاف بغاوت کے اولین علم بردار عبدالحلیم شرر تھے۔ انہوں نے فکر و تخیل کو پرواز دے کر اردو شاعری کی معنوی ترقی کو آزادی بخشی اور انگریزی شاعری کی چند اصناف مثلاً بلینک ورس، فری ورس اور اسٹینزا کو رائج کرنے کی کوشش کی۔ خود بھی ان میں طبع آزمائی کی اور دوسروں کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔''[۱۱]

شرر نے گولڈ اسمتھ کے ایک پورے ڈرامے ''اسیر بابل'' کا منظوم ترجمہ کیا، اس ڈرامے کا ترجمہ اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ یہ ڈرامہ ترجمہ محسوس نہیں ہوتا بلکہ شرر کی تخلیق محسوس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر چند مصرعے ملاحظہ فرمائیں:

جو جو لمحہ آتا ہے
عیش نیا اک لاتا ہے
آؤ تم تو دانا ہو
وقت کو مفت نہ جانے دو
کل پھر ہاتھ نہ آئے گا
آج کا لطف جو جائے گا۔
آہ! کہ کل پچھتاوے گے
جیسا کرو گے پاؤ گے

المختصر تمام جلدوں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شرر ایک دلنشین اور جاندار اُسلوب کے مالک تھے۔ چونکہ ان کا دور سرسید اور ان کے رفقاء کا دور تھا، اس لیے شرر کے اُسلوب کی دلنشینی اپنے دور میں کچھ دب کر رہ گئی اور اُن کو صرف ناول نگار ہی سمجھا جاتا رہا۔ شرر پر جو دس مقالات پی ایچ۔ ڈی کے لیے تحریر کیے گئے ہیں،[۱۲] ان میں سے آٹھ کا موضوع ناول ہی ہے جبکہ ایک کا موضوع شاعری اور ایک میں شخصیت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ مضامین شرر کے حواشی و تعلیقات کے ذریعے ''مضامین شرر'' کی طرف اہل تنقید ضرور متوجہ ہوں گے۔ ان مضامین کے علاوہ بھی شرر کے مضمون ''دلگداز'' اور دوسرے رسائل میں موجود ہیں جن کو اکٹھا کر کے شائع کیا جائے تو شرر کی ان تحریروں سے سرسید اور اُن کے رفقاء کے دور پر روشنی بھی پڑے گی اور کئی ادبی گوشے بھی بے نقاب ہوں گے۔

(ب) حواشی اور تعلیقات کی ضرورت واہمیت:

حواشی وتعلیقات کی ضرورت واہمیت بیان کرنے سے پہلے ان کی مختصر وضاحت کر دینا ضروری ہے:

حواشی:

حواشی حاشیہ کی جمع ہے حاشیہ کے معنی ہیں کنارا، جھالر، سنجاف، شرح یا نوٹ جو کسی کتاب کے متن سے باہر ہو۱۳ حاشیہ دراصل اصطلاحاً کسی کتاب کے متن سے ہٹ کر اس کے کسی کونے یا کنارے پر ایک جدا تحریر ہوتی ہے، جس میں متن کے کسی لفظ، شخصیت، ملک یا اقتباس وغیرہ کا حوالہ ہوتا ہے یا اس کی توضیح وتشریح ہوتی ہے اور مفصل معلومات دستیاب ہوتی ہیں۔ ہر محقق اپنی تحریروں میں حواشی سے کام لیتا ہے۔ ایک تو اُس سے خود مصنف کی بعض مشکلات کم ہو جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ حواشی سے کسی تحریر کا پایہء استناد بڑھ جاتا ہے اور قاری کی بہتر تفہیم ہو جانے سے اس کے اطمینان میں اضافہ ہوتا ہے۔

تعلیقات:

تعلیقہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں نام، رسم الخط، لٹکانا اور بڑے آدمیوں کی تحریر، یا متعلق کرنا یا ملتوی کرنا یا معلق کرنا۱۴۔

اصطلاح میں تعلیق اس تحریر کو کہتے ہیں، جو اصل متن سے ہٹ کر ہو، لیکن اس سے متعلق ضرور ہو۔ یعنی متن میں موجود کسی فلسفیانہ اصطلاح کی وضاحت کے لئے محقق یا مترجم اصل متن اور کام سے توجہ ہٹا کر، اصل کام کو ملتوی کر کے کچھ باتیں توضیحاً پیش کرتا ہے، کسی پیچیدگی کو رفع کرتا ہے، اسی مصنف کا کوئی دوسرا حوالہ پیش کرتا ہے یا کوئی تضاد رفع کرتا ہے یا اظہارِ اختلاف کرتا ہے، تنقید کرتا ہے اور اپنے نتائج تحقیق پیش کرتا ہے۔ یہ سب کچھ تعلیق کے ضمن میں آتا ہے۔ کسی مقام، نظریہ، عقیدہ، مسلک یا لفظ کی صراحت وتفصیل کے لئے بھی تعلیق کام دیتی ہے۔ اسے ضمیمہ بھی کہا جا سکتا ہے جو کہ اصل متن ہی کے ضمن میں ہوتا ہے۔ اسی کی وضاحت کرتا ہے اور قاری کی مشکلات حل کرنے میں معاون ومددگار ہوتا ہے۔ ہم اسے محقق کی طرف سے تنقید اور تحقیق بھی قرار دے سکتے ہیں کہ یہ تجزیہ وتبصرہ کی خاطر محقق کی رائے زنی ہوتی ہے۔ انگریزی میں Contents پر محقق کے Comments بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس تنقید کے سلسلہ میں مترجم یا محقق کئی حوالوں اور ماخذوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تعلیقات کو بعض اوقات کسی مواد (Material) کی Validity ثابت کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی محقق کسی موجود مواد پر تعلیقات پیش نہیں کرتا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مواد کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ تعلیقات کی عدم موجودگی کے دو ہی نتائج ہو سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ مواد پہلے ہی

اتنا واضح اور مستند ہے کہ محقق کو کسی اختلاف، تنقید، تبصرہ یا وضاحت کا موقع میسر نہیں آ سکا۔ دوسرا یہ کہ محقق کی اپنی معلومات اور اسکا مطالعہ اتنا کم تر درجے کا ہے کہ وہ تعلیقات پیش نہیں کر سکا۔ تعلیق اپنے اندر تلخیص کا مزاج اور رجحان بھی رکھتی ہے۔ مصنف نے ایک نظریے کی تشریح وتوضیح کے لیے ایک طویل بحث کی ہے۔ اس طویل بحث کا ملخص بھی تعلیق میں پیش کیا جاسکتا ہے کہ بہر حال وہ متن ہی سے متعلق ہے۔ اس سے قاری کے وقت کی بچت ہو جاتی ہے اور وہ تھوڑے وقت میں نفسِ مضمون سے آ گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ بعض خشک قسم کے مباحث کی پیوست سے بچ جاتا ہے۔

تعلیقات کا لفظ پڑھنے اور استعمال میں تو بہت آتا ہے لیکن تحقیق میں اس کی وضاحت اور ضرورت و اہمیت پر بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر مواد ملتا ہے۔ بظاہر حواشی وتعلیقات تقریباً مترادف اور ہم معنی الفاظ معلوم ہوتے ہیں، ان میں کوئی بنیادی فرق دکھائی نہیں دیتا اور اگر کوئی فرق ہے بھی تو وہ اتنا معمولی ہے کہ محسوس نہیں ہوتا۔ اس فرق کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ کوئی محقق اپنی تحقیق کے دوران حواشی کا استعمال کرتا ہے اور یہ حواشی متن کے قریب قریب درج کرتا ہے جیسا کہ فٹ نوٹس (Foot Notes) ہوتے ہیں۔ نیز حواشی میں کتب حوالہ، اقتباسات، مآخذ اور توضیحات وغیرہ شامل ہوتی ہیں لیکن تعلیقات، کسی دوسرے مصنف کے متن یا کسی کتاب کے ترجمہ وتشریح کے دوران استعمال کی جاتی ہیں اور عام طور پر مضمون کے آخر میں درج کی جاتی ہیں۔ تاہم اس فرق کو حتمی فرق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مولانا محمد حنیف ندوی نے علامہ ابوالحسن اشعری کی تالیف ''مقالات الاسلامیّن'' کا ترجمہ لکھا ہے جسے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔ اِس کتاب کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے:

''مقالات الاسلامیّن' ترجمہ: مولانا محمد حنیف ندوی مع مقدمہ، حواشی اور اشاریہ

اصل ترجمہ سے پہلے مولانا کے قلم سے ایک مبسوط عالمانہ مقدمہ ہے، پھر اصل کتاب کا ترجمہ ہے اور آخر میں نمبر وار حواشی دیئے گئے ہیں لیکن حواشی کے لئے مولانا نے تعلیقات کا عنوان لکھا ہے جبکہ سرورق پر اس کے لئے حواشی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک بھی حواشی اور تعلیقات ایک ہی اصل کے دو روپ ہیں۔ ان تعلیقات میں بعض الفاظ کے معانی اور تشریحات دی گئی ہیں اور بعض اصطلاحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

ڈاکٹر ناظر حسین زیدی نے ''مولانا ظفر علی خاں'' کے عنوان سے مولانا مرحوم کے سوانح اور ان کی ادبی وصحافتی خدمات پر قلم اٹھایا ہے۔ کتاب کو مکتبہ اسلوب کراچی نے شائع کیا ہے۔ کتاب کے ہر باب کے آخر میں حواشی میں تعلیقات بھی درج ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے ''زندہ رود'' میں جو حواشی درج کئے ہیں، انہیں حواشی کی بجائے انہوں نے مآخذ کا نام دیا۔ ان میں حوالہ جات بھی ہیں اور تعلیقات بھی۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ''تصانیف اقبال کا تحقیقی اور توضیحی مطالعہ'' میں حواشی کے اندر حوالہ جات اور مآخذ کے علاوہ اپنی تحقیقات بھی پیش کردی ہیں جو کہ بالعموم تعلیقات کی

ذیل میں آتی ہیں۔ ''سرگزشتِ اقبال'' کے مصنف ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے ہر باب کے آخر میں حواشی درج کئے ہیں ۔ان حواشی میں حوالہ جات، مآخذ اور تعلیقات سبھی کچھ ہے ،لیکن ان کے لئے انہوں نے حوالہ جات کا عنوان تجویز کیا ہے۔سیّد عابد علی عابد نے ''تلمیحات اقبال'' میں حوالے اور حواشی دیئے ہیں۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حواشی، کسی بھی تحقیق ،تصنیف یا ترجمہ کی ایک ناگزیر اور لازمی ضرورت ہے۔ان کے بغیر چارہ نہیں ۔البتہ ان حواشی کو معمولی فرق کے ساتھ مآخذ اور تعلیقات کا نام دیا گیا ہے۔اصل چیز حواشی ہی ہیں جن میں مآخذ ،حوالہ جات اور تعلیقات سبھی شامل ہیں ۔دوسرے لفظوں میں حواشی ان سب کا جامع ہے۔حواشی اور تعلیقات سے متعلق اس بحث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ تحقیق کے عمل میں ان کی کس قدر اہمیت ہے؟ قرآن جیسی جامع ،مقدس اور الہامی کتاب کے مفاہیم تک رسائی کے لئے بے شمار علمائے تفاسیر نے اس کے حواشی لکھے۔اسکے علاوہ احادیث رسول کی تفاسیر لکھی گئیں۔ پھر ان تفاسیر پر مزید حواشی اور تعلیقات لکھے گئے۔امام غزالیؒ کے شاگردوں نے ''تعلیقاتِ غزالی'' لکھیں۔استاد لیکچر دیتا تھا اور شاگرد Notes لکھتے جاتے اور نہایت احتیاط سے رکھتے جاتے تھے۔ان یادداشتوں کو تعلیقات کہتے تھے۔یہی نوٹس اور تحریرات ''تعلیقاتِ غزالی'' ۱۵ کے نام سے مشہور ہوئیں۔

مآخذ:

ماخذ قواعد کی رو سے اسم ظرف مکاں ہے یعنی وہ جگہ یا مقام جہاں سے کوئی چیز اخذ کی جائے۔اخذ کے معنی ہیں، لے لینا، پکڑنا، اختیار کرنا ۱۶ ۔مآخذ اس کی جمع ہے تحقیق کی اصطلاح میں مآخذ سے وہ دستاویزات، کتب یا مواد مراد ہے جن سے تحقیق میں استفادہ کیا جاتا ہے۔مآخذ کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ بنیادی مآخذ:

''ان میں مصنف کی اپنی تحریرات ،تصنیفات ،اس کی خود نوشت، خطوط، لیکچرز ،یادداشتیں ،مضامین، سرکاری وثیقے ،بیاضیں ،رجسٹریاں وغیرہ شامل ہیں ۔یعنی وہ دستاویزات جن کا براہِ راست مصنف سے تعلق ہوتا ہے۔'' ۱۷

ب۔ ثانوی مآخذ:

> ''یہ وہ ریکارڈز ہوتے ہیں ،جن کو فرد یا افراد مرتب کرتے ہیں، جو خود تو واقعہ میں شریک نہیں ہوتے یا انھوں نے خود واقعہ کا مشاہدہ نہیں کیا ہوتا،لیکن انہوں نے کسی وجہ یا ذریعہ سے اس کا ریکارڈ تیار کیا ہوتا ہے۔لہٰذا یہ ان افراد کی شہادت ہوتی ہے جو خود چشم دید گواہ نہ تھے۔'' ۱۸

ثانوی مصادر میں تشریحی مضامین، مجالس ادب کی روئیدادیں، اولاد اور متعلقین کی تصریحات، رودادِ اسفار، سوالنامے، ریفرنسز، استقبالئے، کالج رپورٹس، تراجم، انٹرویوز، ملازمین اور اہل خانہ کے تاثرات،شاگردوں کے نوٹس

اور قومی شخصیات کی رہائش گاہیں، جن کو میوزیم کی شکل دے دی گئی ہو، شامل ہیں ۱۹۔ ثانوی مآ خذ کے مقابلے میں بنیادی مآ خذ کی تلاش و تحقیق اور ان سے استفادہ، دستاویزی تحقیق کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ علامہ اقبال پر لکھا گیا تمام لٹریچر اقبالیات پر ثانوی مصادر میں شامل ہے، لیکن ان کی خودنوشت کتب، تقاریر اور خطوط بنیادی مآ خذ میں شامل ہیں۔

قدیم زمانے میں حواشی تحریر کرنے کے لئے صفحے پر کوئی جگہ مخصوص نہیں ہوتی تھی، بلکہ متن کو چھوڑ کر ہر جگہ حاشیہ لکھا جاتا تھا۔ حاشیہ نگار جگہ کا خیال کئے بغیر صفحے پر جہاں جگہ ملتی وہاں حاشیہ لکھ دیتا تھا۔ اس طرح نہ صرف چاروں کناروں پر بلکہ متن کے درمیان اور بین السطور بھی حاشیہ میں شامل کر لیا جاتا تھا جس کی بے شمار مثالیں عربی اور فارسی کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قدیم کتب سے دی جا سکتی ہیں۔ جدید دور میں اس طریقہ کار کی بجائے فٹ نوٹ (Foot Note) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جس کے مطابق حواشی صرف صفحے پر متن کے نیچے درج کئے جاتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر باب کے آخر میں حواشی درج کر دیئے جاتے ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حواشی وتعلیقات الگ رسالے کی صورت میں تحریر کرنے کی بجائے کتاب کے ساتھ ہی شامل کر دیئے جائیں تا کہ قاری متن میں موجود ابہام کو ان کی مدد سے دور کر سکے۔ اس سلسلے میں رشید حسن خاں کی مرتبہ کتب ''باغ و بہار''، ''فسانہ عجائب''، ''گلزارِ نسیم'' اور ''مثنویاتِ شوق'' وغیرہ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ حواشی تعلیقات لکھنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کو ایک الگ کتاب میں درج کیا جائے۔ متن زیادہ ہونے کی صورت میں بغیر متن کے حواشی وتعلیقات لکھے جاتے ہیں۔ عصرِ جدید میں ایم۔ اے۔ ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر ایسے مقالات تحریر کئے جا رہے ہیں جن میں اہم تصانیف کے حواشی و تعلیقات الگ لکھے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ''مضامین شرر'' کے طویل متن کو مقالے میں شامل نہیں کیا گیا، اس کی آٹھ جلدوں میں شخصیات، مقامات، کتب اور واقعات کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اس لیے ان تمام حواشی وتعلیقات کا حوالہ بار بار دہرانے کی بجائے کسی بھی جلد کا حوالہ صرف ایک بار دیا گیا ہے۔ ان حواشی وتعلیقات کو الف بائی ترتیب دے دی گئی ہے، تا کہ قاری آسانی سے مطلوبہ حواشی یا تعلیقات تلاش کر سکے۔ مزید یہ کہ ان حواشی وتعلیقات میں مندرجہ ذیل مقاصد کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

i- متن کے مآخذ تک رسائی۔
ii- تحقیق کے ذریعے متن کی توثیق یا تردید۔
iii- متن کے ناقابلِ فہم اور دقیق مقامات وعبارات کی تشریح وتفہیم۔
iv- مصنف کی اپنی شخصیت اور نقطہ نظر کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت۔
v- مقالہ لکھنے کے بعد آٹھ جلدوں کو حواشی وتعلیقات کے حوالے سے دوبارہ شائع کئے جانے کے قابل بنانا۔

حواشی

۱۔ محمد صادق، ڈاکٹر، ''آب حیات کی حمایت میں''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۳۷ء، ص ۱۴۴

۲۔ سکسینہ، رام بابو، ''تاریخ ادب اردو''، مترجم: مرزا محمد عسکری، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۷ء، ص ۶۳۵

۳۔ شریف احمد، ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر: شخصیت اورفن''، دہلی: گوہر پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص ۷۱۔۷۲

۴۔ فیض، فیض احمد، ''میزان''، لاہور: پیسہ اخبار، طبع اول، ۱۹۶۲ء، ص ۷۲

۵۔ محمد صدیق حسن، مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم، مشمولہ: ''دلگداز''، شمارہ ۲۷، ۱۹۲۷ء، ص ۳۸

۶۔ جعفر رضا، ''ہندوستان ادب کے معمار: عبدالحلیم شرر'' نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۲۔۱۰۳

۷۔ شریف احمد، ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر: شخصیت اورفن''، ص ۲۰۹۔۲۱۰

۸۔ شریف احمد، ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر: شخصیت اورفن''، ص ۲۳۹

۹۔ شریف احمد، ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر: شخصیت اورفن''، ص ۲۳۰

۱۰۔ ہرگانوی، ڈاکٹر مناظر عاشق، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت شاعر''، نئی دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۰

۱۱۔ ہرگانوی، ڈاکٹر مناظر عاشق، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت شاعر''، ص ۶۰

۱۲۔ ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین، ''جامعات میں اُردو تحقیق''، اسلام آباد: ہائر ایجوکیشن کمیشن، ۲۰۰۸ء، ص ۱۶۴
(اس صفحے پر نو پی ایچ۔ ڈی کا ذکر ہے۔ دسویں پی ایچ۔ ڈی زکریا یونیورسٹی ملتان انگلش ڈیپارٹمنٹ سے مس فردوس نے کی۔)

۱۳۔ حقی، شان الحق حقی، مرتبہ: ''فرہنگ تلفظ''، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء، ص ۴۷۰

۱۴۔ خویشگی، محمد عبداللہ، مرتبہ: ''فرہنگ عامرہ''، کراچی، ٹائمز پریس، ۱۹۵۷ء، ص ۱۵۷

۱۵۔ شبلی نعمانی، ''الغزالی''، لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی، س۔ن، ص ۱۰

۱۶۔ سیّد احمد دہلوی' مولوی ''فرہنگ آصفیہ'' (جلد اول)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۴

۱۷۔ رضوی، ڈاکٹر جمیل احمد، ''لائبریری سائنس اور اصول تحقیق''، اسلام آباد: ''مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۴

۱۸۔ حوالہ مذکور، ص ۱۲۵

۱۹۔ نجم الحسن، ڈاکٹر، مجلہ تحقیق، شمارہ اول، جامشورو یونیورسٹی (شعبہ اردو)، ۱۹۸۸ء، ص ۱۶

باب سوم

شخصیات / افراد

آتش: 1A۔۲۲۲

(۱۷۶۴ء۔ ۱۸۴۶ء) خواجہ حیدر علی آتش فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ آتش لڑکپن میں یتیم ہوگئے چنانچہ با قاعدہ تعلیم حاصل نہ کرسکے۔ بانکوں وغیرہ کی صحبت میں رہے اور شوریدہ سر ہوگئے۔ فیض آباد سے لکھنؤ پہنچے اور مصحفی کے شاگرد ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد استادوں میں شمار ہونے لگے۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی۔ ان کی شاعری میں لکھنوی مزاج اور معاشرے کے روشن پہلو ملتے ہیں۔ آتش کی شاعری میں جذبات نگاری، مرصع نگاری، عارفانہ رنگ، واردات عشق، رندانہ مضامین، نشاطیہ لہجہ، مذرت خیال اوراپنی عظمت کا احساس پایا جاتا ہے۔ میؔر اور غالبؔ کے بعد اگر کسی کا اردو شاعری میں مرتبہ ہے تو وہ آتش ہیں۔

(ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ''اُردو ادب کی تاریخ (ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک)''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۵۹۳)

آدمؑ: 1B۔۵۳۰

سب سے پہلے انسان اور بشر تھے۔ آپ کے بعد حضرت حوا پیدا ہوئیں۔ واقعہ ہجرت نبوی ؐ سے ۷ ہزار سال قبل جنت سے دنیا میں بھیجے گئے اور ان دونوں سے اولاد کا سلسلہ جاری ہوکر نسل انسانی کا ظہور ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، بدایوں: مطبوعہ نظامی پریس، ۱۹۲۴ء، ص ۲)

آرزو: ۳۔۷۹

(۱۶۸۷ء۔ ۱۷۵۶ء) سراج الدین علی خاں آرزوؔ ہندوستان میں اسلامی دور کے محقق اور اردو کے مشہور شاعر ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ فارسی شاعر کا رخ تمثیل گوئی سے موڑ کر تازہ گوئی کی طرف کر دیا۔ یہ تحریک اردو شاعری میں ایہام گوئی کی جگہ تازہ گوئی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اُردو میں ان کے دیوان کا سراغ نہیں ملتا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا خیال ہے کہ یہ بنیادی طور پر فارسی کے شاعر تھے۔ اردو میں انھوں نے تقریباً ۲۷ شعر کہے ہیں۔ ۳۷ سال تک دہلی میں تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ اس زمانے میں ان کی شہرت سارے برعظیم میں پھیل گئی۔ عمر کے آخری حصے میں لکھنؤ چلے گئے۔ وہیں وفات پائی۔ وصیت کے مطابق ان کی میت تدفین کے لیے دہلی لائی گئی اور مکان کے قریب دفن ہوئے۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اردو، جلد دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۸۔۱۵۰)

آزاد، محمد حسین: ۵۔۱۷۸

(۱۸۳۲ء۔ ۱۹۱۰ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ان کے والد محمد باقر کو بغاوت کے جرم میں

قتل کر دیا گیا اور آزاد بے سروسامانی کے عالم میں گھر سے نکل کر در در کی ٹھوکریں کھا کر ۱۸۶۴ء میں لاہور پہنچے۔ لاہور سے ان کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ کرنل ہالرائڈ ڈائریکٹر تعلیمات نے آزاد اور حالی کو نئے ادب اور جدید نظم گوئی کی طرف مائل کر کے انجمن پنجاب لاہور کی بنیاد ڈالی۔ آزاد نے دو مرتبہ ایران کا سفر کیا۔ ۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی کے موقع پر ان کو ادبی خدمات کے سلسلہ میں شمس العلما کا خطاب ملا۔ ذہنی پراگندگی کی وجہ سے انھیں گورنمنٹ کالج کی نوکری سے پینشن دے کر فارغ کر دیا گیا۔ ۱۹۱۰ء میں آزاد کا انتقال ہوا۔ ان کی تصانیف کی تعداد کافی ہے۔ جن میں آب حیات، نیرنگ خیال، دربار اکبری، سخندان فارس، قصص ہند اور اردو ریڈریں وغیرہ شامل ہیں۔ مہدی آفادی نے آزاد کی بابت لکھا ہے ''سرسید سے معقولات الگ کر لیجیے تو کچھ نہیں رہتے، نذیر احمد بغیر مذہب کے لقمہ نہیں توڑ سکتے، شبلی سے تاریخ لے لیجیے تو قریب قریب کورے رہ جائیں گے، حالی بھی جہاں تک نثر نگاری کا تعلق ہے سوانح نگاری کے ساتھ چل سکتے ہیں، لیکن آقائے اردو یعنی پروفیسر آزاد ایسے انشاپرداز ہیں جن کو کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں''۔

(پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید، مرتبہ: ''راوی آزاد غیر (منتخب مضامین)'' لاہور: شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۹۔۱۰)

آزر: 2A۔۲۴

نام کی صراحت کے ساتھ اس کا ذکر قرآن مجید میں ایک ہی جگہ سورۃ الانعام کی آیت ۷۴ میں ہے۔ آزر نے ۲۰۵ سال کی عمر پائی۔ بائبل کے مطابق اس کا نام املاء تارح تھا۔ مورخین اور اہل لغت کا قول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام تارخ یا تارح اور لقب آزر تھا جبکہ سرسید احمد خاں تفسیر القرآن اور ابوالکلام آزاد ''ترجمان القرآن'' میں اس کو حضرت ابراہیمؑ کا چچا قرار دیتے ہیں۔ آزر کی بت پرستی کا ذکر قرآن مجید کے علاوہ بائبل میں بھی ہے۔ یہ بت پرست ہونے کے ساتھ ساتھ بت ساز اور بت فروش بھی تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی فہمائش اور تبلیغ کے باوجود یہ آخر تک ایمان نہ لایا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱، لاہور: زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۴ء، ص ۱۱۵۔۱۱۷)

آصف الدولہ: 1B۔۵۶۸

نواب شجاع الدولہ والی اودھ کا خلف اکبر تھا۔ شجاع الدولہ کی وفات پر جنوری ۱۷۷۵ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے دور حکومت میں فیض آباد کی بجائے لکھنؤ دارالسلطنت بنایا۔ آصف الدولہ کی تصنیف میں ایک اردو فارسی کا دیوان موجود ہے۔ سخاوت اس حد کو پہنچی تھی کہ یہ مثل زبان زد عام تھی ''جسے نہ دے مولیٰ اُسے دے آصف الدولہ''۔

(نظامی بدایونی، مرتبہ: ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء، ص ۴)

آصف بن برخیا: 2A۔۶۱

قرآن کی سورہ النمل کی آیات ۴۰ میں جس شخص کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اسے کتاب کا علم دیا گیا ہے۔

مفسرین کا خیال ہے کہ وہ آصف بن برخیا تھا جو حضرت سلیمانؑ کا معتمد خاص، کاتب (وزیر) اور صحابی تھا۔ حضرت سلیمان ؑ کے شرف صحبت سے اسے تورات وزبور اور اسماء وصفات الٰہی کے اسرار وحقائق کا گہرا علم حاصل تھا۔ آصف بن برخیا ہی نے آنکھ جھپکنے سے پہلے ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمانؑ کے دربار میں پیش کر دیا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ا، ص ۱۲۴)

آغا خاں (اول): IB-۲-۶۰

(۱۸۰۰ء۔ ۱۸۸۱ء) حسن علی شاہ نام۔ خاندان فاطمیہ کے خلیفہ جو مصر کے حکمران رہے ہیں ان کے مورثوں میں تھے۔ فتح علی شاہ ایران نے ان کو کرمان کا حاکم مقرر کیا۔ سازشوں کی وجہ سے ہندوستان ہجرت کرنا پڑی۔ سندھ کی لڑائی میں جنرل نپیر کی ماتحتی میں اُنھوں نے برٹش گورنمنٹ کی خدمات انجام دیں۔ برٹش گورنمنٹ نے آغا خاں کا خطاب دیا جو نسلاً بعد نسلٍ ابان جاری رہا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۸)

آغا خاں (سوم): ۷۔۱۶۸

(۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۷ء) سلطان محمد شاہ نام۔ ماں ایرانی شاہ زادی تھی۔ اس وجہ سے ہز ہائی نس خطاب ملا۔ آٹھ برس کی عمر میں فرقہ اسماعیلیہ کے اڑتالیسویں امام بنے۔ ان کے مرید خوجے کہلاتے ہیں۔ نواب محسن الملک کی تحریک پر مسلمانوں کے قومی معاملات میں دلچسپی لینی شروع کی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے بانی ارکان میں شامل ہیں۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۲ء تک مسلم لیگ کے صدر رہے علی گڑھ کالج، اور ندوۃ العلما کی مالی معاونت کی۔ سیاسیات ہند پر اُنھوں نے ایک کتاب لکھی جو ۱۹۱۸ء میں انگلستان سے شائع ہوئی۔ فارسی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے ماہر تھے۔ ان کے مریدین دینا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جینوا میں انتقال کیا اور وصیت کے مطابق اسوان میں دفن ہوئے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، لاہور: فیروز سنز، چوتھا ایڈیشن ۲۰۰۵ء، ص ۴۳۔۴۴)

ابان بن عثمانؓ: ۲۸۶۷

(۷۲۳ء) خلیفہ ثالث کے فرزند۔ والدہ کا نام اُم عمرو بنت جندب تھا۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ہمرکاب تھے، مگر جنگ کا انجام توقع کے خلاف ہوا تو راہ فرار اختیار کرنے والوں میں شامل تھے۔ خلیفہ عبدالملک نے انھیں مدینے کا والی مقرر کیا تھا۔ سات سال بعد انھیں اس عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ ابان کی شہرت حدیث نبوی سے اُن کی حیرت خیز واقفیت کی بنا پر ہے۔ ان کا شمار مدینہ کے دس فقیہوں میں ہوتا ہے۔ مدینہ میں انتقال ہوا۔

(محمد سعید الرحمٰن علوی، مترجم: ''مغازی رسول ؐ اللہ'' لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۰ء، ص ۳۵)

ابراہیمؑ: ۱۸-۴۷۲

آزر کے فرزند۔ مشہور پیغمبر، خلیل اللہ لقب تھا۔ آتش نمرود آپ پر گلزار ہوئی۔ اشارہ ربی پا کر اپنے حقیقی فرزند کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ دنیا بھر کے مسلمان عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانور قربان کر کے سنت ابراہیمی کو تازہ کرتے ہیں۔

(مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۱۱)

ابراہیم بن مہدی: ۷-۲۳۱

ابراہیم بن مہدی مشہور عباسی خلیفہ مامون الرشید کا چچا تھا۔ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا مگر صاحب تدبیر اور منتظم آدمی تھا ایوان خلافت اور محلات کے سارے انتظامات اس کے ہاتھ میں تھے۔ ایک دن مامون کے پاس کئی عالم بیٹھے علمی مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ ابراہیم مہدی اس طرف آ نکلا۔ مامون کے اشارے پر ایک مصاحب نے ابراہیم کو چھیڑنے کے لیے کہا ''کاش تم بھی علم کی لذت سے آشنا ہوتے کیونکہ رتی برابر علم جاہل کے ایک ہزار سال کے جہاد سے افضل ہے'' ابراہیم مہدی نے کہا ''ایسے علم سے کیا فائدہ جو عمل سے نا آشنا ہو، عالمِ بے عمل ایسا ہی ہے جیسے بغیر شہد کے شہد کی مکھی، اور بے عمل عالم کی مثال اس مشعلچی کی ہے جو اپنی مشعل سے دوسروں کو تو راستہ دکھاتا ہے لیکن خود اس روشنی سے فائدہ نہ اُٹھاتا ہو۔

(محمود فاروقی، تقریر مشمولہ: روشنی، کراچی، پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن، ۱۹۸۵ء، ص ۵۰-۵۱)

ابراہیم موصلی: ۷-۲۳۱

ابراہیم موصلی فن موسیقی میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس کا ایک امتیازی کارنامہ یہ تھا کہ سب سے پہلے اس نے باندیوں کو موسیقی کا فن سکھانا شروع کیا تھا۔ نسائی نے اسحاق بن ابراہیم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ پہلے لوگ باندیوں کو موسیقی نہیں سکھاتے تھے بلکہ انھیں سیٹی بجانے اور ناز و غمزہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ابراہیم موصلی کا بیان ہے کہ جب میں موسیقی کی طرز موزوں کرنا چاہتا ہوں تو پہلے سوچتا ہوں اور سراپا نشاط ہو جاتا ہوں، مجھے راگوں کی نئی نئی راہیں سوجھنے لگتی ہیں اور اپنے کمال فن کی مدد سے مناسب راہ اختیار کر لیتا ہوں اور موزوں دھن بنا لیتا ہوں۔

(عبدالحلیم شرر، ''ہندوستان کی موسیقی''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۶ء، ص ۱۰)

ابواسحاق: ۷-۱۹۰

خراسان کے شہر میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابواسحاق پندرہ سولہ سال کی عمر میں شیراز آ گئے۔ مزید تعلیم کے لیے بغداد پہنچے۔ دور دراز کے سفر اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر علوم میں خصوصاً فقہ، اصول فقہ، حدیث، کلام اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔ بغداد نے اس فاضل کے قدم اس مضبوطی سے پکڑے کہ ان کو پھر وطن جا کر قیام کرنے کی نوبت نہ آئی۔ یہیں وفات پائی۔

(عبدالحلیم شرر، ''اسلامی سوانح عمریاں''، لکھنؤ: مکتبہ کلیاں، ۱۹۱۰ء، ص ۳-۲۰)

ابوالحسن: ۵۲۴۸

ابوالحسن نام کے تین بادشاہ تاریخ میں گزرے ہیں۔ مضامین شرؔر میں جس بادشاہ کا ذکر ہے، وہ مصحف عثمانی کے حوالے سے ہے۔ بدوی عربوں اور دیگر افریقی قبائل نے مصحف عثمانی کو چھین لیا۔ تو ۷۳۷ھ میں ابوالحسن نے تلمسان کو فتح کر کے دوبارہ اس مصحف کو اپنے خزانے میں جمع کیا۔

(سید عابد علی عابد، ''تلمیحاتِ اقبال''، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۵ء، ص ۴ {حصہ: بالِ جبریل})

ابلیس (شیطان) ۵۔۹۶

ابلیس شیطان کا وصفی نام ہے، یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والا اور اللہ کے بندوں میں مایوسی پھیلانے والا[1] قرآن حکیم میں اس شرِ مطلق کے لیے ابلیس اور شیطان دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ قرآن پاک میں جن مقامات پر تخلیق آدم کا ذکر آیا ہے، ان میں سورۃ البقرہ، سورۃ الاعراف اور سورۃ ص میں قدرے تفصیل سے آدم و ابلیس کا ذکر ہے۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کے مطابق اسکا نام حارث تھا۔ اسکا نام ابلیس اس لیے رکھا گیا کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔ ابلیس کا اطلاق شیطان پر بھی ہوتا ہے۔ شیطان کا لفظ شطن سے مشتق ہے جس کے معنی خیر وصلاح سے دور ہو جانا کے ہیں۔ بعض محققین لفظ ابلیس اور لفظ شیطان کو عربی الاصل نہیں گردانتے بلکہ ان دونوں کو عجمی قرار دیتے ہیں۔ ابلیس کی شخصیت پر بعض فلسفی صوفیوں اور شاعروں نے کئی پہلوؤں سے لکھا ہے۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کی کتاب کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ شیخ فرید الدین عطار کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''میں نے ابلیس کو ایک ہجوم کے درمیان دیکھا اور اپنی ہمت و کوشش سے قابو کر لیا۔ اس نے کہا، میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا آ اور میرے ساتھ مسئلہ توحید پر بحث کر۔ ابلیس نے مسئلہ توحید کے بارے میں ایسے ایسے نکات بیان کئے کہ اگر عارفان وقت وہاں موجود ہوتے تو انگشت بدنداں رہ جاتے''۔ اسی طرح جنیدؒ نے ابلیس سے پوچھا اے ملعون کس چیز نے تجھے سجدہ آدم سے روکے رکھا؟ ابلیس نے کہا اے جنید! میں خدا کے سوا کسی اور کو کیسے سجدہ کرتا؟ علامہ اقبال نے اپنے شاعرانہ تخیل کی مدد سے ابلیس کی ایک اچھوتی تعبیر کی ہے کہ ابلیس کی تخلیق دراصل انسان کی جبلی اور فطری قوتوں کو بیدار کرنے کے لیے عمل میں لائی گئی ہے۔ اس کی تخلیق کے وقت ہی انسان کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ وہ اس کا کھلا دشمن ہے۔ گویا ابلیس کشمکش و تصادم کی علامت ہے، یہ تصادم ازل سے جاری ہے اور حیاتِ انسانی کا لابدی حصہ ہے[2]۔

[1] (مولانا محمد حنیف ندوی، ''لسان القرآن''، جلد اول، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۳ء، ص ۲۲۰)

[2] (پروفیسر ظہیر احمد صدیقی، ''مجلس مشاورت ابلیس''، لاہور: دانشکدہ دولتی، ۱۹۹۴ء، ص ۲۲)

ابن اثیر: ۵۔۱۴

(۱۱۶۰ء۔۱۲۳۳ء) ابن اثیر کا پورا نام عزالدین ابن الاثیر ہے۔ الجزائر میں پیدا ہوئے۔ موصل اور بغداد میں تعلیم

حاصل کی، شام کی سیاحت کے بعد بقایا زندگی موصل کے مضافات میں گزار دی۔ ان کی چار کتابیں الکامل فی التاریخ، تاریخ دولتہ الاتابکیہ، اسد الغابتہ فی معرفتہ الصحابہ اور اللباب بہت مشہور ہیں۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۶۶)

ابن الفرضی: 2A۔۵۱

(۹۶۲ء۔۱۰۱۳ء) ایک عرب سیرت نگار، قرطبہ میں پیدا ہوا جہاں اس نے فقہ، حدیث، ادب اور تاریخ کی تعلیم حاصل کی۔ ۹۹۲ء میں حج کیا اور اثنائے سفر میں قاہرہ، مکہ اور مدینہ میں بھی درس دیتا رہا۔ اندلس واپس آ کر کچھ عرصہ بلنسیہ (Valencia) کا قاضی مقرر ہوا۔ جب بربروں نے قرطبہ فتح کر کے وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو ابن فرضی بھی اپنے گھر میں قتل کر دیا گیا۔ فقہ، حدیث، ادب اور تاریخ میں اس کی معلومات بڑی وسیع تھیں۔ اس نے اپنی سیاحت کے دوران میں کتابوں کا ایک بیش قیمت ذخیرہ بھی جمع کر لیا تھا۔ اس کی ایک تصنیف باقی رہ گئی ہے، یعنی ''کتاب تاریخ علما الاندلس'' جو ایک مجموعہ ہے اندلس کے عرب علما کی سیر کا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۶۳۲)

ابن العلقمی: ۴۰۔۱۷۴

(۱۱۹۷ء۔۱۲۰۸ء) ابن العلقمی مذہباً شیعہ تھا۔ بنو عباس کا آخری وزیر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہلاکو کو بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت اسی نے دی تھی۔ وہ مغلوں کو بلا تو بیٹھا، لیکن جلد ہی افسوس اور ندامت نے اسے گھیر لیا۔ بغداد پر قبضے کے بعد ہلاکو نے شہر کا انتظام ابن العلقمی کے سپرد کر دیا۔ ابن العلقمی عالم، فاضل، نامور ادیب اور کتابوں کا عاشق تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۶۱۷۔۶۱۸)

ابن بطوطہ: IB۔۴۶۸

(۱۳۰۴ء۔۱۳۷۷ء) سیاح اور مورخ، ابو عبداللہ محمد ابن بطوطہ۔ مراکش کے شہر طنجہ میں پیدا ہوا۔ ادب، تاریخ اور جغرافیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اکیس برس کی عمر میں پہلا حج کیا۔ اس کے بعد شوق سیاحت اسے افریقہ، روس، ترکی، جزائر شرق الہند، چین، ایران، عراق، شام، فلسطین، افغانستان اور ہندوستان لے گیا۔ محمد تغلق کے عہد میں وہ ہندوستان آیا۔ آخر میں فارس کے بادشاہ ابو حنان کے دربار میں آیا اور اس کے کہنے پر اپنے سفرنامے کو کتابی شکل دی۔ اس کتاب کا نام ''عجائب الاسفار فی غرائب الادیار'' ہے۔ یہ کتاب مختلف ممالک کے تاریخی اور جغرافیائی حالات کا مجموعہ ہے۔

(ڈاکٹر عبادت بریلوی، نگران: ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، جلد سوم فارسی ادب، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۶ء، ص ۱۶۔۵۸)

ابن بواب: ۵۔۱۳۰

(۱۰۲۳ء یا ۱۰۳۲ء) ابوالحسن علاء الدین علی بن ہلال کا معروف نام ابن بواب تھا۔ خلیفہ بغداد کے ایک دربان کا بیٹا تھا۔ اسے علم فقہ کی وسیع واقفیت تھی۔ قرآن پاک کے چونسٹھ (۶۴) نسخے ہاتھ سے لکھے۔ ان میں سے ایک نسخہ، جو خط ریحانی میں ہے، قسطنطنیہ کی لالی مسجد میں موجود ہے۔ جسے سلطان سلیم اول نے وہاں وقف کیا تھا۔ اس نے خط ریحانی اور خط محقق ایجاد کیے۔ خطاطی کے ایک دبستان کی بنیاد ڈالی' جو یاقوت المستعصمی کے زمانے تک باقی رہا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ا، ص ۳۳۸)

ابن خلکاں: ۵۔۲۲

(۱۲۱۱ء۔۱۲۸۲ء) شمس الدین ابن خلکان بن یحیٰی بن خالد برمکی اربیلہ میں پیدا ہوا۔ تعلیم حلب، دمشق اور قاہرہ میں پائی۔ محکمہ قضا اور درس و تدریس کے اہم مناسب پر فائز رہا۔

(رئیس احمد جعفری، ''تاریخ دولت فاطمیہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۳)

ابن سینا: ۱۸۔۷۲

(۹۸۰ء۔۱۰۳۷ء) ابوعلی الحسین ابن عبداللہ یورپ میں ابن سینا کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی شہرت کے پیش نظر ایرانیوں، عربوں اور ترکوں نے اپنا ہم قوم ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایرانی نژاد ہے۔ بخارا میں ابتدائی تعلیم کے بعد اُس زمانے کے مشہور عالم ابوعبداللہ ناتلی سے منطق، فلسفہ اور اقلیدس کی تعلیم حاصل کی۔ بخارا کا حکمران نوح بن منصور بیمار تھا۔ ابن سینا کے علاج سے تندرست ہوا جس کی وجہ سے بادشاہ نے اسے اپنے مقربوں میں شامل کرلیا۔ شاہی لائبریری سے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ مطالعے کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام شروع کردیا۔ انہی ایام میں کتب خانے کو آگ لگ گئی اس پر لوگوں نے برملا کہا کہ یہ آگ ابن سینا نے لگائی ہے تاکہ کوئی اور استفادہ نہ کرسکے۔ ابن سینا ایک روز چپکے سے آبائی شہر کو خیر باد کہہ کر خوارزم کی سلطنت میں آ گیا۔ یہاں کے حکمرانوں نے بھی ابن سینا کی بہت آؤ بھگت کی مگر دس سال کے بعد انھیں خوارزم سے بھی بھاگنا پڑا۔ اس کی وجہ محمود غزنوی تھے۔ محمود غزنوی کو جس طرح مال و زر سمیٹنے کا شوق تھا، اسی طرح اُسے دنیا کے یگانہ افراد کو جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ جب محمود غزنوی کو پتہ چلا کہ ابوعباس مامون شاہ خوارزم کے دربار میں بوعلی سینا موجود ہے۔ تو اس نے اُسے فوراً غزنی طلب کیا۔ بوعلی سینا نے غزنی نہ جانے اور خوارزم کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ محمود غزنوی کے خوف سے باقی زندگی مختلف شہروں میں چھپ کر گزاری۔ عمر کے آخری حصے میں شمس الدولہ کے پاس ہمدان چلا آیا۔ ایک روز شمس الدولہ کے درد قولنج ہوا تو ابن سینا نے اس کا علاج کیا۔ جس پر خوش ہوکر اُس کو پہلے مقربوں میں شامل کیا پھر وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز کردیا۔ فوج کے ناراض ہونے پر فرار ہوگیا اور اصفہان کے بادشاہ علاء الدولہ کے

پاس آ کر صرف تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگیا اور یہیں وفات پائی۔

(حمید عسکری، ''نامور مسلم سائنس دان''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۶ء، ص ۳۳۹۔۳۵۲)

ابن عساکر: ۲A۔۳۷۴

(۱۱۰۵ء۔۱۱۷۶ء) مورخ دمشق، علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابوالقاسم، بغداد اور ایران کے بڑے بڑے شہروں میں تعلیم حاصل کی۔ اس نے دمشق کی مشہور شخصیات اور دمشق شہر کی تاریخ اسی جلدوں میں لکھی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۳۱۳)

ابن قتیبہ: ۷۔۶۷

(۸۲۸ء۔۸۸۹ء) ابوعبداللہ محمد بن مسلم المعروف ابن قتیبہ کوفہ میں پیدا ہوا۔ کچھ مدت اقلیم جبل میں دینور کا قاضی رہا اور پھر بغداد میں مدرس بھی رہا۔ اس نے کوشش سے لغوی اور شاعرانہ مواد کو، جسے بالخصوص کوفے کے نحویوں نے جمع کیا تھا، اس کے ساتھ ایسی تاریخی معلومات مہیا کردیں جس سے کاروباری لوگوں اور بالخصوص کتاب کی ضرورت پوری ہو سکے۔ اس نے اپنے زمانے کی مذہبی بحثوں میں بھی حصہ لیا اور فلاسفہ کے شک آمیز رویے کے خلاف قرآن اور حدیث کی حمایت کی۔ تاہم خود اس پر بھی لوگوں کو الحاد کا شک ہوگیا اور اسے الحاد کے خلاف ایک کتاب لکھنا پڑی تاکہ اپنے آپ کو اس فرقے کا پیرو ہونے کے الزام سے بچا سکے۔ کثیر التصنیف مصنف تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۶۳۸۔۶۳۹)

ابن مقلۃ: ۵۔۱۲۷

(۸۸۶ء۔۹۴۰) ابوعلی محمد بن علی بن الحسن ابن مقلۃ، عباسی دور کا ایک وزیر، دو سال کی وزارت کے بعد خلیفہ المقتدر نے اسے معزول کردیا کہ ترک لشکریوں کے سردار مئونس سے اس کے گہرے تعلقات تھے۔ اسے محمد بن یاقوت کی وجہ سے جلاوطنی اختیار کرنا پڑی۔ خلیفہ القاہر نے اسے پھر اپنے عہدے پر بحال کردیا۔ اس خلیفہ نے بھی سازشوں کی وجہ سے اسے پھر معذول کردیا تو اس نے خلیفہ القاہر کی معزول کے لیے ایک تحریک چلائی۔ جب الراضی تخت نشین ہوا تو ابن مقلۃ کو پھر وزارت کا عہدہ مل گیا۔ لیکن اس نے امیر الامراء محمد بن رائق ایسے طاقتور شخص کے خلاف ساز باز شروع کی تو اس نے اسے گرفتار کرلیا اور بڑی بے رحمی سے اس کے اعضاء کاٹ ڈالے۔ ابن مقلۃ کے علم وفضل کی بھی بڑی شہرت تھی۔ اس کا شمار عربی خطاطی کے موجدوں میں ہوتا ہے۔

(اسلم کمال، ''اسلامی خطاطی''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۵ء، ص ۴۰)

ابوالاسودالدوئلی: ۵۔۱۲۶

حضرت علیؓ کا ایک ساتھی۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بصرے گیا۔ وہاں پہلے اپنے قبیلے میں رہا۔ پھر اس نے بنو ہزیل کے درمیان بودو باش اختیار کی۔ کچھ عرصہ بنو قشیر کے ساتھ بھی رہا۔ لیکن اپنے شیعی رجحانات نیز اپنی ضدی طبیعت اور حرص مال کی وجہ سے وہ اپنے ہمسایوں کے لیے بار خاطر بن گیا۔ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں اسے شہرت وامتیاز حاصل رہا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اسے بصرے کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ جب حضرت علیؓ شہید کر دیئے گئے تو اس نے ایک نظم میں بنو امیہ کو اس قتل کا ذمے دار ٹھہرایا۔ اس نے نائب السلطنت زیاد بن ابیہ کی عنایت حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے اور زیاد کے تعلقات حضرت علیؓ کے عہد خلافت ہی سے کشیدہ چلے آ رہے تھے۔ اس کی نظموں کا مجموعہ جو السکری نے مرتب کیا تھا' محفوظ ہے۔ یہ نظمیں زیادہ تر روز مرہ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات کے متعلق ہیں اور ان میں سے بعض بظاہر جعلی ہیں۔ یہی بات اس مشہور عام روایت کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ ابوالاسود نے سب سے پہلے عربی صرف ونحو کے قواعد معین کیے اور قرآن کا اعراب وضع کیے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ا، ص ۷۴۰۔۷۴۱)

ابوالفرج: ۷۔۱۹۰

(۱۲۲۶ء۔ ۱۲۸۶ء) ابوالفرج بعض کتب سوانح میں ابوالفراجیس کے نام سے منسوب ہے۔ اس کے باپ کا نام اعاردن تھا۔ جو ایک عیسائی تھا۔ اس کی پیدائش آرمینیہ میں ہوئی۔ طبابت پیشہ تھا۔ بعد کو مشرقی زبانیں اور علم الٰہیات پڑھا اور بیس برس کی عمر میں گوبا کا پادری بنا۔ آرمینیہ سے حلب میں منتقل ہو گیا۔ اس کی تصنیف تاریخ کی کتاب موسومہ ''مختصر پیدائش'' ہے۔ اس تصنیف کا سب سے عمدہ حصہ وہ ہے جس میں ساسانیوں مغلوں اور چنگیز خاں کی فتوحات کا ذکر ہے۔ ڈاکٹر پوکوک پروفیسر عربی وعبرانی آکسفورڈ کالج نے اس عربی کتاب کو ۱۶۶۳ء میں مع ترجمہ لاطینی شائع کیا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''مشاہیر مشرق''، لاہور: تخلیقات ۱۹۹۹ء، ص ۴۱۔۴۲)

ابوالفضل: ۳۔۹۳

(۱۵۵۱ء۔۱۶۰۲ء) شیخ ابوالفضل، اپنے زمانے کا مشہور عالم، آگرے میں پیدا ہوا۔ اکبر کے دربار میں ابوالفضل کی رسائی اپنے بھائی فیضی کی وساطت سے ہوئی۔ رفتہ رفتہ اسے اس قدر قرب سلطانی نصیب ہوا کہ تمام اہل دربار کی بہ نسبت وہ باشاہ کے بہت قریب ہو گیا اور ترقی کرتے کرتے صدر الصدور کے منصب پر پہنچ گیا۔ اکبر کے نئے مذہب ''دین الٰہی'' کو بھی قبول کیا۔ شہزادہ سلیم نے اسے گوالیار سے تین کوس کے فاصلے پر قبضہ انتری میں اس پر حملہ کر کے قتل کرا دیا۔ ابوالفضل کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے اہم، اکبر نامہ، آئین اکبری، عیار دانش، اور انجیل کا فارسی ترجمہ شامل ہے۔ ابوالفضل فارسی کا ایک

بلند پایہ اور صاحب طرز انشاپرداز تھا۔

(مسرور ہاشمی، مترجم: ''ہندوستانی دور وسطیٰ کے مورخین''، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۸ء، ص ۲۱۲-۲۴۶)

ابوایوب انصاریؓ: 2B-۱۲۹

صحابی رسولؐ، پورا نام خالد بن زید کلیب بخاری، ابو ایوب کینت، آنحضرتؐ یثرب میں داخل ہوئے تو ہر شخص میزبانی کا شرف حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ جس جگہ ناقہ بیٹھے گا، وہیں آپؐ مقیم ہوں گے۔ ناقہ حضرت ایوب انصاریؓ کے دروازے پر بیٹھا۔ ان کا مکان دو منزلہ تھا۔ نبیؐ نے نیچے قیام فرمایا اور چھے ماہ تک یہاں رہے۔ آپؓ اکثر غزوات میں شریک ہوئے۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں قسطنطنیہ کی مہم میں وفات پائی۔ مرتے وقت وصیت فرمائی کہ شہر پناہ کے متصل دفن کیا جائے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۷۴۲-۷۴۴)

ابوبکر صدیقؓ: 2A-۲

(۵۷۱ء-۶۳۴ء) حضورؐ کے جلیل القدر صحابی اور مسلمانوں کے خلیفہ اول۔ بالغوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ قریش کے سب سے بڑے اور متمول تاجر تھے۔ آنحضرتؐ نے جب صحابہؓ کو مدینے کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو حضرت ابوبکرؓ کو روک لیا اور ہجرت میں اپنا رفیق بنایا۔ مواخاۃ میں آپ کے انصاری بھائی حضرت خارجہؓ بن زید تھے جو بعد میں ان کے خسر بھی ہوگئے۔ مدینے میں مسجد نبوی کا قطعہ زمین حضرت ابوبکرؓ نے ہی خرید کر دیا۔ آنحضرتؐ کی آخری بیماری کے دوران میں آپؓ نے مسجد نبوی میں نماز کی امامت کی۔ حضرت عمرؓ اور بعض دیگر صحابہؓ نے انھیں خلیفہ بننے پر آمادہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ زیادہ تر ارتد ادیا ارتدا کی تحریک سے نپٹنے میں گزرا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پندرہ روز علیل رہ کر وفات پائی اور آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

(طالب الہاشمی، ''حضرت ابوبکر صدیقؓ''، لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

ابوتمام: ۵-۱۸۶

(۸۰۴ء-۸۴۶ء) حبیب بن اوس المعروف ابوتمام طائی، عربی شاعر تھا۔ ہمدان میں عبدالوفا بن سلمہ نے اس کا نہایت عزت واحترام کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اپنا کتب خانہ اس کے حوالے کر دیا۔ علمی خزانے کو پا کر سفر کی زحمت کو بھول گیا۔ ابوتمام کے چند ایسے اشعار نقل کیے گئے ہیں جن میں بعض ان واقعات کا علم ہوتا ہے جو مصر میں رونما ہوئے۔ ابوتمام نے خلیفہ المعتصم کے عہد میں شہرت حاصل کی۔ اس نے خلیفہ کے علاوہ کئی اعلیٰ حکام وعمال کے قصائد بھی لکھے۔ اس کی آواز بہت ناخوشگوار تھی اور زبان میں کسی قدر لکنت بھی تھی اس لیے وہ اپنا کلام اپنے راوی صالح سے پڑھوایا کرتا تھا۔ شاعر دعبل، جس

کی زبان درازی سے لوگ ڈرتے تھے، کہا کرتا تھا کہ ابوتمام کے کلام کا ایک تہائی حصہ سرقہ ہے، ایک تہائی خراب اور ایک تہائی اچھا ہے۔ ابوتمام کے متعلق شرر نے لکھا ہے کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ بنی طے میں تین شخص ایسے پیدا ہوئے کہ ساری دنیا میں ان کا جواب نہیں ہے، حاتم طائی سخاوت میں، داود طائی زہد و تقوی میں اور ابوتمام طائی شعر و سخن میں۔''

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۴۰)

ابوداؤد: امام: ۵۔۱۸۶

(۸۱۷ء۔۸۸۸ء) محدث، سلیمان الاشعث الجستانی نام، ابوداود کنیت۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔ بصرے میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ امام احمد بن حنبل کے شاگرد تھے۔ ان کی اہم تالیف کتاب ''السنن'' ہے۔ جو سنن ابو داود کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں انھوں نے معروف احادیث جمع کی ہیں۔ کتاب کا موضوع فقہی مسائل تک محدود ہے البتہ اس میں احادیث کی صحت پرکھنے کے اصولوں سے بھی بحث کی گئی ہے۔ کتاب ''السنن'' صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے۔

(رئیس احمد جعفری، مترجم: ''امام ابوداؤد''، لاہور: المکتبہ السّلفیہ، س۔ن، متعدد صفحات)

ابودلف: ۵۔۱۸۶

مسعد بن مہلہل الخزرجی الینبوعی المعروف ابودلف، عرب شاعر، سیاح اور ماہر معدنیات۔ اس کی ابتدائی زندگی کے بارے بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ نصر بن احمد کے عہد حکومت کے آخر میں بخارا پہنچنے کے اشارے ملتے ہیں، جہاں اُس نے اپنی مشہور کتاب ''یتیمۃ الدھر'' لکھی (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے باب کتب ''یتیمۃ الادھر'')۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۸۰۲۔۸۰۳)

ابوذر غفاری: ۷۔۶۸

آنحضرتؐ کے ایک صحابیؓ۔ ان کا نام بالعموم جندب بن جنادۃ بیان کیا جاتا ہے، لیکن بعض اور ناموں کا ذکر بھی آیا ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا ساتواں نمبر ہے دین اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے گئے۔ غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ غزوہ تبوک کے علاوہ کسی غزوے میں حصہ نہیں لیا۔ تمام عمر دنیاوی تعلقات سے الگ رہے۔ زور و مال کی محبت کو بُرا سمجھتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں الربذۃ (مدینے کے قریب) خلوت نشین ہوگئے اور وہیں وفات پائی۔ ۲۸۱۔ احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بھی اصحابؓ بدر کے برابر، یعنی پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر کیا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۴۵)

ابوسفیان بن حرب: A۲۔۳۲۵

قریش کے ایک کنبے "عبد شمس" کے فرد، جو مکے کے ایک ممتاز تاجر اور سرمایہ دار تھے۔ اسلام لانے سے قبل آنحضرت ؐ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ ۷ھ میں اسلام قبول کیا۔ ازآں بعد ابوسفیان نے غزوہ حنین اور پھر محاصرہ طائف میں شرکت کی، جس میں ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ جنگ یرموک میں اُن کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ ۸۸ سال کی عمر میں ۶۵۳ء میں وفات پائی۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ا، ص ۸۳۶۔۸۲۷)

ابوعبیدۃ: A۲۔۲

عامر بن عبداللہ بن الجراح ایک صحابی اور سپہ سالار اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ صحیح بخاری میں اگرچہ ان کا نام اصحاب بدر میں شامل نہیں لیکن ابن عبدالبران کی بدر و حدیبیۃ میں شرکت ثابت کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فلسطین کے پہلے معرکے میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار بنائے گئے۔ ملک شام کی طرف کی کمان آپ کے سپرد ہوئی۔ جب خلیفہ کو معلوم ہوا کہ ابوعبیدہ آگے نہیں بڑھے تو خلیفہ نے ان کے رحمدل اور رقیق القلب ہونے کا لحاظ کر کے دیگر صحابہ سے مشورہ کر کے شام کی کمان حضرت خالدؓ بن ولید کے ذمے کردی۔ آپ نے یہ حکم کی بلا کسی ناراضگی اور تردد کے تعمیل کی۔ دوبارہ حضرت عمرؓ کے عہد میں آپ کو کمان دی گئی اور فتح فلسطین اور شام کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔ ۱۶۳۹ء میں طاعون کی وبا پھیلی جس میں بہت سے مسلمان راہی ملک بقا ہوئے۔ ان میں حضرت ابوعبیدۃ بھی شامل تھے۔

(محمود احمد غضنفر، "جرنیل صحابہؓ" لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۶ء، ص ۷۷۔۹۳)

ابومسلم: IB۔۵۶۲

خراسان میں عباسیوں کی انقلابی تحریک کا رہنما، جس کے ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں۔ ایرانی النسل غلام تھا اور کوفے میں بنوعجل کے یہاں ملازم تھا۔ یہاں اس نے فرقہ شیعہ سے تعلقات پیدا کر لیے۔ بنوامیہ کے خلیفہ ولید دوم کے بعد سلطنت میں عام بغاوتیں پھیل گئی تھیں۔ ابومسلم نے اہل بیت اور بنی ہاشم کے حقوق کا اعلان شروع کیا۔ ابومسلم نے فوج جمع کر کے بنی امیہ کی بیخ کنی شروع کردی اور مروان ثانی کو محصور کر لیا اور بنی امیہ کا تخت اُلٹ دیا۔ ابوالعباس عبداللہ خلیفہ بنائے گئے۔ بنوعباس کا اصل بانی ابومسلم کو سمجھنا چاہیے۔ خلیفہ منصور کے وقت میں ان کی عزت ووقعت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ خلیفہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ابومسلم خود خلیفہ نہ بن بیٹھے۔ اس لیے ۷۵۵ء میں منصور نے اپنے دربار میں بلا کر قتل کرا دیا۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد اول، ص ۵۶)

ابونواس: ۵۔۲۲۸

(۷۴۷ء یا ۷۶۲ء۔ ۸۱۳ یا ۸۱۵ء) الحسن بن ہانی الحکمی المعروف ابونواس عباسی دور کا مشہور عربی شاعر، الاہواز میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ آخری اموی خلیفہ مروان ثانی کی فوج مین ملازم تھا۔ تحصیل علم کی تکمیل کے بعد ابوانواس بغداد پہنچا اور برامکہ نے اس کی قدر کی۔ الامین کے زمانے میں بادشاہ کے مقربوں میں شامل ہوگیا۔ عرب نقادان سخن ابونواس کو جدید دبستان شعر کا نمائندہ خیال کرتے تھے۔ ابونواس کے بہترین اشعار وہ ہیں جو اس نے شراب اور امرد پرستی کے موضوع پر لکھے ہیں۔ دنیائے عرب کے تخیل میں ابونواس کی شخصیت ہارون الرشید سے گہرے روابط کے ساتھ وابستہ ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۹۱۹۔۹۲۱)

احمد بن حنبلؒ: ۶۔۴۷

(۷۸۰ء۔ ۸۵۵ء) اہل سنت والجماعت کے چار معروف مکاتب فقہ میں سے ایک کے بانی۔ یہ مکتب فقہ حنبل مذہب کے نام سے مشہور ہے۔ جمع حدیث کے لیے شام، یمن اور حجاز کا سفر کیا اور بے شمار حدیثیں اہل علم سے تحقیق کر کے جمع کیں۔ بغداد میں خلیفہ مامون کے عہد میں معتزلہ کو عروج حاصل ہوا اور خلق قرآن کی بحث چھڑی تو امام نے معتزلہ کے خیالات کی پرزور مخالفت کی، جس کی بنا پر آپ کو قید کر دیا گیا۔ متوکل کے زمانے میں رہا کر دیئے گئے۔ خلیفہ متوکل خلق قرآن کے عقیدے کا مخالف تھا۔ حدیث میں آپ کی کتاب ''مسند'' نہایت مقبول اور جامع ہے۔ حنبلی مذہب خاص بغداد اور اس کے گردونواح میں خاص شہرت رکھتا ہے۔

(محمد ابوزہرہ، ''حیات امام احمد بن حنبل''، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، لاہور: المکتبہ السلفیہ، س۔ن، متعدد صفحات)

احمد بن طولون: 2B۔۱۰۹

مصر کے خاندان طولونیا کا بانی جو ایک ترک غلام تھا۔ اُس کو خلیفہ بغداد المعتمد نے مصر اور شام کی سلطنت کا حاکم مقرر کیا۔ بعد میں خود بادشاہ بن بیٹھا اور خود مختاری حاصل کی۔ خلیفہ نے اُس کو تخت سے اُتارنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس نے دمشق وغیرہ کو تاخت وتاراج کیا۔ قاہرہ میں اُس کی بنائی ہوئی مسجد اب بھی موجود ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۶۳)

احمد خاں بنگش: ۳۔۳

نواب فرخ آباد محمد خاں بنگش کا دوسرا بیٹا، جب وزیر صفدر جنگ نے احمد خاں کے بھائی قائم خاں کے مرنے پر اس کی ریاست پر ناجائز قبضہ کرلیا تو احمد خاں نے افغانوں کی مدد سے اسے شکست دے کر اپنے خاندانی ملک پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد احمد خاں نے اپنے ملک پر ۲۲ سال تک حکومت کی اور نومبر ۱۷۷۱ء میں وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''مشاہیر مشرق''، ص ۴۷)

احمد شاہ: ۳۔۷۹

ہندوستان کے کئی بادشاہوں کا نام، جن میں سے مشہورترین حسب ذیل ہیں:

(۱) احمد شاہ بہادر مغل شہنشاہ دہلی کا بیٹا اور حکمران مغلیہ خاندان۔

(۲) احمد شاہ اول وثانی وثالث: بہمنی خاندان کے حکمران تھے۔

(۳) احمد شاہ بن محمد شاہ شمس الدین: حاکم بنگالہ۔

(۴) احمد شاہ اول وثانی: شاہان گجرات۔

(۵) احمد شاہ: نظام شاہی خاندان کا بانی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲، ۱۳۰۔۱۳۱)

ادریسؑ: ۷۔۸۰

قرآن مجید کی دوسورتوں (سورۃ مریم، سورۃ الانبیا) میں آپ کا ذکر آیا ہے۔ بائبل کے مطابق آپ کا نام حنوک تھا اور آپ یارو کے بیٹے تھے۔ آپ نے ۳۶۵ برس کی عمر پائی اور پھر جسد خاکی آسمان پر اٹھالیا گیا۔ آپ کی شخصیت، زمانے اور وطن کے بارے میں اختلاف ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ آپ آدمؑ اور نوحؑ کے درمیانی زمانے میں پیدا ہوئے اور بابل آپ کا وطن تھا۔ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے نزدیک الیاسؑ اور ادریسؑ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۱۰۶)

اردشیر بابکان: ۶۔۵۹

خاندان ساسانی کا پہلا بادشاہ۔ اس کا باپ بابک جو ایک سرکاری ملازم تھا، فارس کے صوبے دار کو جسے بادشاہ نے مقرر کیا تھا قتل کر کے صوبے دار بن بیٹھا۔ اس نے اپنے بیٹے اردشیر کو صوبے دار بنا دیا۔ اردشیر کو حکمران فارس سے لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ ہرمز کے مقام پر فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں وہ قتل ہوا۔ اس کے قتل سے ایران میں ساسانیوں کی جدید سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اردشیر اس خاندان کا پہلا بادشاہ بنا۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے شاہ پور اول کو حکومت سپرد کر دی۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ یزدجرد سوم ہوا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اس کے عہد کا خاتمہ ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۴۷)

ارسطو (Aristrtle): ۱A۔۳۷۹

(۳۸۴ ق م۔۳۲۲ ق م) یونانی فلسفی، جس کی تصنیفات کا مطالعہ یونانی فلسفے کے دبستانوں میں پہلی صدی قبل مسیح سے مستقل طور پر مروج ہوگیا۔ ارسطو یونان کی ایک ریاست مقدونیہ کے شہر ستاجیرا میں پیدا ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں افلاطون

کی شاگردی اختیار کی اور تقریباً بیس سال تک اس کی اکادمی کا رکن رہا۔ کچھ عرصہ سکندر اعظم کا اتالیق بھی رہا۔ چالسیہ میں وفات پائی۔

(N. Jayapalan, "Comprehensive Study of Aristotle", New Delhi:, Atlantic Publishers and Distributers, 2002, pg. Different)

ارمیا (نبی) ۲۸۷۔۲A

ایک اسرائیلی پیغمبر جن کے بارے میں دو باتیں مشہور ہیں۔ ایک دیوار گریہ کے حوالہ سے آپ بیت المقدس کی دیوار پر بیٹھ کر بنی اسرائیل کے لئے بد دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے شہر کا ایک حصہ تباہ کر دیا۔ بعد میں انہیں اپنی بد دعا کا افسوس ہوا۔ حضرت ارمیا پر یاس کی کیفیت طاری ہوئی۔ اسرائیلی آج بھی اس دیوار کے ساتھ بیٹھ کر گریہ کر کے ان کی سنت کو یاد کرتے ہیں۔ دوسرا واقعہ قرآن پاک میں ہے۔ لیکن قرآن پاک میں آپ کا نام نہیں لیا گیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے۔ آپ ایلیا کے کھنڈروں پر پہنچے تو آپ نے ان کھنڈروں کو دیکھ کر سوچا خدا کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے گدھے کی جان لے لی۔ سو برس گزر جانے کے بعد اللہ نے آپ کو بیدار کیا اور فرمایا تم ''تم کتنی دیر سوتے رہے'' انہوں نے عرض کیا ''ایک دن'' تب خدا نے آپ کو تمام احوال سے مطلع فرمایا اور آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے گدھے کو زندگی بخشی۔ اسی عرصے میں اس عرق انگور اور انجیروں کی تازگی برقرار رہی جو ان کے ہاتھ میں تھے۔ یہ قصہ قرآن پاک کی سورۃ البقرہ میں ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲، ص ۴۲۰۔۴۲)

اسحاق موصلی: ۵۔۱۵۷

مشہور عربی مصنف شہر موصل میں پیدا ہوا۔ کتاب الغنی میں مذکور ہے کہ جب کبھی وہ سفر کو جایا کرتا تھا، اپنے ساتھ کتابوں سے بھرے ہوئے اٹھارہ صندوق لے جایا کرتا تھا۔ اس پر یہ کہتا تھا کہ اگر میں اپنے بوجھ کو ہلکا کرنے کا خواہش مند نہ ہوتا تو ان سے دو چند لایا کرتا۔

(''مشاہیر مشرق''، ص ۸۲)

اسرافیل: ۱۸A۔۴۷۳

اسلام کے چار رئیس الملائکہ میں سے ایک، البتہ قرآن مجید میں اسرافیل کا ذکر موجود نہیں، دیگر تینوں کا ذکر ہے۔ اسرافیل بالخصوص روز قیامت کے فرشتے کی حیثیت میں جانا جاتا ہے جو مردوں کو جگانے کے لیے صور پھونکے گا۔ روایت کے مطابق وہ نہایت دراز قد ہے، اس کے پاؤں دنیا کے کناروں پر اور سر خدا کے تخت کے ستونوں تک پہنچا ہوا ہے۔

(یاسر جواد، مرتبہ: ''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۵)

اسفندیار:۱۸۔۶۷

ترکمانی خاندان کا نام جس نے ایشیائے کوچک کے شمال مغرب میں ساتویں صدی ہجری کے اختتام پر قونیہ کی سلجوقی سلطنت کے زوال کے بعد خودمختار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس خاندان کا بانی بظاہر شمس الدین ابن یمن جاندار تھا جس کو اغلانی کا ضلع جاگیر کے طور پر ملا تھا لیکن بعد میں خودمختار بن بیٹھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲، ص۶۴۴۔۶۴۶)

اسما بنت عمیس:۹۔۲۷۹

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی یہ چار بہنیں تھیں۔ دوسری بہن حضورؐ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیسری بہن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ام الفضل اور چوتھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سلمیٰ تھی۔ اسما بنت عمیس کی پہلی شادی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ جن سے عبداللہ بن طیار پیدا ہوئے۔ جعفر طیار کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان کے نطفے سے حضرت محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ بنیں اور علی مرتضیٰ کے فرزند محمد اصغر اور یحیٰی ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(طالب ہاشمی، ''تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین''، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۰۷ء، ص۴۹)

اسماعیل شہید، شاہ:۳۔۹۳

(۱۷۷۹ء۔۱۸۳۱ء) شاہ ولی اللہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالغنی کے صاحبزادے۔ آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز کے سائے میں ہوئی۔ آپ نے سیف وقلم دونوں سے اسلام کی خدمت کی۔ سید احمد شہید بریلوی نے سکھوں کے خلاف جو جہاد کیا تھا، شاہ اسماعیل اس میں ان کے ساتھ تھے۔ بالاکوٹ کے مقام پر بڑی جرأت و مردانگی کے ساتھ سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور بالاکوٹ میں دفن ہوئے۔ جب تک دہلی میں رہے، ہر جمعے کو جامع مسجد کی سیڑھیوں میں کھڑے ہوکر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی مشہور کتاب ''تقویۃ الایمان'' ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ اصول فقہ، منصب ایمان، صراط المستقیم، طبقات وغیرہ ان کی کتابیں ہیں۔

(عبداللہ بٹ، ''شاہ اسمٰعیل شہید'' لاہور: قومی کتب خانہ، ۱۹۵۵ء، متعدد صفحات)

اسیر:۵۔۲۶۷

(۱۸۰۰ء۔۸۲۔یا ۱۸۸ء) سید مظفر علی خان نام، اسیر تخلص تھا۔ قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ واجد علی شاہ کے اردو شاعری میں استاد تھے۔ اردو کے پُرگو شاعر مصحفی کے شاگرد تھے۔ آخر حصہ عمر کا نواب یوسف علی خاں والئی رام پور

کے دربار میں بسر ہوا۔ چھے دیوان اردو، ایک دیوان فارسی مثنوی ''درۃ التاج'' اور ایک رسالہ عروض یادگار چھوڑا۔

(ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''لکھنؤ کا دبستان شاعری'' جلد دوم، کراچی: گیلانی پرنٹرز، ۲۰۰۲ء، ص ۲۲۹۔۲۳۱)

اشرف علی تھانوی: ۱۲۳۔2B

اشرف علی تھانوی بمقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (ہندوستان) میں ۱۸۶۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر کانپور میں بطور معلم اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ان کے اشغال تعلیم وتدریس، وعظ، خطابت اور تصنیف وتالیف تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے وقتاً فوقتاً سفر بھی کئے۔ ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ ''بہشتی زیور'' سب سے مشہور کتاب ہے۔ یہ کتاب دس حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ پاکستان اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے۔

(سید حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، ''چالیس بڑے مسلمان''، جلد اول، کراچی: ادارۃ القرآن، س۔ن، ص ۷۰۔۸۸)

افلاطون (Plato): ۱۹۱۔1B

(۴۲۷ ق۔م۔۳۴۴ ق م) قدیم یونان کا عظیم فلسفی۔ اصل نام ارستوقلیس۔ ایتھنز کے ایک رئیس گھرانے میں پیدا ہوا۔ بیس سال کی عمر سے پہلے چند ڈرامائی اور حزنیہ نظمیں لکھیں۔ سقراط کا شاگرد تھا۔ سقراط کی وفات کے بعد میگارا چلا گیا۔ جہاں اپنے دوست اقلیدس کے ساتھ ریاضیاتی فلسفہ پڑھا۔ بعد ازاں مصر، افریقہ، اٹلی اور سسلی کا سفر کیا۔ سسلی کے حکمران دائنوشس نے خفا ہو کر ملک بدر کر دیا۔ ایتھنز واپس آ کر اپنی مشہور عالم اکیڈمی قائم کی اور مرنے کے بعد اسی کے قریب دفن کیا گیا۔ اسی اکیڈمی سے ارسطو جیسے نامور آدمی پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے افلاطون ہی نے اپنی تصنیف۔ ''جمہوریت'' میں ایک مثالی ریاست کا خاکہ پیش کیا۔ اس نے اپنی تصنیفات، مکالمات کی مشکل میں پیش کیں اور سقراط کی زبان سے اپنے خیالات بیان کیے۔

(N. Jayapalan, "Comprehensive Study of Plato", New Delhi:, Atlantic Publishers and Distributers, 2002, pg. Different)

اکبر اعظم: ۳۔۸۹

(۱۵۴۲ء۔۱۶۰۵ء) سلطنت مغلیہ کے تیسرے فرماں روا، ہمایوں کا بیٹا، ہمایوں نے اپنی جلاوطنی کے زمانے میں ایک ایرانی عورت حمیدہ بانو سے شادی کی تھی۔ اکبر اسی کے بطن سے ۱۵۴۲ء میں امرکوٹ کے مقام پر پیدا ہوا۔ ہمایوں کی وفات (۱۵۵۶ء) کے وقت اکبر کی عمر تقریباً چودہ سال کی تھی۔ باپ کی موت کی خبر اسے کلانور ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں ملی۔ بیرم خان نے وہیں اینٹوں کا ایک چبوترا بنو کر اکبر رسم تخت نشینی ادا کی اور خود اِس کا سرپرست بنا۔ ۱۵۵۶ء میں دہلی آگرہ، پنجاب، گوالیار، اجمیر اور پھر جون پور بیرم خان نے فتح کیے۔ اور اکبر کی سلطنت بنگال سے افغانستان تک اور کشمیر دکن

تک دریائے گوداوری تک پھیل گئی۔ اکبر نے نہایت اعلیٰ دماغ پایا تھا۔ ابوالفضل اور فیضی جیسے عالموں کی صحبت نے اس کی ذہنی صلاحیتوں کو مزید جلا بخشی، اس نے اس حقیقت کا ادراک کرلیا تھا کہ ایک اقلیت کسی اکثریت پر اسی کی مرضی کے بغیر زیادہ عرصے تک حکومت نہیں کرسکتی۔ اس نے ہندوؤں کی تالیفِ قلوب کی خاطر انہیں زیادہ سے زیادہ مراعات دیں اور ان کے ساتھ ازدواجی رشتے قائم کیے۔ نیز دین الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب جاری کیا، جو ایک انتہا پسندانہ اقدام تھا۔ اکبر خود ان پڑھ تھا لیکن اس نے اپنے دربار میں ایسے لوگ جمع کرلیے تھے، جو علم وفن میں نابغہ روزگار تھے، انہیں کی بدولت اُس نے پچاس سال بڑی شان سے حکومت کی اور مرنے کے بعد اپنے جانشینوں کے لیے ایک عظیم ومستحکم سلطنت چھوڑ گیا۔ علماء کی اکثریت نے اکبر کو ملحد اور بے دین گردانا ہے۔

(محمد حسین آزاد، ''دربار اکبری'' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات)

البیرونی: IB_۱۹۶

(۹۷۳ء۔۱۰۴۸ء) ماہر طبیعیات وفلکیات، محقق ومورخ ابوریحان محمد بن احمد البیرونی۔ شہر خوارزم (ازبکستان) کے محلے بیرون میں پیدا ہوا۔ اسی نسبت سے البیرونی کہلایا۔ جریان کے فرماں روا قابوس، شاہ خوارزم علی بن مامون اور محمود غزنوی کے درباروں سے وابستہ رہا۔ ۱۰۱۷ء میں غزنی آیا اور یہاں ایک رصد گاہ قائم کی۔ دوسال بعد، جب ہندوستان پر غزنوی اقتدار قائم ہوگیا، تو اجمیر آ کر ہندو پنڈتوں سے سنسکرت سیکھی اور ہندوستان کے مذہبی اور سماجی حالات پر وہ لافانی کتاب لکھی جس کا نام ''کتاب الہند'' ہے نیز ''بھگوت گیتا'' کا عربی ترجمہ کیا۔ اجمیر کے علاوہ لاہور: جہلم، سیالکوٹ، ملتان اور پشاور میں بھی کچھ عرصہ قیام کیا اور ان مقامات کا صحیح طول بلد اور عرض بلد دریافت کیا۔ البیرونی نے دوپہر کے وقت آفتاب کے زاویہ کا مطالعہ کر کے غزنی سے خانہ کعبہ کی صحیح سمت معلوم کی تھی۔ البیرونی کی تصانیف بے شمار ہیں ان میں سے ''کتاب الہند'' کا دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ وہ عربی، فارسی کے علاوہ بھی جانتا تھا۔

(ابوالکلام آزاد، ''البیرونی اور جغرافیہ عالم''، کراچی: ادارہ تصنیف وتحقیق، ۱۹۸۰ء، متعدد صفحات)

الزبتھ (Elizabeth-I): ۵_۱۶۴

(۱۵۳۳ء۔۱۶۰۳ء) انگلستان کی ملکہ جو ہنری ہشتم کی بیٹی اور اکبر اعظم اور عباس اعظم کی ہم عصر تھی، ملکہ این بولین کے بطن سے پیدا ہوئی اس کا عہد برطانیہ میں نشاۃ ثانیہ کا عہد ہے۔ برطانیہ کو اس کی فراست وتدبر سے بڑا عروج ہوا۔ ادب اور فنون کو ترقی ہوئی جس کا نقطہ عروج شکسپیر کی ذات ہے۔ اس کے عہد میں ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک میں تجارتی کمپنیاں قائم کی گئیں۔ ان وجوہ کی بان پر اس کے عہد کو عہد زریں کہا جاتا ہے۔

(David Loades, "Elizabeth-I", London: Hamblidon Continuum, 2003, pg. Different)

الگوڈرروب: ۱۰۹۔۶

برطانوی متشرق جو قیام حیدر آباد کے دوران مسلمان ہوا۔ ایک لا مذہب شخص نے ان سے کہا " آپ مسلمان تو ہوئے ہیں، لیکن اگر یہاں کے مسلمانوں کی حالت دیکھیں گے تو آپ دین اسلام کو بُرا کہنے لگیں گے" الگوڈروب نے جواب دیا "میں مسلمانوں کو دیکھ کر مسلمان نہیں ہوا۔ بلکہ میں اسلام کو دیکھ کر مسلمان ہوا ہوں۔

(عبدالحلیم شرر، اسلام یورپ اور امریکہ میں، دلگداز، اورنگ آباد، جلد ۵، شمارہ ۲، ص ۳)

المامون الرشید: A ۲۔ ۲۷۲

(۷۸۶ء۔ ۸۳۳ء) ساتواں عباسی خلیفہ جو اسلام میں فرقہ پرستی اور عوام میں ایک منطقی (اہل قرآن) اسلامی عقیدہ نافذ کرنے کی کوششوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ وہ خلیفہ ہارون الرشید کی ایرانی داشتہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اپنے بڑے بھائی امین الرشید کو قتل کر کے خلیفہ بن گیا۔ عباسی سلطنت کا خلیفہ بننے پر المامون نے مرو میں ہی رہائش رکھی۔ یہیں المامون نے اسلامی دنیا کو شیعہ اور سنی دھڑوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے خاندان کے کسی فرد کی بجائے علی الرضا کو جانشین نامزد کیا جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے تھے۔ المامون نے فرقہ معتزلہ کے بعض عقائد اختیار کر لیے۔ احمدؒ بن حنبل نے قرآن کو مخلوق ماننے سے انکار کر دیا۔ المامون مسلم امت کو تقسیم کرنے والے اختلاف کو دور کرنے میں کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۸، ص ۲۳۲۔۲۳۴)

المتوکل علی اللہ: B۲۔ ۱۱۰

(۸۲۲ء۔ ۸۶۱ء) بنو عباس کے مشہور خلیفہ المعتصم اور خوارزم کی ایک کنیز شجاع کا بیٹا تھا۔ المعتصم اور المتوکل کے زمانے میں دارالخلافت سامرہ تھا جسے باپ اور بیٹے نے تعمیر کیا۔ اب اس شہر کے کھنڈر ہی باقی رہ گئے ہیں۔ المتوکل ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اس نے خلق قرآن اور رویت باری کی بحثوں کو روک دیا۔ اس نے قاضی القضاۃ احمد بن ابی داؤد جو خلق قرآن کا سب سے بڑا داعی اور مبلغ تھا، کو اور اس کے بیٹوں کو ملازمت سے برطرف کر کے یہ عہدہ سنی یحییٰ بن اکثم کو عطا کیا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ سنت نبویؐ کا احیاء ہے۔ اسے امام شافعیؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ المتوکل پہلا خلیفہ ہے جس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔ المتوکل کا زمانہ دور عباسیہ کا عہد زریں تھا۔ ترک امراء سے مخاصمت اور ولی عہدی کے نزاع نے اس کے آخری عہد کو تاریک کر دیا۔ دارالحکومت میں خلیفہ کی ہستی ایک قیدی سے بڑھ کر نہ رہی۔ دسمبر ۸۶۱ء میں خلیفہ المتوکل کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا۔ یہیں سے عباسی دور کے انحطاط کا آغاز ہوتا ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۸، ص ۵۱۸۔۵۲۰)

الیاس علیہ السلام: ۲A۔۱۸۵

پیغمبر۔ قرآن مجید کی دو سورتوں میں آپؑ کا ذکر کیا گیا ہے سورۃ انعام آیت ۸۵ میں حضرت زکریاؑ اور عیسیٰؑ کے ساتھ آپ کا نام آیا ہے اور قرآن نے تینوں کو صالح کہا ہے۔ سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱۲۳ میں آپ کو رسولوں میں شمار کیا گیا ہے، پھر آیت ۱۲۴ سے ۱۲۹ تک آپؑ کا مختصر قصہ ہے کہ آپؑ کی قوم بعل نامی بت کو پوجتی تھی۔ آپؑ نے انھیں کو خدائے واحد کی پرستش کے لیے کہا آپؑ ہی کی صفات سے متصف ایک پیغمبر کا نام بائبل میں ایلیاہ ہے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ بائبل کے ایلیاہ دراصل قرآن کے الیاس ہی ہیں۔ ثعلبی اور طبری وغیرہ نے آپؑ کے تفصیلی حالات لکھے ہیں جو زیادہ تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں بعض علماء کے نزدیک الیاسؑ، ادریسؑ اور خضرؑ ایک ہی شخصیت کے تین نام ہیں۔ عام روایات کے مطابق آپ اسرائیلی نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے۔ عام خیال یہی ہے کہ آپؑ ملک شام کے باشندوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ آپؑ خشکی پر لوگوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ تری پر رہنمائی کے لیے حضرت خضرؑ کو مامور کیا گیا ہے۔

(خواجہ محمد اسلام، ''قصص الانبیاءؑ''، لاہور: خزینہ علم وادب، س۔ن، ص ۲۵۰۔۲۵۲)

امراو القیس: ۱۱۷۔1B

چھٹی صدی عیسوی کا ایک عرب شاعر۔ اس کے مورث اعلیٰ حجر نے تقریباً ۴۸۰ء میں نجد میں ایک ریاست قائم کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ امراو القیس سب سے پہلا شاعر ہے جس نے عربی شاعری میں باقاعدہ فن قصیدہ کی بنیاد رکھی اور قافیے کے اصول معین کئے۔ امراو القیس کے اشعار کی تازگی آج بھی قائم ہے۔ اس کا کلام صرف عربی شاعری کی عظمت کا آئینہ نہیں بلکہ وہ عربی ذہنیت، عربی تاریخ اور عربوں کی تہذیب وتمدن کا حاصل بھی ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۲۳۶۔۲۴۰)

ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ۲۱۔2A

ام المومنین ام حبیبہ کا نام رملہ ہے۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنیت، ابوسفیان کی بیٹی، امیر معاویہ کی سوتیلی بہن نیز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چچی تھیں۔ پہلی شادی عبیداللہ بن جحش سے ہوئی، جوان کے ساتھ ہی ایمان لائے تھے۔ ہجرت حبشہ میں ان کا شوہر اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا تو ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس دوران حضورؐ مدینہ ہجرت فرما چکے تھے۔ جب حضورؐ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے نجاشی کی معرفت نکاح کا پیغام بھیجا تو ام حبیبہ نے قبول کر لیا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسم نکاح ادا کی۔ نکاح کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ پہنچیں، ابوسفیان بحالت کفر مدینہ منورہ گئے اور صاحبزادی سے ملے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد کو حضورؐ کے بستر

پر بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۳،ص ۲۴۵۔۲۴۶)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ۲۶۴۔۷

ام المومنین ام سلمہ کا نام ہند ہے۔ام سلمہ کنیت ابوامیہ حذیفہ کی صاحبزادی ہے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آغاز نبوت میں اپنے شوہ عبداللہ بن عبدالاسد کے ساتھ اسلام لائیں۔ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر جنگ احد میں زخمی ہونے کے بعد وفات پائی۔عدت کے بعد حضورؐ کے نکاح میں آئیں۔امہات المومنین میں سب سے زیادہ عمر پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۳،ص ۲۴۸۔۲۴۹)

ام کلثوم: ۲۸۔۲۱

اس نام کی تین خواتین تاریخ میں معروف ہیں:

۱۔ اُمِ کلثومؓ مصری مغنیہ عرب کلاسیکی موسیقی کی ماہر۔مصر کے ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوئیں۔۱۹۵۴ء میں قاہرہ کے ڈاکٹر حسن الخضری سے شادی ہوئی۔مصری کہتے ہیں کہ اہرام مصر اور ام کلثوم کی آواز کو دوام حاصل ہے۔سابق شاہ فاروق نے انھیں الکمال کا اعزاز دیا۔مصر کی حکومت نے ان کی آواز میں قرآن مجید کو بھی ریکارڈ کیا ہے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''،ص ۱۹۸)

۲۔ ام کلثومؓ بنت عقبہ: صحابیہ۔آپ کا باپ عقبہ بن ابی قبیلہ امیہ کا ایک ممتاز شخص تھا۔اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ام کلثوم ؓ نے مدینے کی طرف ہجرت کی۔مدینے پہنچیں تو دوسرے روز ان کے بھائی اُن کو واپس لینے پہنچ گئے۔صلح حدیبیہ کے مطابق قریش کے کسی بھی فرد کو واپس کرنے کا معاہدہ تھا۔مگر اُسی وقت قرآن کی سورۃ الممتحنہ کی آیات (۹،۱۰) نازل ہوئیں جن میں مومنہ کو واپس نہ کرنے کا حکم تھا۔ان کے مطابق حضور ؐ نے انھیں واپس کرنے سے انکار کر دیا۔حضور ؐ نے ام کلثوم ؓ کا نکاح حضرت زید ؓ بن حارثہ سے کر دیا۔جب زید ؓ نے غزوہ موتہ میں شہادت پائی تو حضرت زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں۔انھوں نے طلاق دے دی تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے نکاح کر لیا۔ان کی وفات کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص سے نکاح ہوا اور یہ اُن کا آخری نکاح تھا۔آپ عہد فاروقی تک زندہ رہیں۔ان سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔

(طالب الہاشم، ''تذکار صحابیاتؓ'' لاہور: ادارہ الحسنات، س۔ن، متعدد صفحات)

۳۔ اُم کلثومؓ: حضرت فاطمہؓ سے حضرت علی ؓ کی صاحبزادی۔ام کلثوم کی پہلی شادی حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ہوئی۔حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح کو شیعی تسلیم نہیں کرتے۔ان کے نزدیک حضرت ام کلثومؓ کی پہلی شادی عون بن جعفرؓ

سے ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد محمد بن جعفرؓ سے نکاح ہوا۔ وہ بھی شہادت پا گئے تو عبداللہ بن جعفرؓ سے شادی ہوئی۔ ۴۹ء میں وفات پا گئیں۔

(محمود احمد غضنفر، ''عہد تابعین کی جلیل القدر خواتین''، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۴ء، ص ۱۱۱۔ ۱۲۸)

امانت لکھنوی: ۵۔ ۸۷

اندر سبھا کے مصنف اور اردو ڈرامے کے بادا آدم کی حیثیت سے امانت کا نام غیر معروف نہیں۔ اندر سبھا انھوں نے ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی اور صد ہا مرتبہ چھپ چکی ہے۔

(ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''لکھنؤ کا دبستان شاعری''، جلد دوم، ص ۱۰۸۔ ۱۱۰)

امیر علی: ۴۔ ۲۵

(۱۸۴۹ء۔ ۱۹۲۸ء) مورخ اسلام و قانون دان۔ ابتدائی تعلیم کٹک (اوڑیسہ) میں پائی۔ پھر ہگلی کالج سے بی۔ اے کیا۔ بعد ازاں ایم۔ اے (تاریخ) کی سند لی۔ ۱۸۷۳ء میں ولائیت سے بیرسٹری پاس کی۔ ۱۸۹۰ء میں بنگال ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ بنگال لیجسیلیٹو کونسل کے ممبر اور کچھ عرصے بعد امپیریل کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں پنشن لے کر انگلستان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سید امیر علی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ قانون میں ان کی متعدد تصنیفات ہیں۔ تاریخی مباحث میں پر بھی کتابیں لکھیں۔ تاریخ پر ان کی بہترین کتاب تاریخ ساسانیاں (A short History of The Saracens) ہے۔ سید امیر علی کا دوسرا زندہ جاوید شاہکار ان کی مشہور کتاب ''سپرٹ آف اسلام'' ہے۔ سید امیر علی نے لندن میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

(شاہد حسین رزاقی، ''سید امیر علی''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۰ء، متعدد صفحات)

امیر مینائی: ۵۔ ۲۶۷

(۱۸۲۶ء۔ ۱۹۰۰ء) امیر احمد نام، تعلیم فرنگی محل لکھنؤ میں حاصل کی۔ مظفر علی اسیر کے شاگرد تھے۔ زوال سلطنت اودھ کے بعد بہت عرصہ رامپور کے دربار سے منسلک رہے۔ آخری عمر میں حیدر آباد (دکن) گئے لیکن جلد ہی انتقال ہو گیا۔ امیر بینائی نے پہلے کلاسیکی شعرا کی پیروی کی پھر داغ کا انداز اختیار کیا۔ دیوان غزلیات کے دو مجموعے ''مراۃ الغیب'' اور ''صنم خانہ عشق'' چھپ چکے ہیں۔

مینائی

(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''اردو غزل''، لاہور: سنگت پبلشرز، طبع دوم ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۷)

امیر خسرو: ۳۔ ۹۸

(۱۲۵۳ء۔ ۱۳۲۵ء) فارسی و ہندی شاعر۔ ماہر موسیقی، ابوالحسن نام، یمین الدولہ لقب۔ امیر خسرو عرف۔ والد ایک

ترک سردار تھے۔ امیر خسرو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ خاندان دہلی منتقل ہوگیا۔ امیر خسرو نے سلطنت دہلی کے آٹھ بادشاہوں (خاندان غلاماں، خلجی، تغلق، کا زمانہ دیکھا، برصغیر میں اسلامی سلطنت کے ابتدائی ادوار کی سیاسی، سماجی اور ثقافتی زندگی میں سرگرم حصہ لیا۔ امیر خسرو نے ہر صنف شعر، مثنوی، قصیدہ، غزل، ہندی دوہے، کہہ مکرنیاں، دوسخنے، پہیلیاں، گیت وغیرہ میں طبع آزمائی کی۔ ہندوستانی موسیقی میں ترانہ، قول اور قلبانہ انھی کی ایجاد ہے۔ بعض ہندوستانی راگنیوں میں ایرانی پیوند لگائے۔ راگنی ''ایمن کلیان'' جو شام کے وقت گائی جاتی ہے، انھی کی ایجاد ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ انھی کے قدموں میں دفن ہوئے۔

(شکیل الرحمٰن، ''امیر خسرو کی جمالیات''، دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)

امیہ بن ابی الصلت: ۲۶۔۶

زمانہ جاہلیت کا ایک عرب شاعر جو بعثت نبوی کے وقت زندہ تھا۔ الاغانی کی ایک روایت کے مطابق امیہ کو منصب نبوت پر فائز ہونے کی امید تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے رشک اور حسد کی وجہ سے نبوت کو تسلیم نہ کیا۔ جنگ بدر کے موقع پر اس نے رسولؐ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ لیکن بعد میں غزوہ بدر کے مقتولین قریش کا مرثیہ بھی کہا۔ امیہ توحید باری کا قائل تھا۔ امیہ عربی کے علاوہ غالباً سریانی، عبرانی اور حبشی زبانوں سے بھی کسی قدر واقف تھا، اس کے کلام میں ان زبانوں کے الفاظ کئی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ اُمیہ کے مکمل کلامہ کا مجموعہ ناپید ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۲۸۹۔۲۹۱)

امین الرشید: ۳۲۔۶

ہارون الرشید کی ملکہ زبیدہ کے بطن سے پیدا ہوا جو خلیفہ منصور کی پوتی تھی۔ اس طرح وہ باپ اور ماں دونوں کی جانب سے خالص ہاشمی النسب تھا۔ اس لئے باپ کی وراثت خلافت کے معاملے میں اسے اپنے بھائی مامون الرشید پر فوقیت دی گئی جو اس سے چھ ماہ پہلے، مگر ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس دہری جانشینی نے شروع ہی سے خطرے کی گھنٹی بجادی۔ ہارون الرشید کی جگہ اپنے بیٹے موسیٰ کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ اگلے ہی سال مامون الرشید کی جگہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد بنا دیا۔ جس سے خانہ جنگی شروع ہوگئی آخر کار امین الرشید کو شکست ہوئی اور مامون الرشید خلیفہ بن گئے۔ اسلامی تاریخ میں الامین کا ذکر بعض اموی خلفا، مثلاً یزید اور ولید ثانی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو اسی طرح رند مشرب اور عیش پرست حکمران تھے۔ شرر نے لکھا ہے کہ اسلام میں امرد پرستی امین الرشید کے عہد سے شروع ہوئی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۲۸۱۔۲۸۴)

انوری: IB۔۶۶۵

ایک مشہور فارسی شاعر تھا، اوحدالدین نام۔ اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے خراسان کا ملک الشعرا مشہور تھا۔ خراسان کے علاقہ ابی ورد کا رہنے والا تھا۔ سلطان سنجر کی مدح میں کئی قصائد لکھے۔ رشیدی جس نے اکثر سلطان خوارزم کی اکثر مدح لکھی ہے اس کا ہمعصر تھا ان دونوں میں معاصرانہ چشمک تھی۔ انوری کا فارسی نظم میں بڑا درجہ ہے۔ اس کے اکثر اشعار شیخ سعدی نے گلستان میں لکھے ہیں۔ قصیدہ گوئی اور بزلہ سنجی میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھا۔

(پروفیسر قاضی فضل حق، ''سخنوران ایران''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۶۸۳۔۶۹۳)

اویس قرنیؓ: A۲۔۲۱

تابعی۔ پورا نام اویس بن عامر قرنیؓ، وطن یمن، قبیلہ مراد۔ رسول اللہؐ کے زمانے میں موجود تھے لیکن شرف بازیابی نصیب نہ ہوا۔ حضورؐ سے غائبانہ عشق رکھتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ غزوہ احد میں رسول اللہؐ کے دندانِ مبارک شہید ہوگئے ہیں، تو انھوں نے اپنے سارے دانت نکلوا دیے۔ ۱۷ھ میں یمن کی فوجی کمک کے ساتھ مدینے آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے اپنے حق میں دعائے خیر کرائی۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اکثر جذب کی حالت رہتی تھی۔ تصوف میں بلند مقام حاصل تھا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۲۴۰)

ایڈورڈ (ہفتم) (Edward): ۴۔۸۲

(۱۸۴۱ء۔۱۹۱۰ء) برطانیۂ عظمیٰ اور آئرلینڈ کی متحدہ سلطنت کا بادشاہ اور ہندوستان کا شہنشاہ۔ ملکہ وکٹوریہ اور پرنس البرٹ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں تخت نشین ہوا۔ ایڈورڈ نے روس، فرانس اور جرمن کے ساتھ ذاتی تعلقات اور سیاسی و سماجی روابط قائم کیے۔ انہی اقدامات کی وجہ سے ایڈورڈ کو امن ساز کہا جانے لگا۔

(Edgar Sanderson, "King Edward VII: His Life", London: Greslam Pub. Co., 1910, pg. Different)

ایڈورڈ (ہشتم) (Edward): IB۔۵۸۲

انگلستان کا بادشاہ ایڈورڈ ہشتم جسے انگلستان کے عوام نے ایک طلاق یافتہ امریکی خاتون مسز سمپسن سے شادی کرنے کے جرم میں تخت سے معزول کردیا تھا۔ ایڈورڈ ہشتم جارج پنجم کا بیٹا تھا جو جون ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوا۔ ۱۹۱۰ء میں اسے پرنس آف ویلز بنایا گیا۔ ۱۹۳۶ء میں باپ کی وفات کے بعد ایڈورڈ ہشتم کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ تخت نشین ہونے سے قبل ہی اسکے معاشقے کی خبریں اخبارات میں چھپنے لگیں لیکن نہ تو ملکی آئین اس کی اجازت دیتا تھا اور نہ عوام ہی اس شادی کو پسند

کرتے تھے۔ تاہم بادشاہ ہر حال میں شادی پر تُلا ہوا تھا چنانچہ اس نے ۱۹۳۷ء میں تخت و تاج سے دست بردار ہونے کا اعلان کردیا اور حسب منشاء شادی کرلی۔ حکومت نے اس کا معقول وظیفہ مقرر کر کے اسے ملک بدر کردیا۔ اس نے عمر کا بقیہ حصہ فرانس میں گزارا اور ۷۷ برس کی عمر میں ۱۹۷۲ء میں وفات پائی۔

(Philip Ziegler, "King Edward VIII: A Life", Ballantine Books, 1992, pg. Different)

ایڈیسن، جوزف (Addison, Joseph): 1B_۱۹۴

(۱۶۷۲ء۔ ۱۷۱۹ء) انگلش مضمون نویس، شاعر اور سیاست کار جس کے کام اور بالخصوص جریدوں ٹیٹلر "The Tater" اور اسپیکٹر (Spectator) نے اٹھارہویں صدی کے انگلش ذوق اور رائے پر گہرا اثر ڈالا۔ آکسفورڈ سے تعلیم حاصل کی ۱۷۰۴ء میں حکومت نے اسے ایک جنگ کی فتح پر قصیدہ لکھنے کا کہا۔ اس کی لکھی ہوئی اس نظم "whig" کو اس قدرت شہرت ملی کہ اسے ادب کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی مقام حاصل ہوگیا۔

("عالمی انسائیکلوپیڈیا"، جلد اول، ص ۲۹۸)

ایلیٹ (Eliot, Thomas Stearns): 2B_۱۶

(۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۵ء) ٹی ایس ایلیٹ۔ امریکی نژاد مصنف جسے بیسویں صدی کے عظیم ترین شعرا میں سے ایک خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی مشہور ترین نظم "ویسٹ لینڈ" اپنے عہد کے معاشرے کا ایک تباہ کن تجزیہ ہے۔ ایلیٹ نے ڈرامے اور ادبی تنقید بھی لکھی۔ ۱۹۲۲ء میں "کرائی ٹیرئین" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جو ۱۹۳۹ء تک پابندی سے نکلتا رہا۔ ۱۹۴۸ء میں اسے نوبیل انعام برائے ادب ملا۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، "ارسطو سے ایلیٹ تک"، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع ششم ۱۹۹۷ء، ص ۴۹۸۔۵۰۲)

ایوبؑ: ۵۔۱۹۵

حضرت ایوبؑ، پیغمبر۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ آپ کا ذکر ہے۔ سورہ انبیاء (۸۳ تا ۸۴) اور سورہ ص (۴۱ تا ۴۴) میں آپ کا مختصر حال بیان کیا گیا ہے۔ قرآن سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت خوشحال اور مالدار تھے۔ خدا نے آپ کی آزمائش کی۔ آپ کی تمام جائیداد تباہ ہوگئی، آل اولاد، نوکر چاکر سب مرگئے اور آپ خود ایک موذی مرض میں مبتلا ہوگئے۔ بعد میں آپ خدا کی رحمت سے تندرست ہوگئے۔ مال و اسباب، بال بچے اور نوکر چاکر بھی دوبارہ مل گئے۔ قرآن نے آپ کو صبر کرنے والا، رجوع کرنے والا اچھا بندہ کہا ہے۔

(مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، "قصص القرآن"، جلد دوم، دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۲ء، ص ۱۷۵۔۱۹۲)

بابر: ۵۳۳۔B۱

(۱۴۸۳ء۔ ۱۵۳۰ء) ظہیر الدین بابر اس کا باپ عمر شیخ مرزا فرغانہ ترکمانستان کا حاکم تھا۔ باپ کی طرف سے تیمور دار ماں کی طرف سے چنگیز خاں کی نسل سے تھا۔ گیارہ برس کی عمر میں حکمران تھا۔ چچا اور ماموں نے شورش برپا کردی۔ کبھی تخت پر قابض ہوتا اور کبھی بھاگ کر جنگلوں میں روپوش ہو جاتا۔ بالآخر ۱۵۰۴ء میں بلخ اور کابل کا حاکم بن گیا۔ یہاں سے ہندوستان کی طرف اپنے مقبوضات کو پھیلانا شروع کیا، ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ اس کی حکومت کابل سے بنگال تک اور ہمالیہ سے گوالیار تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۱۵۳۰ء کو آگرہ میں انتقال کیا اور حسب وصیت کابل میں دفن ہوا۔

(سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ''بابر اور اس کا ہندوستان''، لاہور: پرنٹ لائن پبلشرز، ۲۰۰۱ء، متعدد صفحات)

بایزید: ۲۹۴۔ ۷

عثمانی سلطان محمد دوم کا بیٹا اور جانشین جس نے ترکوں کی محافظ عیسائی فوج کی امداد سے اپنے بھائی کی بغاوت کو فرو کر کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ بایزید ایک امن پسند سلطان تھا۔ اس نے ترکی سلطنت کو تو کچھ زیادہ وسعت نہیں دی، البتہ ترکی تہذیب وتمدن کی خوب فروغ دیا۔ ۱۵۱۰ء میں اس کے بیٹوں سلیم اور احمد میں جنگ ہوئی جس میں سلیم کامیاب ہوا۔ سلیم کے حامیوں نے بایزید کو تخت سے دست بردار ہونے پر مجبور کردیا، اور اس کی جگہ سلیم ترکی کا سلطان بنا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۷۔ ۱۰)

بحتری: ۶۷۱۔ ۷

بنو عباس کا درباری شاعر۔ المسعودی کے بیان کے مطابق متوکل اور الفتح کے قتل میں بحتری کا ہاتھ تھا۔ بحتری کا دیوان ۱۸۸۲ء میں قسطنطنیہ میں طبع ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۴۸۔ ۵۰)

بخاری: ۲۶۔A۱

امام ابو عبیداللہ بن محمد اسماعیل بخاری بخارا میں ۱۹۴ میں پیدا ہوئے۔ حافظ کا بلا کا پایا تھا اور ذہانت میں ضرب المثل تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں علامہ داخلی عالم اور محدث کو ایک سند پر ٹوک دیا۔ حجاز میں چھ سال مقیم رہے۔ کوفے اور بغداد میں آمد و رفت بکثرت رہی۔ امام بخاری کو ایک لاکھ حدیثیں ازبر تھیں۔ علوم وفنون حدیث کے شیوخ و ماہرین نے امام بخاری کی ذہانت، اور حافظے کا اعتراف کیا ہے۔ ''صحیح بخاری کو قرآن پاک کے بعد صحیح ترین کتاب کہا جاتا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۱۶۰۔ ۱۶۲)

بختیار کاکیؒ: ۲A۔۷۵

(۱۱۸۷ء۔ ۱۲۳۶ء) صوفی۔ بختیار نام۔ قطب الدین لقب۔ خواجہ کاکی عرف۔ قصبہ اوش (ترکستان) میں پیدا ہوئے۔ حسینی سادات میں سے تھے۔ لڑکپن ہی میں بغداد آ گئے اور خواجہ معین الدین چشتی سے بیعت کی۔ سترہ برس کی عمر میں خواجہ صاحب سے خرقہ خلافت پایا۔ کچھ عرصے ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں قیام فرمایا۔ آپ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے مرشد تھے۔ آپ کی طرف دو کتابیں منسوب کی جاتی ہیں، ایک دیوان ہے، دوسری ''فوائد السالکین'' ہے جو تصوف کے موضوع پر ہے۔ سماع سے بہت رغبت تھی۔ دہلی میں ایک محفل سماع میں وجد طاری ہوا اور اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔ مزار قطب صاحب کی لاٹھ (دہلی) کے قریب ہے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۳۰۰)

بزرگ بن شہریار: ۲A۔۲۵۵

ایک ایرانی ناخدا اور کتاب ''عجائب الہند'' کا مصنف۔ یہ کتاب عربی میں ایک سو چونتیس کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ جنھیں مصنف نے جہازوں کے ناخداؤں، ملاحوں، تاجروں اور دیگر بحری سیاحوں سے، جو بحر ہند کا چکر لگاتے تھے سن کر جمع کیا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ۴۹۴۔۴۹۵)

بطلیموس: ۲B۔۱۸۹

عرب کا مشہور مصنف، جس نے ایک رسالے میں اس مضمون سے بحث کی ہے کہ انشاء پردازی کے فن میں کمال پیدا کرنے کے لیے کن خاص قابلیتوں کی ضرورت ہے۔ اس فن میں اس کی ایک تصنیف بھی ہے۔

(نظامی بدایونی، ''مشاہیر مشرق''، ص ۱۲۹۔۱۳۰)

بکرماجیت: ۵۔۲۸

اہل ہند کے قدیم مذہبی قصوں میں اس راجہ کا ذکر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مالوہ و گجرات کا راجہ تھا۔ اس کا دارالسلطنت اجین تھا۔ اس کا شروع کیا ہوا سن جو بکرماجیت کہلاتا ہے۔ پاک و ہند میں اب بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ راجہ علم اور اہل علم کا سرپرست تھا۔ اس کے دربار کے نورتن مشہور ہیں جن میں سے دھن ونتری، کالی داس وغیرہ نامور گزرے ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۷۲)

بلاذری: ۵۔۷۰

احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد المعروف بلاذری نویں صدی عیسوی کا ایک عرب مورخ، ماہر انساب اور جغرافیہ نگار۔

اس کی زندگی کے متعلق معلومات بہت کم میسر ہیں۔ غالباً بغداد میں پیدا ہوا۔ تحصیل علم کے لیے دمشق، حمص اور انطاکیہ گیا۔ عباسی خلفہ المتوکل اور المعتمد کے دور میں دربار سے تعلق رہا۔ بلاذری کی دو تصانیف زمانے کی دستبرد سے بچ گئی ہیں۔ ''فتوح البلدان'' اور ''انساب الاشراف''۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۴، ص ۴۲۳۔۴۲۴)

بلالؓ: ۲A۔۲۶۵

(۵۸۱ء۔۶۴۱ء) حضرت بلالؓ کا نام بلال بن رباح تھا۔ نسلاً حبشی تھے۔ ابتدائی دور میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ ہمیشہ آنحضرتؐ کی صحبت میں رہنے کی کوشش کرتے۔ آپ نے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ پہلے موذن بھی حضرت بلالؓ منتخب ہوئے۔ آپ کی آواز بڑی پرسوز تھی۔ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد آپ نے حضرتِ ابو بکرؓ کے عہد میں موذن رہنا منظور کر لیا، لیکن جب حضرت عمرؓ نے ان سے اس منصب پر قائم رہنے کو کہا تو وہ راضی نہ ہوئے اور شام کی مہموں میں جا ملے۔ ایک روایت کے مطابق نبی اکرمؐ کے وصال کے بعد ہی موذن کا منصب چھوڑ دیا تھا صرف دو موقعوں پر اذان دی۔ ۶۰ برس کی عمر میں دمشق میں انتقال ہوا۔

(سلیم گیلانی، ''بلالؓ'' لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات)

بلقیس، ملکہ سبا: IB۔۴۳۴

یہ نام توریت سے لیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں اس کا تذکرہ بغیر نام کے ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی ہمعصر تھیں۔ ان کی قوم سورج کی پوجا کرتی تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے ان کو دین حق کی دعوت دی۔ ملکہ بلقیس نے سرداروں کے مشورہ کے بعد طے کیا کہ آپؑ کا امتحان لیا جائے۔ جب وہ حضرت سلیمانؑ سے ملنے آئیں تو حضرت سلیمان نے ملکہ کے آنے سے پہلے اس کا تخت اپنے دربار میں منگوا لیا۔ تخت کو دیکھ کر وہ اپنی قوم سمیت ایمان لے آئیں۔ جب اس واقعہ کا تورایت کے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا، تو مترجم نے ملکہ سبا کے حضرت سلیمانؑ کے شایان شان الفاظ استعمال نہیں کیے، لہٰذا اس نے اس کے لیے یونانی لفظ لفظ ''پلاکیس'' (Pallakis) استعمال کیا جس کے لغوی معنیٰ ''فاحشہ عورت'' کے ہیں۔ جب یونانی کا عربی ترجمہ ہوا تو عربی مترجم نے خیال کیا کہ یہ ملکہ کا نام تھا، چونکہ عربی میں حرف ''پ'' نہیں ہے۔ اس نے اسے ''بلقیس'' بنا دیا۔ تمام عربی مفسرین نے اس کی تقلید کی۔

(مالک رام، مرتبہ: ''خطوط ابوالکلام آزاد''، جلد اول، لاہور: الفیصل، ۱۹۹۲ء، ص ۶)

بلگرامی، سید علی: ۲A۔۱۳۸

(۱۸۵۱ء۔) سید علی بن سید زین الدین حسین پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۷۵ء میں سول سروس کے مقابلے میں پورے

بہار میں اول رہے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد انھوں نے ارضیات، نقشہ نویسی، معدنیات اور علم الحیوانات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے لندن یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ سید علی کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ کئی سال تک وہ مدراس یونیورسٹی میں سنسکرت کے ممتحن رہے۔ ۱۸۹۳ء میں انھیں حکومت ہند کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ انھیں انڈیا آفس لائبریری میں عربی اور فارسی مخطوطات کی ایک دستی فہرست مرتب کرنے پر مامور کیا گیا۔ ریاست حیدرآباد میں کئی عہدوں پر فائز رہے۔ وہ عام طور پر ان ترجموں کی وجہ سے معروف ہوئے ہیں جو انھوں نے فرانسیسی اور انگریزی سے اردو میں کیے۔ انکے قابل ذکر ترجے ''تمدن عرب''، ''تمدن ہند''، ''تحقیق کتاب کلیلہ ودمنہ'' ہیں۔

(ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ''چند ہم عصر''، کراچی: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۶ء، ص ۶۷۔۱۰۷)

بوناپارٹ (BonaParte): IB۔۴۸۷

ایک کوریکائی خاندان جس میں فرانسیسی شہنشاہ نپولین اول، نپولین سوم اور برائے نام شہنشاہ نپولین دوم شامل تھے۔ وکیل کابو بونیاپارٹ کے چار بیٹے تھے:

۱۔ جوزف بوناپارٹ (۱۷۴۶ء۔۱۸۴۴ء) ایک سفیر تھا جو اپنے بھائی نپولین اول کی بدولت اعلیٰ عہدے تک پہنچا اور نیپلز اور سپین کے تخت حاصل کیے۔

۲۔ لوسیان بوناپارٹ (۱۷۷۵ء۔۱۸۴۵ء) ڈائریکٹری کے ماتحت پانچ سو کی کونسل کا صدر تھا اور شکست کے بعد لوسیان اٹلی میں جلاوطنی کی زندگی گزارنے لگا۔

۳۔ لوئی بوناپارٹ (۱۷۷۸ء۔۱۸۴۶ء) ہالینڈ کا بادشاہ بنا لیکن نپولین نے اسے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔

۴۔ نپولین بوناپارٹ (۱۸۷۳ء۔۱۸۰۸ء) اسے نپولین سوم بھی کہا جاتا ہے۔ جس نے انیسویں صدی کے وسط میں نپولینی سلطنت بحال کی اور فرانس کی قیادت کرتے ہوئے فرانس روس جنگ (۱۸۷۰ء۔۱۸۷۱ء) میں اسے فتح دلائی۔ چارلس لوئس نپولین بوناپارٹ پیرس میں پیدا ہوا اور بادشاہ لوئس اور ہالینڈ کی ملکہ شیر کا بیٹا تھا۔ ۱۸۵۱ء میں گٹھ جوڑ کے ذریعے اس نے قانون ساز اسمبلی تحلیل کی اور ایک سال بعد شہنشاہ بننے کا اعلان کر دیا۔

(J. G. Lockhart, "Life of Napoleaon Bonapart: Emperor of France", New York: Cosimo Inc., 2005, pg. Different)

بہادر شاہ ظفر: ۸۔۱۵۸

(۱۷۷۵ء۔۱۸۶۲ء) سراج الدین نام، بہادر شاہ لقب اور ظفر تخلص تھا۔ مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے بیٹے تھے۔ باپ کے مرنے کے بعد تریسٹھ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھے۔ بادشاہت صرف نام کی تھی۔ انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے۔ ابتداء میں

شاہ نصیر کو اپنا کلام دکھایا، پھر ذوق اور بعد میں غالب کے شاگرد ہوئے۔ جنگ آزادی کے بعد قید کر کے رنگوں (برما) بھیج دیئے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ ضخیم کلیات شائع ہوا مگر اس میں ان کی زندگی کے آخری چند برسوں کا کلام شامل نہیں ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر سردار احمد خاں، ''بہادر شاہ ظفر: شخصیت، فکر اور فن''، کراچی: ٹیکسوٹیکنک انٹرنیشنل، ۲۰۰۱ء، متعدد صفحات)

بہرام: ۸۔۱۲۱

اس نام کی پانچ شخصیتیں ہیں۔

۱۔ بہرام (وھرام): زرتشیوں میں فتح وظفر کا دیوتا، نیز ساسانی خاندان کے چوتھے، پانچویں، چھٹے، بارہویں اور چودہویں حکمران کا نام۔

۲۔ بہرام: مصر میں فاطمیوں کا ایک ارمن سپہ سالار، اور خلیفہ الحافظہ کا وزیر۔

۳۔ بہرام شاہ: ابن طغرل شاہ سلجوقی، ۱۱۷۰ء میں چندروز کے لیے کرمان کا حکمران۔

۴۔ بہرام شاہ غزنوی: سلطان مسعود سوم کا بیٹا، ایک غزنوی حکمران۔

۵۔ بہرام شاہ: الملک الامجد (مجد الدین) بن فرخ شاہ بن شہنشاہ بن ایوب، سلطان صلاح الدین کے بھانجے یا بھتیجے کا بیٹا، بعلبک کا حکمران اور عہد ایوبی کا ایک ممتاز ادیب، عالم اور صاحب دیوان شاعر۔ شرر نے اپنے مضمون میں اسی حکمران کا ذکر کیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۱۲۱۔۱۳۰)

بہلول لودھی: ۳۔۶۷

سلطنت دہلی کا ایک فرمانروا (۱۴۵۱ء۔۱۴۸۸ء) لودھی خاندان کا بانی۔ جو افغانوں کے لودھی خاندان سے تھا۔ اس کا باپ ملک کالا ابراہیم خاں عرف ملک بہرام کا بیٹا تھا۔ جو گورنر ملتان تھا۔ ۱۴۵۰ء میں جب سلطان علاؤ الدین خلف محمد شاہ بدایون کو چلا گیا، تو بہلول لودھی نے دہلی پر قبضہ کرلیا۔ کچھ عرصے تک سلطان کا نام خطبے میں جاری رہا۔ لیکن سلطان نے اس کو سلطنت دینے کا اس شرط پر وعدہ کرلیا کہ اسے بدایون میں رہنے دیا جائے۔ سلطان بہلول نے علاء الدین کا نام خطبے سے نکلوا دیا۔ بعض عناصر نے بہلول کے خلاف اکسایا، مگر علاء الدین آمادہ نہ ہوا۔ بہلول لودھی گوالیار کے سرکش راجا کے خلاف مہم سے واپس آرہا تھا کہ راستے میں وفات پاگیا۔ جملہ معاصر، مورخین بہلول کی شجاعت وتدبیر کے علاوہ اس کی سادگی، انصاف پسندی اور علم پروری کی تعریف کرتے ہیں۔ بہلول نے ایک مرتبہ پھر سلطنت دہلی کی مرکزیت بحال کی اور نظم ونسق کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۱۴۶۔۱۴۸)

بہو بیگم: ۷۔۱۵۷

نواب آصف الدولہ والی لکھنؤ کی ماں کا نام ہے۔ یہ ان بیگمات سے ہیں جن سے بدسلوکی کرنے کا الزام وارن ہیسٹنگز پر لگایا گیا تھا اور جواب طلب کیا گیا تھا۔ بہو بیگم نہایت فیاض تھیں۔ ایک لاکھ آدمی ان کے دربار سے روزی حاصل کرتے تھے۔ ان کا انتقال ۲۸۔ دسمبر ۱۸۱۵ء کو ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''مشاہیر مشرق''، ص ۱۴۱)

بیٹس، ہنری والٹر (Betes, Henry walter): ۵۔۵۲

(۱۸۲۵ء۔۱۸۹۲ء) برطانوی محقق اور بیاگرفیکل ڈکشنری کا بانی جو نوجوانی ہی سے وہ ایک مشتاق فطرت پسند تھا۔ اس نے اپنا پہلا سائنسی مقالہ اٹھارہ برس کی عمر میں شائع کیا۔ بیٹس کچھ عرصہ برازیل میں رہا اور بالائی ایمیزون میں تحقیق اور فطری تاریخ کا مطالعہ کرتا رہا۔ ۱۸۶۳ء میں اپنے سفر کا حال لکھا جو بڑا مقبول ہوا۔ اگلے برس اسے رائل جیوگرافک سوسائٹی کا اسسٹنٹ سیکرٹری تعینات کیا گیا۔ جہاں اُس نے تحقیقی کام شروع کیا۔

(Anthony Crawforth, "The Butterfly Hunter: The Life of Henery Walter Bates", Buckingham: University of Buckinghm Press, 2009, pg. Different)

پریم چند:

(۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۶ء) دھنپت رائے نام، قلمی نام پریم چند بنارس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اس وقت کی روایات کے مطابق پریم چند نے عربی و فارسی کی تعلیم ایک مولوی سے حاصل کی۔ تعلیم کے بعد ایک پرائمری سکول میں ملازم ہوگئے۔ ترقی کرتے کرتے ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہوگئے۔ اسی زمانے میں رسالہ ''زمانہ'' کانپور کے آنریدی اسسٹنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر ادب سے مکمل طور پر منسلک ہوگئے۔ ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس کی صدارت کی۔ اُن کا خطبہ صدارت اردو کی یادگار تحریروں میں سے ہے۔ افسانوں کے علاوہ ناول بھی ان کی ادبی شہرت کے ضامن ہیں۔

(ڈاکٹر انوار احمد، ''اردو افسانہ، ایک صدی کا قصہ''، فیصل آباد: مثال پبلشرز، طبع دوم ۲۰۱۰ء، ص ۶۷۹۔ ۶۸۰)

پلوٹارک (Plutarch): ۵۔۵۸

(۴۶ء۔۱۲۰ء) قدیم یونانی اخلاقیات پسند، سوانح نگار اور مذہبی پیشوا۔ اس کا اصل نام ایل میسٹریس پلوٹارکس تھا۔ پلوٹارک نے تقریباً ۲۰۰ کتب لکھیں۔ ہم تک ان میں سے نصف کتب ہی پہنچ پائی ہیں۔ اس کی مشہور کتاب ''زندگیاں'' میں پلوٹاک نے سوانحات کی بجائے یونان اور رومن کی زندگی کا اخلاقی تقابل پیش کیا ہے۔ اس کے پیش کردہ حقائق سے متاثر ہونے والوں میں ولیم شیکسپیئر ماٹینی ڈرائیڈن اور روسو شامل ہیں۔

(پلوٹارک، ''مشاہیر یونان و رومہ''، مترجم: مولوی سید ہاشمی فرید آبادی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع سوم ۱۹۹۵ء، دیباچہ)

پورس، راجہ: ۸۳۔۷

پنجاب کا نامور حکمران ۔ اس کی ریاست دریائے جہلم اور چناب کے درمیان واقع تھی۔ سکندر نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو اس نے اطاعت قبول کرنے کی بجائے بہادری سے مقابلہ کیا۔ سکندر نے دریائے جہلم کو عبور کر کے اچانک پورس پر حملہ کیا تو پورس کے ہاتھیوں نے بوکھلا کر اپنی ہی فوج کو روند ڈالا۔ پورس کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو کر سکندر کے سامنے پیش ہوا تو سکندر نے پوچھا ''اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے'' تو اس نے جواب دیا کہ ایک بادشاہ جو دوسرے بادشاہ سے سلوک کر سکتا ہے۔ سکندر اس جواب سے خوش ہوا اور پورس کی ریاست اسے واپس کر دی۔

(حنیف رامے، ''پنجاب کا مقدمہ''، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۸۶ء، ص ۱۱۲۔۱۱۴)

پیٹر اعظم (Peter The Great): ۵۔۶۳

(۱۶۷۲ء۔ ۱۷۲۵ء) روسی تاریخ میں موثر ترین زار اور فوجی راہنما جس نے اپنے ملک کو قرون وسطیٰ کے ماحول سے نکال کر اٹھارہویں صدی کی ابتدا میں دنیا کی عظیم طاقتوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ ۱۶۸۹ء میں سترہ سال کی عمر میں روس کا واحد حکمران بن گیا۔ ۹۸۔۱۶۹۷ء میں پیٹر نے ایک فرضی نام سے یورپ کا سفر کیا۔ اس نے عربی اعداد متعارف کرانے کے ساتھ روسی حروف تہجی کو سادہ بنایا اور اپنے ملک کا پہلا اخبار جاری کیا۔ پیٹر روس کو مغربی خطوط پر ترقی دینے میں اس حد تک چلا گیا کہ اس نے تمام مردوں کو داڑھیاں مونڈنے اور درباریوں کو مغربی لباس پہننے کا حکم دیا۔ اس نے اپنے ہی بیٹے کو سازش کے الزام میں گرفتار کر کے مار دیا۔ پیٹر اعظم نے روس کو اپنے دور حکومت میں عالمی طاقت بنا دیا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، ص۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷)

تغلق، خاندان: A۲۔۸۲

(۱۳۲۰ء۔ ۱۳۸۸ء) ہندوستان میں خلجی خاندان کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق نے دہلی پر تغلق خاندان کی حکومت قائم کی۔ سلاطین تغلق کے نام یہ ہیں: غیاث الدین (۱۳۲۰ء۔ ۱۳۲۵)، محمد تغلق (۱۳۲۵ء۔ ۱۳۵۱ء) فیروز شاہ (۱۳۵۱ء۔ ۱۳۸۸ء) تغلق شاہ، محمد شاہ، نصیر الدین سکندر شاہ اور نصیر الدین محمود شاہ (۱۳۸۹ء۔ ۱۴۱۳ء)۔ تغلق خاندان کے دو بادشاہ زیادہ نامور ہوئے ہیں۔ ایک محمد تغلق جس نے پایہ تخت دہلی سے دولت آباد منتقل کیا، خراسان اور چین پر ناکام حملہ کیا، تانبے کا سکہ رائج کیا، اسی کے زمانے میں ابن بطوط ہندوستان آیا تھا۔ دوسرا فیروز شاہ تغلق جو اس خاندان کا سب سے ممتاز بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے بے شمار ہسپتال، مساجد، یتیم، خانے، سرائے اور مدارس قائم کیے۔ فیروز شاہ کے بعد خاندان تغلق کا زوال شروع ہو گیا اور امیر تیمور نے رہی سہی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔

(جمیل یوسف، ''مسلمانوں کی تاریخ''، اسلام آباد: کتاب گھر، س۔ن، ص ۱۶۹۔۱۷۰)

تھیوڈورا(Theodora):2B_۲۶

(۵۰۸ء۔ ۵۴۸) بازنطینی ملکہ، شہنشاہ جسٹینین اول کی بیوی، قسطنطنیہ میں پیدا ہوئی۔ بازنطینی مورخ پروکوپیس کے مطابق اس کا باپ سرکس کے جانوروں کو سرحاتا تھا ملکہ خود بادشاہ کے ساتھ شادی سے پہلے اداکارہ اور رقاصہ تھی۔ ملکہ بننے کے بعد تھیوڈورا بھی اہم حکومتی فیصلوں میں نمایاں حصہ لیتی تھی۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا'' جلد اول، ص ۷۱۷)

تھیوڈورک(Theodoric):

(۴۵۴ء۔ ۵۲۶ء) اوستروگوتھک بادشاہ اور اٹلی میں اوستروگوتھی بادشاہت کا بانی۔ اپنے باپ کی موت پر بادشاہ منتخب ہوا۔ اس نے متی بادشاہت کو مستحکم بنانے کی کوشش کی لیکن اس کی موت کے فوراً بعد اٹلی بے راہنما تھا اور جلد ہی قسطنطنیہ کے لیے تر نوالہ ثابت ہوا۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد اول، ص ۷۱۷)

تیمور لنگ:2A_۲۵۷

(۱۳۳۶ء۔ ۱۴۰۵ء) مشہور مغل فاتح جو چنگیز خاں کی نسل سے تھا۔ ۱۳۶۹ء میں اپنی جنگی صلاحیتوں سے سمرقند کا فرماں روا ہوا اور پھر پورے وسط ایشیا پر قابض ہو گیا۔ ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور دہلی تک کا سارا علاقہ فتح کر لیا۔ تیمور ہنوسدتان سے بکثرت ہنرمند بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ اس نے ترک سلطان بایزید کو بھی شکست دی۔ اس کی سلطنت دریائے والگا سے دریائے گنگا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کو عمارات اور کھوپڑیوں کے مینار بنانے کا بہت شوق تھا۔ اُس نے چین پر بھی حملہ کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ تمام روئے زمین پر قبضہ کرے۔ وہ جن ملکوں کو فتح کرتا وہاں اپنی آئندہ حکومت رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کرتا تھا۔ صرف ایران اور ماوراالنہر کی سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھتا تھا۔ اکہتر سال کی عمر میں وفات پائی اور سمرقند میں دفن ہوا۔

(ہیرلڈلیم، ''امیر تیمور''، مترجم: بریگیڈیر گلزار احمد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)

ثعالبی:

(۹۶۱ء۔ ۱۰۳۹) ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسمٰعیل۔ گیارہویں صدی کا فصیح و بلیغ کاتب اور شاعر جس نے پچاس سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ اس کی زندگی کے حالات کے متعلق اتنا علم ہوا ہے کہ وہ نیشاپور میں پیدا ہوا۔ اس کی سب سے مشہور تصنیف 'یتیمۃ الدھر فی محاسن اہل العصر'' ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۶، ص ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹)

جارج پنجم (Gerge V):۴۔۸۳

(۱۸۶۵ء۔۱۹۳۶ء) برطانیہ اور شمالی آئرلینڈ کا بادشاہ اور ہندوستان کا شہنشاہ۔ جارج ایڈورڈ ہفتم کا دوسرا بیٹا پہلے رائل نیوی میں بھرتی ہوا اور ایڈمرل کے عہدے تک پہنچا۔ اپنے بڑے بھائی البرٹ وکٹر کی وفات پر جارج جانشینی میں دوسرے نمبر پر آ گیا۔ اس نے اپنے بھائی کی منگیتر شہزادی وکٹوریہ میری سے شادی کی۔ ۱۹۰۱ء میں جب اس کا باپ ملکہ وکٹوریہ کی جگہ بادشاہ بنا تو جارج پرنس آف ویلز بن گیا۔ ۱۹۱۰ء میں باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ جارج پنجم کے عہد کا غیر معمولی واقعہ پہلی عالمی جنگ تھی۔ جرمنی کے خلاف انگلینڈ کے اعلان جنگ کے بعد بادشاہ نے تمام جرمن خطابات واپس کر دیے۔

(http:\\www.en.wikipedia.org\wiki\george_v_of_the_united-kingdom)

جامی:۶۔۶۱

(۱۴۱۴ء۔۱۴۹۲ء) نور الدین عبدالرحمٰن جامی ایرانی شاعر اور صوفی۔ خراسان میں پیدا ہوا۔ ماں باپ کے ساتھ ہرات اور سمرقند گیا، جو اس زمانے میں اسلامی علوم اور ایرانی ادب کے مراکز تھے۔ سلوک و عرفان میں اتنی ترقی کی کہ بہاء الدین نقشبندی کے حلقہ طریقت شمار ہونے لگا۔ گوشہ نشین اور درویش منش تھا۔ نظم و نثر کی تصنیفات ۴۹ ہیں۔ مختلف شہروں کی سیاحت کر کے ہرات واپس آیا اور وہیں انتقال ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، جلد پنجم، فارسی ادب سوم، ص ۴۳۹۔۴۴۱)

جان صاحب:۸۔۱۱۲

میر یار علی ولد میر امن لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ آخر عمر میں رام پور آ گئے۔ وہاں نواب کلب علی خاں کے درباری شعرا میں شامل ہو کر خوب شہرت حاصل کی۔ ریختی میں عورتوں کے محاورے اور رسم و رواج نظم کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ ۱۹۲۴ء میں ان کے دیوان کا خوبصورت ایڈیشن نظامی پریس نے چھاپا تھا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان و ہند''، جلد ۷ اردو ادب دوم، ص ۳۲۹۔۳۳۳)

جائسی، ملک محمد:۸۔۱۵۸

جہانگیر کے دور میں ہندی کا شاعر گزرا ہے۔ جائس ملک اودھ کا رہنے والا تھا۔ ہندی نظم میں قصہ پدماوت لکھا جو بہت مشہور ہوا۔

(''مشاہیر مشرق''، ص ۴۷۹)

جبرائیلؑ: IB۔۶۱۳

ایک جلیل القدر فرشتے کا نام جو انبیاؑ کی طرف وحی لاتا تھا۔ قرآن میں حضرت جبرائیلؑ کا نام تین جگہوں پر آیا ہے۔ دوسرے مقامات پر فقط اشارے ملتے ہیں۔ روایت ہے کہ شب معراج میں حضرت جبرائیل براق لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئے تھے اور مقام خاص تک ہمرکاب رہے۔ قدیم افسانوی ادب، انجیل اور تورات میں بھی ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۵۳۰)

جبلہ بن الایہم غسانی: ۷۔۹۱

بنو غسان کا آخری بادشاہ۔ سلطنت غسان اور شام کے درمیان عربوں کی ایک ریاست تھی جو قیصر روم کی باج گزار تھی۔ جبلہ نے جنگ یرموک کے بعد اسلام قبول کیا۔ حج کے دوران کعبے کا طواف کرتے ہوئے جبلہ کے شاہی چغے پر ایک بدو کا پاؤں آ گیا۔ جبلہ نے اسے طمانچہ مار دیا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ سے کہا کہ یا تو بدو سے معافی مانگو یا مقررہ سزا بھگتو۔ جبلہ ایک دن کی مہلت لے کر رات کی تاریکی میں فرار ہو کر قسطنطنیہ پہنچ کر عیسائی ہوگیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۱۰۶)

جرأت، شیخ قلندر بخش: ۸۔۱۵۸

(۱۷۴۹ء۔۱۸۰۹ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے اودھ میں بس گئے۔ پہلے فیض آباد اور پھر لکھنؤ کی اقامت اختیار کی۔ بسلسلہ روزگار لکھنؤ کے بعض نوابوں سے توسل رہا۔ جوانی میں نابینا ہوگئے، زندگی عسرت میں بسر ہوئی اور لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ اقتدار حسن نے تین جلدوں میں ''کلیات جرأت'' مرتب کر کے نیپلز (اٹلی) سے شائع کیا۔

(شاہ عزیز الکلام، ''اردو کے اُمی شعرا''، کراچی: اردو اکیڈمی پاکستان، طبع دوم ۲۰۰۱ء، ص ۸۸۔۹۱)

جریر: A۲۔۲۴۲

(۶۴۹ء۔ ۷۲۹ء) ابو حذرہ جریر بن عطیہ بن الخطفی اموی عہد کا مشہور ہجو گو شاعر تھا۔ الفرزدق اور جریر کے ادبی معرکے چالیس سال جاری رہے۔ جریر نے اپنی درباری زندگی کا آغاز عامل عراق حجاج کے ایک عہدے دار الحکم بن ایوب کی مدح سرائی سے کیا۔ کچھ عرصہ حجاج کے پاس رہا پھر عبدالملک کے دربار میں آ گیا۔ یہاں پاکباز خواتین کی ہجو لکھنے پر کوڑوں کی سزا بھی ملی۔ عمر بن عبدالعزیز سے ان کے تعلقات قدرے بہتر تھے۔ جریر نے خلیفہ یزید ثانی اور خلیفہ ہشام کو بھی اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ بالآخر پیرانہ سالی میں وہ یمامہ میں گوشہ نشین ہوگیا۔ جریر کے دیوان میں زیادہ حصہ ہجویات کا ہے، جو

اُس نے اپنے ادبی حریف فرزدق کے خلاف لکھے تھے۔ تقریباً چالیس شاعروں کے خلاف ہجویات لکھیں۔ دیوان میں قصیدوں کے علاوہ مرثیے بھی موجود ہیں۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۲۱۳۔۲۱۵)

جعفر صادق: ۲۵۴/۷

ابو عبداللہ (ابو اسمٰعیل) جعفرؒ صادق بن محمد الباقرؒ بن علی زین العابدینؒ بن الحسینؓ، شیعہ امامیہ کے بارہ اماموں میں سے چھٹے امام اور مشہور عالم دین اور بزرگ، جلیل القدر تبع تابعین میں سے تھے۔ وہ چودہ سال اپنے دادا امام زین العابدینؒ اور چونتیس سال اپنے والد امام محمد باقرؒ اور ستائیس سال اپنے نانا حضرت قاسم کے سایہ تربیت میں رہے۔ امام موصوف کا علم و عمل نوع انسانی کی ہدایت کا باعث بنا۔ راست بازی اور حق گوئی کی وجہ سے انھیں صادق کہا جاتا تھا۔ آپ جب حدیث روایت کرتے تو باوضو ہوتے۔ ان سے بہت سی احادیث و اخبار مروی ہیں۔ علم فقہ اور علم کلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ امام جعفر صادقؒ کی طرف کچھ اشعار اور بہت سی کتابیں بھی منسوب ہیں، جن کی تعداد پانچ سو تک پہنچتی ہے۔ وہ سیاست میں حصہ لینے سے مجتنب رہے اور اپنا سارا وقت عبادت اور خدمت خلق میں لگا دیا۔ امام صاحب نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ میں بسر کیا۔ وہیں وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۲۷۲۔۲۷۵)

جعفر طیارؓ: ۷۔۲۷۸

ابو طالب کے فرزند، حضرت علیؓ کے سگے بھائی اور نبیؐ کے چچازاد بھائی۔ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو آپ مہاجرین کے قائد تھے۔ شاہ حبشہ کے دربار میں آپ کی تقریر ادب کا شہ پارہ اور اسلام کا خلاصہ تصور کی جاتی ہے۔ غزوہ موتہ میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔ اسی جنگ میں شہادت پائی اور نبیؐ نے طیار (جنت کی طرف تیز اڑنے والا) کا لقب مرحمت فرمایا۔

(محمود احمد غضنفر، ''جرنیل صحابہؓ''، ص ۳۵۹۔۳۸۸)

جلیل: ۵۔۱۶۷

(۱۸۶۴ء۔ ۱۹۴۶ء) حافظ جلیل حسن جلیل مانک پوری، شاعری میں امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ امیر مینائی کے ساتھ حیدر آباد گئے تو وہیں کے ہو رہے۔ جلیل کی زبان مستند اور فصیح لکھنوی ہے۔ جلیل کو ہی عام طور پر امیر مینائی کا جانشین سمجھا جاتا ہے۔ لغت و منقبت میں ان پر امیر کا رنگ گہرا ہے۔ ان کا پہلا دیوان ''جان سخن'' ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا جبکہ دوسرا دیوان ''تاج سخن'' ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔

(ڈاکٹر ابواللیث صدیقی: ''لکھنؤ کا دبستان شاعری''، جلد دوم، ص ۲۹۵۔۳۱۹)

جمشید: ۶۔۶۱

جمشید کئی تاریخی شخصیتوں کا نام ہے۔ شرر نے جس جمشید کے بارے میں لکھا ہے وہ ایک افسانوی کردار ہے۔ عام روایات کے مطابق تخت جمشید، تخت سلیمان، مسجد مادر سلیمان کی عمارتیں اُسی نے تعمیر کروائی تھیں۔ مسلمان مصنفین نے جمشید کی کہانی میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں کیا۔ ان کے یہاں پہلوی متون کے ذریعے اوستائی ماخذ اور دیگر ماخذوں سے مستعار لی ہوئی معلومات ہی ملتی ہیں۔ عام طور پر تہذیب وتمدن کے باب میں اس کی خدمات کا تو اعتراف ہے لیکن اس کے شجرہ نسب کے بارے میں آرا مختلف ہیں۔ جام جمشید کو اُس دور کا عجوبہ سمجھا جاتا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۳۹۳۔۳۹۵)

جنید بن عبدالرحمٰن: ۵۔۵۳

اموی خلیفہ ہشام کا نامور والی اور سپہ سالار، اور ہندوستان میں محمد بن قاسم کے مفتوحہ علاقوں کا امیر۔ ۷۲۹ء میں اسے برطرف کر دیا گیا۔ لیکن اگلے ہی سال خراسان کا والی مقرر کیا گیا ماوراالنہر پر قتیبہ بن مسلم نے قبضہ کیا تھا مگر مکمل تسلط نہ ہوا تھا۔ ہشام نے جنید کو بیس ہزار سپاہی بھیجے تا کہ وہاں امن وامان قائم کر سکے۔ لیکن کمک آنے سے پہلے ہی وفات پا گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۴۸۵۔۴۸۷)

جون آف آرک: ۱۵۲۔A۲

فرانسیسی ہیروئن اور نجات دہندہ۔ غریب والدین کے گھر پیدا ہوئی کہتے ہیں کہ اسے غیب سے آوازیں آتی تھیں۔ اسے بشارت ہوئی کہ اُٹھ اور فرانس کو برطانیہ کی محکومی سے نجات دلا۔ اس نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کیا اور فتح حاصل کی۔ ۱۴۳۰ء میں لڑائی میں زخمی ہو کر انگریزوں کے ہاتھ آئی۔ انگریزوں نے ۱۴۳۱ء میں روئن کے مقام پر اس پر مقدمہ چلایا اور آگ میں جلا کر ہلاک کر دیا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۵۶۲)

جوہان ٹاپو: ۵۔۶۴

جرمنی نقاش ''جوہان ٹاپو'' اپنی سب سے لمبی ڈاڑھی کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق اس وقت سب سے لمبی ڈاڑھی کینیڈا کے سروان سنگھ کی ہے۔ ۱۱۔ نومبر ۲۰۰۸ء کو کی جانے والی پیمائش کے مطابق سب سے لمبا بال سات فٹ آٹھ انچ ہے۔ بنی اسرائیل مصر میں غلامی کی زندگی بسر کرتے تھے تو ان کو ڈاڑھی منڈانے کی اجازت نہیں تھی۔ سکندر اعظم نے اپنی فوج میں ڈاڑھی رکھنا ممنوع قرار دیا تھا۔ روس میں پیٹر اعظم کے وقت اور انگلستان میں اس سے کچھ عرصہ پیشتر ڈاڑھی پر ایک ٹیکس لگایا جاتا تھا۔ ڈاڑھی رکھنا صرف شاہی اعزاز سمجھا جاتا تھا چنانچہ انگلستان کے تمام بادشاہ ڈاڑھی رکھتے

تھے۔ ایڈورڈ ہشتم نے اس رسم کو خیر باد کہہ دیا۔ ڈاڑھی کی بحث ان ممالک میں پیدا نہیں ہوتی جن کے باشندے قدرتی طور پر اس سے محروم ہیں۔ مثلاً چین، جاپان، کوریا، ملایا، ہند چینی، میانمر، نیپال اور وہ تمام علاقے جس میں منگول نسل کے لوگ بستے ہیں۔

(www.guniness book of world record. Com. {Site Visited: 6th August 2010})

جہاں آرا بیگم: ۷۔۳۴

(۱۶۱۴ء۔ ۱۶۸۱ء) شاہجہاں کی پہلونٹی کی بیٹی۔ اپنی والدہ کی وفات کے بعد اسے سلطنت کی ''خاتون اول'' کا اعزاز نصیب ہوا۔ وہ ساری زندگی اپنے والد کی تہ دل سے فرماں بردار رہی۔ اورنگ زیب کے حریف، یعنی اپنے بھائی داراشکوہ کے ساتھ حد درجہ محبت کی بنا پر وہ اورنگ زیب کی مورد عتاب رہی۔ شاہجہاں کی معزولی کے زمانے میں اپنے باپ اور بھائی کے درمیان ایک واسطے کی حیثیت رکھتی تھی۔ وصیت کے مطابق اُس کو مرنے کے بعد نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ کے صحن میں دفن کیا گیا۔ جہاں آرا ایک باکمال خاتون اور تصوف پر دو کتابوں کی مصنف تھی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۵۴۵۔ ۵۴۶)

جہانگیر: ۱۵۴۔۷

اکبر اعظم کے تین لڑکے تھے، سلیم، مراد اور دانیال۔ مراد اور دانیال باپ کی زندگی ہی میں شراب نوشی کی وجہ سے فوت ہوئے۔ سلیم اکبر کی وفات کے بعد نو الدین جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس نے کئی مفید اصلاحات نافذ کیں، شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال حکماً بند کیا۔ فریادیوں کی دادرسی کے لئے اپنے محل کی دیوار سے ایک زنجیر لٹکا دی، جسے زنجیر عدل کہا جاتا تھا۔ جہانگیری کے زمانے میں انگریز سرٹامس نے پہلی بار تجارتی حقوق حاصل کئے۔ اس کی کتاب ''تزک جہانگیری'' کو بڑی شہرت ملی۔

(نورالدین محمد جہانگیر، ''توزک جہانگیری''، جلد اول، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء، متعدد صفحات)

چکبست، پنڈت برج نارائن: ۱۳۵۰۸

(۱۸۸۲ء۔ ۱۹۲۶ء) شاعر، ادیب اور نقاد۔ کشمیری برہمن تھے۔ فیض آباد میں پیدا ہوئے، اور اوائل عمری میں لکھنؤ آ گئے اور قانون کا امتحان پاس کر کے وکالت کرنے لگے۔ نو برس کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا۔ کسی استاد کو کلام نہیں دکھایا۔ کثرت مطالعہ و مشق سے خود ہی اصلاح کرتے رہے۔ کوئی تخلص بھی نہیں رکھا۔ کہیں کہیں چکبست استعمال کیا ہے جو ان کی گوت تھی۔ شاعری کی ابتدا غزل سے کی، آگے چل کر قومی نظمیں لکھنے لگے۔ کئی مرثیے بھی لکھے۔ مثنوی ''گلزار نسیم'' کے حوالے سے شرر کے ادبی معرکے میں حصہ لیا۔ ایک رسالہ 'ستارہ صبح' بھی جاری کیا تھا۔ مجموعہ کلام 'صبح وطن' کے نام سے شائع ہوا۔

انھوں نے کچھ انگریزی نظمیں بھی لکھیں۔

(محمد جمیل احمد، ''اردو شاعری پر ایک نظر''، کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۲۶۶۔۲۷۰)

چنگیز: 18A۔۲۵۲

(۱۱۶۲ء۔ ۱۲۲۷ء) منگول سردار۔ اصل نام تموجن تھا۔ تیرہ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس وقت ہر قوم کا جدا جدا سردار تھا۔ اس نے کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد متفرق اقوام کو متحدہ کر کے ان کا بادشاہ بن گیا اور خاقان کا لقب اختیار کیا اور اقراقرم دارالسلطنت بنایا۔ اس نے تاتار اور چین کو اپنا ماتحت کر لیا۔ بخارا، اسمرقند، بلخ، ارگنج، نیشاپور، ہرات، رے اور دیگر علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے فوج کی تنظیم کے جو اصول مقرر کیے وہ صدیوں تک فوجی ماہروں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتے رہے۔ وہ ۸۴ لاکھ انسانوں کا قاتل قرار دیا جاتا ہے۔

(امین رندھاوا، ''فاتحین عالم''، فیصل آباد: گلاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱۲۔۲۰۰)

حاتم طائی: ۵۔۱۸۶

عرب کے عہد جاہلیہ کا نامور شاعر، غیر معمولی شجاعت اور سخاوت کی وجہ سے مشہور ہے۔ عہد اسلام سے کچھ عرصہ قبل فوت ہوا۔ اس کی بیٹی سفانہ عروج اسلام کے زمانے میں گرفتار ہو کر دربار نبوت میں پیش ہوئی تو اس نے نبی اکرمؐ کے سامنے اپنے باپ کی فیاضیوں اور سخاوت کا تذکرہ کیا۔ نبی اکرمؐ نے اس کو رہا کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ حاتم اسلامی اخلاق کا حامل تھا۔ حاتم کا دیوان پہلی بار رزق اللہ حسّون نے لندن سے ۱۸۷۲ء میں شائع کیا۔ اسی دیوان کا ترجمہ جرمن زبان میں بھی چھپا۔ حاتم کے بیٹے عدی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(عبدالحلیم شررؔ، ''سیر رجال'' لاہور: سید مبارک علی شاہ گیلانی پریس، س۔ن، ص ۱۵۸۔۱۶۶)

حافظ شیرازی: 1B۔۷۶۵

(۱۳۲۵ء۔ ۱۳۸۸ء) فارسی شاعر۔ نام خواجہ شمس الدین محمد جو شیراز میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں باپ کے سائے سے محروم ہو گئے۔ اس لیے گذر اوقات کے لیے ایک خمیر ساز کے ہاں آٹا گوندھنے کی نوکری کر لی۔ تحصیل علم کا بہت شوق تھا۔ فارغ اوقات میں مکتب جاتے اور وہیں قرآن حفظ کیا اور اسی کی مناسبت سے حافظ تخلص رکھا۔ سلطان محمود شاہ بہمنی والئی دکن نے زادراہ بھیج کر بلایا۔ لیکن سمندر میں تلاطم دیکھ کر جہاز سے اُتر آئے۔ ایک غزل لکھ کر سلطان کی خدمت میں بھیجی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب امیر تیمور شیراز آیا تھا تو وہ بھی حافظ سے ملا تھا۔ حافظ نے شیراز ہی میں وفات پائی۔ اس کے دیوان کو اُن کے شاگرد دوست محمد گل نے مرتب کیا تھا، جو غزلیات، قصائد، قطعات اور چند رباعیات پر مشتمل ہے۔ دیوان کے متعدد ترجمے مختلف زبانوں میں ہوئے ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، جلد پنجم، فارسی ادب جلد سوم، ص۔ ۱۸۱۔۱۸۶)

حالی، الطاف حسین: ۷۔۱۰۰

(۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء) شاعر، ادیب نقاد۔ پانی پت کرنال میں پیدا ہوئے۔ وطن میں قرآن مجید ختم کر کے فقہ، حدیث، فلسفہ، منطق کی تعلیم پا رہے تھے کہ شادی ہوگئی۔ پھر تلاش روزگار کے لیے لاہور پہنچے جہاں سررشتہ تعلیم میں ملازمت مل گئی۔ یہاں کرنل ہالرائڈ کی زیرِ سرپرستی مولانا آزاد کے مشاعرے کے لیے کئی مشہور نظمیں لکھیں۔ چار برس بعد دہلی جا کر اینگلو عربک سکول میں استاد ہوگئے۔ سرسید کی تحریک سے وابستہ ہوکر قومی اور ملی خدمات انجام دیں۔ دین سے گہری وابستگی تھی۔ سرسید کے ایما پر ''مسدس حالی''، لکھی۔ جس میں مسلمانوں کو ان کا روشن ماضی دکھا کر احساس زیاں پیدا کیا۔ مسدسِ حالی کے علاوہ حیاتِ جاوید، حیاتِ سعدی اور یادگارِ غالب ان کی اہم کتابیں ہیں۔

(صالحہ عابد حسین، ''یادگارِ حالی''، میر پور (آزاد کشمیر): ارشد بک سیلرز، س۔ن، متعدد صفحات)

حجاج بن یوسف: ۲A۔۶۳

(۶۶۱ء۔۷۱۴ء) بنوامیہ کا ایک جرنیل۔ طائف کے ایک گمنام گھرانے میں پیدا ہوا۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اس کی ذہانت دیکھ کر اس کو سپہ سالار افواج بنا دیا۔ حجاج نے پہلی لشکر کشی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف کی اور انھیں شہید کر دیا۔ خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے جس سے کعبہ کی دیواریں شق ہوگئیں اور حجر اسود کے تین ٹکڑے ہوگئے۔ عبدالملک نے اسے عراق کا گورنر بنا دیا۔ مالک بن دینار کے مطابق حجاج نے ایک لاکھ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور جب مرا تو اس وقت جیل میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں قید تھیں۔ محمد بن قاسم نے سندھ پر لشکر کشی اسی کی زیرِ ہدایت کی تھی۔ واسط کے مقام پر وفات پائی۔ اس شہر کو آباد بھی اسی نے کیا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۹۲۶۔۹۳۴)

حرب بن اُمیہ: ۵۔۱۲۴

ابوسفیان کا باپ اور ابولہب کا خسر، اپنے دور میں مکے کی اہم شخصیتوں میں سے ایک، جس نے سب سے پہلے عربی تحریر استعمال کی۔ وہ اُن پہلے اشخاص میں سے ہے جنھوں نے شراب ترک کی۔ فوجی قائد کے طور پر عبدالمطلب کا جانشین ہوا۔ قریش کی حرب فجار میں قیادت بھی اسی نے کی۔

(محمد ادریس بھوجیانی، ''خاندان نبوت''، ٹوبہ ٹیک سنگھ: مکتبہ رحمانیہ، طبع دوم ۱۹۹۳ء، ص ۳۷)

حریری: ۱A۔۷۳

ابومحمد القاسم بن علی بن محمد بن عثمان حریری، عربی کا مشہور شاعر اور ماہر لسانیات۔ تعلیم کا آغاز بصرے سے ہوا۔ بعد ازاں وہ صاحب الخبر یعنی رئیس محکمہ خفیہ اطلاعات کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ حریری کو اپنے فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں

بغداد کے مختلف اعیان سلطنت سے واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ حریری کا شاہکار "مقامات" ہے جو بارہویں صدی عیسوی کے آغاز سے اہل اندلس کے ادبی نصاب میں داخل تھی۔ "مقامات" کو مصنف کی زندگی ہی میں کلاسیک کا رتبہ حاصل ہوگیا تھا۔ گارساں دتاسی نے حریری کو یورپ میں متعارف کرایا۔ اس کے بعد کئی دوسرے مستشرقین نے اس کے ایڈیشن مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیے۔ حریری کا ایک دیوان بھی ہے۔ جواب نایاب ہے۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد ۸، ص ۱۶۲۔۱۶۵)

حسانؓ بن ثابت: ۷۔۱۳۰

صحابیِ رسولؐ، نام حسان، کنیت ابوالولید، لقب شاعر رسول اللہؐ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۶۰ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ ضعف قلب کی وجہ سے کسی غزوہ میں حصہ نہیں لیا۔ جان کی بجائے زبان سے جہاد کیا۔ قریش کے ہجویہ اشعار کا جواب دیتے۔ اپنے زمانے کے چوٹی کے شعرا کو انھوں نے شعر گوئی کے ایک مقابلے میں نیچا دکھایا تھا۔ ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت حسانؓ اسلام کی مذہبی شاعری کے بانی ہیں۔ ان کے کلام میں مدح، فخر، ہجو سب انواع شعر شامل ہیں۔ ابن منظور نے "لسان العرب" میں تقریباً ڈیڑھ سو مرتبہ حضرت حسانؓ کے اشعار بطور سند استعمال کیے ہیں۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد ۸، ص ۲۰۷۔۲۰۸)

حسان بن نعمان غسانی: ۲A۔۳۱۷

نامور مسلمان جرنیل، مدبر اور سیاست دان، حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں افریقہ کا والی رہا۔ عبدالملک کے زمانے میں مصر کا عامل مقرر ہوا۔ افریقہ میں شورش برپا ہوئی تو عبدالملک کے حکم سے قرطاجنہ کو فتح کیا۔ ملکہ کاہنہ کی بربر فوج سے سخت مقابلے میں مسلمانوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا تو حسان کو پسپا ہونا پڑا۔ دوبارہ حسان نے تیاری کے بعد حملہ کیا تو اُن تمام قلعوں کو فتح کیا جو افریقہ میں رومیوں کے قبضے میں تھے۔ ملکہ کاہنہ کو قتل کر کے افریقہ میں اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ حسان مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی اثنا میں مصر کے والی عبدالعزیز نے اسے معزول کر دیا اور اس کی سب املاک ضبط کر لیں۔ آخری عمر میں حسان نے کوئی عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ عام سپاہیوں کی طرح رومیوں کے خلاف لڑتے ہوئے ۷۰۵ء میں شہید ہوا۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد ۸، ص ۲۱۰۔۲۱۱)

حسن بن صباح: ۶۔۳۰

اسماعیلیہ فرقے کی ایک دہشت پسند اور خفیہ جماعت کا بانی جو ایران میں پیدا ہوا۔ ۱۰۷۱ء میں مصر گیا اور وہاں سے فاطمی خلیفہ المستنصر کا داعی بن کر فارس آیا۔ ۱۰۹۵ء میں کوہ البرز میں الموط کے قلعے پر قبضہ کر لیا جو قزوین اور رشت کے راستے

میں ہے۔ کچھ عرصہ بعد اسماعیلیوں سے قطع تعلق کر کے اپنے آپ کو شیخ الجبال نامزد کیا اور قلعہ الموط کے آس پاس کے علاقوں میں چھوٹی سی ریاست قائم کر لی۔ حسن بن صباح کے داعیوں نے بہت سے مسلمان اور عیسائی قتل کیے۔ یہ دہشت گرد تنظیم اس قدر منظم تھی کہ سبھی بادشاہ اس سے ڈرتے تھے۔ حسن بن صباح کی موت کے بعد بزرگ امیر اُس کا نائب اس کا جانشین ہوا۔ اس جماعت کا خاتمہ ہلاکو خاں کے ہاتھوں ہوا، جس نے حسن بن صباح کے آخری جانشین رکن الدین کو گرفتار کر لیا اور ہزاروں فدائیوں کو قتل کر دیا۔

(ابوالقاسم رفیق دلاوری، ''جھوٹے نبی''، لاہور: نگارشات ۲۰۰۳ء، ص ۲۸۶۔ ۳۲۵)

حسن نظامی: ۵۔ ۹۲

(۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) خواجہ حسن نظامی دہلی میں پیدا ہوئے۔ غربت کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ والدین نے ایسی تربیت دی کہ مفلس ماں باپ کا بیٹا دہلی کے بڑے ادیبوں میں شمار ہونے لگا۔ شمس العلماء کا خطاب ملا۔ روحانی معاملات میں اتنی ترقی کی کہ تین لاکھ مریدوں کے مرشد بنے۔ ان کے ایک ہاتھ میں دنیا تھی تو دوسرے ہاتھ میں دین۔ دلی اور ان کا نام لازم و ملزوم تھے۔ ان کی پہلی تصنیف ''مفلسی کا مجرب علاج'' تھی جو علامہ جلال الدین سیلوی کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے۔ خواجہ حسن نظامی کی شہرت ان کے مصر، شام اور حجاز کے سفرنامے سے ہوئی۔ جس میں انھوں نے سیدھے سادے اندازِ تحریر کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے کئی رسالے بھی نکالے جن میں ''توحید'' ''منادی'' اور ''رعیت'' شامل ہیں۔ تصانیف کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ دہلی میں ستتر سال کی عمر میں وفات پائی اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء ؒ کے احاطے میں سپردِ خاک ہوئے۔ علامہ اقبال سے گہری دوستی تھی لیکن جب غلامہ نے ''اسرار درموز'' میں مروجہ تصوف پر تنقید کی تو ان کے سخت مخالف ہو گئے۔

(محمد حنیف شاہد، ''شمس العلما'' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۱۔ ۱۱۵)

حمزہؓ بن عبدالمطلب: ۶۔ ۱۳۶

حضورؐ کے چچا۔ شروع میں اسلام کے مخالف تھے، بعثت کے دو برس بعد جب ابوجہل حضورؐ کی مخالفت میں حد سے تجاوز کر گیا تو حضورؐ کی حمایت کے جوش میں اسلام قبول کر لیا۔ بے حد دلیر اور جری تھے۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی۔ جنگ بدر میں حصہ لیا اور خوب دادِ شجاعت دی۔ جنگ احد میں وحشی نامی غلام نے ان پر چھپ کر نیزہ پھینکا جس سے شہادت طپائی۔ مشہور ہے کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جوش انتقام میں ان کا کلیجہ نکال کر چبایا اور ان کی لاش کا مثلہ کیا۔ حضورؐ نے آپ کو سید الشہداء کے لقب سے نوازا۔

(محمد ادریس بھوجیانی، ''خاندان نبوت''، ص ۲۸۳)

حنظلہ بن صفوان: ۵۔۴۴

۱۔ آنحضرت محمدؐ اور حضرت مسیحؑ کے درمیانی عرصہ کے لوگوں میں سے ایک شخص، جسے اصحاب الرس کی طرف مبعوث ایک نبی خیال کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ قرآن مجید کی عبارت اصحٰب الرس (الفرقان: ۳۸) کی تفسیر سے حنظلہ بن سنان کا کردار منسوب کر دیا گیا، جو اس نے افسانوی پرندہ عنقا کو ہٹانے یا ہلاک کرنے میں ادا کیا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق ان کا بادشاہ فوت ہوا تو اس کی رعایا نے اسے حنوط کر لیا تو شیطان نے اس میں داخل ہو کر اپنی پرستش شروع کروادی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف نبی کو بھیجا تا کہ ان پر شیطان کے دھوکے کا انکشاف کریں۔ لیکن اصحاب الرس نے اُن کی بات پر یقین نہ کیا، اور حنظلہ بن صفوان کو قتل کر ڈالا اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ اس کے جلد بعد انتقام الٰہی واقع ہوا اور اس قوم کو ہلاک کر دیا گیا اور ان کا ملک جنوں اور جنگلی جانوروں کو دے دیا گیا۔

۲۔ حنظلہ بن صفوان بن زہیر کلبی، بنوامیہ کا سپہ سالار اور مصر کا والی۔ مصر میں اپنے سہ سالہ عہد حکومت میں مجسموں کو تباہ کروا دیا اور تصاویر کو مٹوا دیا۔ جب افریقی بربروں نے عرب گورنر کلثوم بن عیاض کو قتل کر دیا تو ہشام کے حکم سے افریقہ پر حملہ آور ہوا، اور وہاں امن وامان قائم کیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۸، ص ۶۸۲)

حنیفہؒ، امام: ۶۔۴۷

(۶۹۹ء۔۷۶۷ء) مسلمانوں کے چار مکاتب فقہ میں سے پہلے مکتب کے بانی، نعمان بن ثابت نام، ابوحنیفہ کنیت۔ امام ابوحنیفہ نے جید علماء سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مکہ معظمہ میں عطا ابن رباح اور مدینہ منورہ میں امام باقر سے علوم حاصل کیے۔ خلیفہ منصور کے زمانے میں بغداد بلائے گئے اور عہدہ قضا پیش کیا۔ آپ کے انکار پر قید کر دیا گیا۔ قید خانہ کی جانب لوگوں کا اس قدر رجحان دیکھ کر بغاوت کا اندیشہ ہوا تو آپ کو قید ہی میں زہر دلوا کر شہید کر دیا گیا۔ مشرق قریب، وسطی ایشیا اور برعظیم کے مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی کی پیرو ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نامور شاگردوں میں امام ابو یوسف اور امام محمد شیبانی قابل ذکر ہیں۔ آپ کے نظریات اور فتووں کو آپ کے شاگردوں اور عقیدت مندوں نے مدون کیا۔

(ابوزہرہ مصری، ''حیات امام ابوحنیفہ''، مترجم: غلام احمد حریری، فیصل آباد: ملک سنز تاجران کتب، ۱۹۸۳ء، متعدد صفحات)

حوا: IB۔۵۳

حضرت آدمؑ کی بیوی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے اُن کی تخلیق ہوئی۔ ان کا نام قرآن میں نہیں آیا صرف زوجہ آدم کا کئی مقام پر ذکر ہے۔ حضرت آدم اور حوا کو حکم خداوندی سے اس زمین پر اُتارا گیا۔ یہودی روایات کے مطابق آدمؑ اور حوا کی شادی میں خدا، جبرئیل اور دوسرے فرشتے شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت حوا حضرت آدمؑ کے دو

سال بعد فوت ہوئیں اور ان کے پہلو میں دفن کی گئیں۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۶۳۱)

خاقانی: ۶۔۶۱

(۱۱۲۶ء۔ ۱۱۹۸ء) حسان العجم افضل الدین بدیل خاقانی شیروانی، ایران کا جلیل القدر قصیدہ گو شاعر۔ خاقانی آذربائی جان کے قریب ایک مشہور شہر شروان میں پیدا ہوا۔ طب، ہیئت، الٰہیات جیسے علوم حاصل کیے۔ خاقانی کی طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل تھی۔ ابو العلا (سسر) کے توسط سے دربار میں رسائی ملی۔ حج پر جاتے ہوئے حاکم موصل کی وساطت سے عباسی خلیفہ المقتفی سے ملاقات ہوئی۔ حج سے واپسی پر درویشوں کی صحبت کی طرف میلان ہونے کی وجہ سے دربار سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہی لیکن شروانشاہ کو منظور نہ تھا۔ آخر ایک دن بلا اجازت دربار کو خیر باد کہہ کر بیلقان پہنچ گیا، لیکن شروانشاہ کے گماشتے پکڑ کر واپس لے آئے اور محبوس کر دیا۔ اسیری کے دوران خاقانی نے غالباً جیسیہ نظمیں لکھیں۔ تقریباً ایک سال بعد رہائی ملی آخر وہ تبریز میں زاویہ نشین ہو گیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، جلد ۳ فارسی ادب اول، ص ۲۰۹، ۲۲۰۔ ۲۲۱، ۲۴۷، ۳۲۷)

خالد بن برمک: ۲۸۔۳۲

پہلا برمک تھا جو ابو العباس سفاح کا وزیر تھا۔ وہ جعفر برمک کا دادا تھا۔ ۷۸۰ء یا ۷۸۲ء میں فوت ہوا۔

(''مشاہیر مشرق''، ص ۲۰۲)

خالد بن عبداللہ القسری: ۲۵۴۔۷

عراق کا ایک گورنر جو ظلم و ستم میں حجاج بن یوسف سے کم نہ تھا۔ ہشام کے بعد اس کے جانشین ولید نے اسے قید کر دیا اور بڑی رقم لے کر اس کو اس کے جانی دشمن یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یوسف اسے کوفے لے آیا، جہاں اُسے اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیا گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۸، ص ۸۲۴۔ ۸۲۶)

خالدؓ بن ولید: ۲۔۲۸

اسلامی سپہ سالار۔ پورا نام خالد بن ولید بن مغیرۃ جنگ اُحد میں فوج کفار کی کمان انہی کے ہاتھ میں تھی اور انہوں نے ہی مسلمانوں کی فتح کو شکست میں بدل دیا تھا۔ ۸ھ میں اسلام قبول کیا۔ عرب، ایران، عراق اور شام کے بیشتر محاذوں پر اسلامی فوجوں کی قیادت کی اور ہر معرکے میں فتح پائی۔ نبی اکرمؐ نے آپ کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کا کوئی معرکہ آپ کے تذکروں سے خالی نہیں۔ جوش جہاد میں اکثر جان پر کھیل جاتے اور دشمن کی تعداد کا خیال نہ

کرتے۔ فاروق اعظم نے سالارِ لشکر ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہؓ کو سالار مقرر کر دیا تھا۔ خالدؓ بن ولید کی عمر کا بیشتر حصہ میدانِ جنگ میں بسر ہونے کے باوجود موت بستر پر آئی۔ مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آغاز اسلام میں خالدؓ سے بڑھ کر کسی اسلامی سپہ سالار میں ایسا بے پناہ عسکری تدبر نہ تھا۔

(سید امیر احمد، ''خالدؓ بن ولید''، لاہور: قومی کتب خانہ، طبع سوم ۱۹۵۲ء، متعدد صفحات)

خاندان بنی امیہ:

(۶۶۲)ء تا (۷۵۰ء)

امیر معاویہؓ	:	(۶۶۲ء)(۶۸۱ء)
یزید بن معاویہ	:	(۶۸۱ء) تا (۶۸۵ء)
معاویہ ثانی	:	(۶۸۵ء) تا (۶۸۵ء)
مروان بن حکم	:	(۶۸۵ء) تا (۶۸۶ء)
عبدالملک	:	(۶۸۶ء) تا (۷۰۶ء)
ولید	:	(۷۰۶ء) تا (۷۱۵ء)
سلیمان بن عبدالملک	:	(۷۱۵ء) تا (۷۱۷ء)
حضرت عمر بن عبدالعزیز	:	(۷۱۷ء) تا (۷۲۰ء)
یزید بن عبدالملک	:	(۷۲۰ء) تا (۷۲۴ء)
ہشام بن عبدالملک	:	(۷۲۴ء) تا (۷۴۳ء)
ولید ثانی	:	(۷۴۳ء) تا (۷۴۴ء)
یزید ثالث	:	(۷۴۴ء) تا (۷۴۴ء)
ابراہیم	:	(۷۴۴ء) تا (۷۴۵ء)
مروان ثانی	:	(۷۴۵ء) تا (۷۵۰ء)

(''گھریلو انسائیکلو پیڈیا''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۲۱۔۱۲۲۲)

خاندانِ بنی عباس:

(۱۳۲ھ) تا (۶۵۶ھ)

السفاح	:	۱۲۳ھ تا ۱۳۶ھ

ابوجعفر منصور : ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ

محمد مہدی : ۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ

ہادی : ۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ

ہارون الرشید : ۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ

محمد الامین : ۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ

المامون : ۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ

معتصم باللہ : ۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ

واثق باللہ : ۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ

المتوکل : ۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ

مستنصر باللہ : ۲۴۷ھ تا ۲۴۸ھ

مستعین باللہ : ۲۴۸ھ تا ۲۵۲ھ

معتز باللہ : ۲۵۲ھ تا ۲۵۵ھ

مہتدی : ۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ

معتمد علی باللہ : ۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ

معتضد باللہ : ۲۷۹ھ تا ۲۸۹ھ

مکتفی باللہ : ۲۸۹ھ تا ۲۹۵ھ

مقتدر باللہ : ۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ

القاہر باللہ : ۳۲۰ھ تا ۳۲۲ھ

راضی باللہ : ۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ

المتقی باللہ : ۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ

مستکفی باللہ : ۳۳۳ھ تا ۳۳۴ھ

مطیع باللہ : ۳۳۴ھ تا ۳۶۳ھ

طائع باللہ : ۳۶۳ھ تا ۳۸۱ھ

القادر باللہ : ۳۸۱ھ تا ۴۲۲ھ

القائم بامر اللہ : ۴۲۲ھ تا

عباسی خلفا کی کل تعداد ۳۷ ہے۔ ان کی حکومت ۶۵۶ ہجری (۱۲۵۸ء) تک قائم رہی۔ آخری خلیفہ مستعصم باللہ تھا جسے ہلاکو خاں نے ہلاک کر دیا۔

(''گھریلو انسائیکلو پیڈیا''، ص۱۲۲۔۱۲۲۳)

خسرو پرویز: ۳۲۵۔2A

نوشیرواں کا پوتا جو اپنے باپ ہرمز کے قتل کے بعد ساسانی تخت پر بیٹھا۔ فارسی ادب کی مشہور ہیروئن شیریں اس کی ملکہ تھی۔ خسرو پرویز ہی وہ بدبخت شہنشاہ تھا جس نے حضوؐ کے نامہ مبارک کو پھاڑ دیا۔

(سید عابد علی عابد: ''تلمیحاتِ اقبال''، ص ۲۷۷ {حصہ زبورِ عجم})

خضرؑ: ۶۹۳۔IB

ایک پیغمبر کا لقب، اصل نام نامعلوم۔ قرآن کی سورۃ الکہف میں خدا کے ایک بندے کا قصہ بیان کیا گیا ہے مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد حضرت خضرؑ ہیں۔ عام اعتقاد ہے کہ خضرؑ کا کام سمندر اور دریاؤں میں لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے۔ بعض علماء آپ کو پیغمبر نہیں مانتے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۸، ص ۹۴۶)

خوشی محمد ناظر: ۸۔۱۲۳

(۱۸۶۹ء۔۱۹۴۴ء) قصبہِ ہریہ والا ضلع گجرات (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ علی گڈھ سے ۱۸۹۳ء میں بی۔ اے کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں ریاست کشمیر کی ملازمت اختیار کی اور ۱۹۲۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ مجموعہ کلام ''نغمہ فردوس'' دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''انتخاب زریں۔ اُردو نظم''، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص ۸۹)

خیام: 1A۔۲۶۷

(۱۰۴۸ء۔۱۱۳۱ء) حکیم ابوالفتح عمر خیام بن ابراہیم۔ فارسی شاعر اور فلسفی۔ آپ نیشا پور میں پیدا ہوئے، علوم و فنون کی تحصیل کے بعد ترکستان چلے گئے۔ ملک شاہ سلجوقی نے انہیں اپنے دربار میں بلا کر رصد خانہ ملک شاہی کی تعمیر کا کام سپرد کر دیا۔ یہیں فلکیاتی کا ترجمہ دنیا کی قریباً سب معروف زبانوں میں ہو چکا ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۲۶۷)

دارا: ۵۳۱۔IB

اس نام کے تین بادشاہ گذرے ہیں:

۱۔　دارا اول (Darius-I)۔ (دور حکومت ۵۲۲ ق م۔ ۴۸۶ ق م) ایران کا شہنشاہ، گشتاپ کا بیٹا اور ہنجا خاندان کا فرد تھا۔ کمبوجیا کی وفات اور غاصب گومتا کے قتل کے بعد مدائن کے تخت پر بیٹھا۔ تین سال تک اندرونی بغاوتوں کو فرد کرنے میں مصروف رہا پھر سلطنت کے نظم ونسق کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطنت کو ۲۸ صوبوں میں تقسیم کیا۔ ان میں گندھارا، مکران، بلوچستان، عرب اور مصر قابل ذکر ہیں۔ زرتشی مذہب کا پیرو تھا۔ اسے داریوش کبیر بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔　دارا دوم (دور حکومت ۴۲۴ ق م۔ ۴۰۴ ق م) اُردشیر اول کا بیٹا جو ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اپنی بہن پر یاستیس سے شادی کی. تمام عمر ملکہ اور خواجہ سراؤں کے زیر اثر رہا۔ اس کے عہد میں ایران میں بکثرت بغاوتیں ہوئیں اور سلطنت کا زوال شروع ہوا۔

۳۔　دارا سوم (دور حکومت ۳۳۶ ق م۔ ۳۳۰ ق م) ہنخامنشی خاندان کا آخری بادشاہ جو اُردوشیر سوم کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اُردشیر نے اسے آرمینیا کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس نے اربیلا کی جنگوں میں سکندر کی فوجوں کا بہادری سے مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی اور شمال کی طرف فرار ہوگیا، جہاں باختر کے ایرانی گورنر بے سس نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد اس خاندان سے ایرانی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، جلد اول، ص ۵۸۷)

داغ دہلوی: ۸۔۱۳۴

(۱۸۳۱ء۔ ۱۹۰۵ء) اردو شاعر، نواب شمس الدین احمد خاں والئی فیروز پور جھرکہ کے بیٹے دہلی میں پیدا ہوئے، چھے برس کے تھے کہ باپ کو انگریزوں نے پھانسی دے دی اور والدہ نے بہادر شاہ ظفر کے ولی عہد محمد سلطان عرف مرزا فخرو سے عقد کرلیا۔ داغ ماں کے ہمراہ لال قلعے میں رہنے لگے۔ شاعری میں ذوق کے شاگرد ہوئے۔ مرزا فخرو کے انتقال کے بعد اہل خانہ کے ساتھ رامپور چلے گئے۔ نواب کلب علی خاں کی وفات کے بعد مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے دہلی واپس آ گئے۔ ۱۸۹۱ء میں سر آسمان جاہ کی درخواست پر حیدر آباد گئے اور یہیں وفات پائی۔ تصانیف میں تین دیوان ''گلزار داغ'' ''آفتاب داغ'' اور ''مہتاب داغ'' ہیں۔ پہلے دو دیوان رامپور میں مرتب ہوئے، تیسرا حیدر آباد میں۔ ایک مثنوی ''فریاد داغ'' ہے۔ ایک مجموعہ کلام یادگار داغ کے نام سے انتقال کے بعد شائع ہوا۔ ان کے جتنے بھی شاگرد تھے اُردو کے اساتذہ میں کسی اور کو نصیب نہیں ہوئے۔

(داغ دہلوی، ''یادگار داغ''، مرتبہ: کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء، متعدد صفحات)

داؤدؑ: 1A۔۳۰۲

اسرائیلی نبی۔ قرآن مجید کی سورہ بقرہ، نسآ، مائدہ، انعام، اسراء، انبیاء، نمل، سبا اور حس میں آپ کا ذکر ہے۔ قرآن

سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کے ایک طاقتور بادشاہ اور نبی تھے۔ طالوت کی طرف سے جالوت سے لڑے۔ آپ نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے آپ کو بادشاہی اور نبوت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر زبور نازل کی، پرتاثیر آواز بخشی۔ قرآن نے آپ کو خلیفۃ اللہ فی الارض بھی کہا ہے۔ آپ سے قبل یہ اعزاز صرف حضرت آدمؑ کو حاصل تھا۔ بائبل میں آپ کے مفصل حالات ملتے ہیں۔ لیکن بائبل کا ڈیوڈ (داوٗد) نبی نہیں تھا، صرف بادشاہ تھا۔ بعض مورخین کے مطابق آپ جالوت کو قتل کر کے اور بعض کے خیال میں اس کی طبعی موت کے بعد بادشاہ بنے۔ آپ نے یروشلم میں ہیکل کی بنیاد رکھی جو آپ کے فرزند حضرت سلیمانؑ کے عہد میں مکمل ہوا۔ بائبل کے مطابق آپ نے چالیس برس حکومت کی اور شہر صیہون میں دفن ہوئے۔

(مولانا شاہ محمد جعفری پھلواروی: ''اسلام اور موسیقی''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۳۳۔۳۵)

داوٗد طائی: ۵۔۱۸۶

ایک مسلمان حکیم تھا۔ اس نے ۲۰ برس تک امام ابوحنیفہ کی خدمت کی۔ اس کو حبیب راعی کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ فضیل ایاز ابراہیم ادھم اور معروف کرخی کا ہم عصر تھا۔ المنصور کے جانشین المہدی کے زمانے میں ۷۸۲ء میں انتقال کیا۔

(''مشاہیر مشرق''، ص ۲۱۷)

دبیر: ۱۸۔۱۳۴

(۱۸۰۳ء۔۱۸۷۵ء) مرزا سلامت علی دبیر لکھنوی ایک اردو شاعر، جنھوں نے اپنی ساری زندگی شہدائے کربلا کی شہادت پر انتہائی عقیدت مندانہ مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کے لیے وقف کر دی تھی۔ سات سال کی عمر میں دہلی سے لکھنؤ منتقل ہوگئے۔ صرف ۱۸۵۲ء کے ہنگاموں میں کچھ عرصہ سیتاپور میں منتقل ہوئے۔ آخر عمر میں واپس لکھنؤ آئے۔ اسی کبرسنی میں انھوں نے محرومی بصارت اور جوان بیٹے اور بھائی کی موت کے صدمات اُٹھائے۔ لکھنؤ ہی میں انتقال ہوا۔ شاعری میں ان کے حریف ان کے معاصر میر انیس تھے۔ ان کی رقابت کی وجہ سے مداحین بھی دو حریف گروہوں میں بٹ گئے۔ جو ''دبیریے'' اور ''انیسیے'' کہلاتے۔ شبلی نعمانی نے ''موازنہ انیس و دبیر'' لکھا۔ دبیر کے مرثیے کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔ ایک مرثیہ بےنقاط لکھا ہے۔ کم از کم تین ہزار مرثیے کہے، رباعی، اسلام اور نوحے اس کے علاوہ ہیں۔ ابتدائے عمر میں مرزا نے غزلیات کے بھی تین دیوان مرتب کیے تھے لیکن بعد ازاں یا تو ضائع ہوگئے یا گم ہوگئے یا شاید شاعر نے انھیں اپنے کلام سے خارج کر دیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۲۰۶۔۲۰۸)

دحیہ کلبیؓ: ۲۔۷۷۔ IB

رسولؐ کے صحابی اور مالدار تاجر تھے۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے حسین وجمیل تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر ان کی صورت اختیار کر کے نبیؐ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ۵ھ میں انہیں ہرقل کے پاس رسولؐ کا مکتوب پہنچانے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ حضرت دحیہ کلبیؓ نے اپنا منصب بیان کرنے کے لئے اپنے آپ کو اللہ کے رسول کا پیغامبر اور ایلچی قرار دیا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۲۲۳)

درد: ۸۔۱۳۴

(۱۷۱۹ء۔ ۱۷۸۵ء) خواجہ میر درد دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد فوج میں ملازمت کی لیکن والد کے حکم پر ملازمت چھوڑ کر اٹھائیں برس کی عمر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ درد نے اپنی شاعری میں پاکیزہ خیالات کی عکاسی کی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ درد ایک صوفی شاعر ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ تصوف کے موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔ فارسی اور عربی کے عالم، قرآن، حدیث اور فقہ کے ماہر۔ اردو کا ایک مختصر دیوان شائع ہو چکا ہے۔ جو تاثیر کے لحاظ سے لاجواب ہے۔

(خلیل الرحمٰن داؤدی، ''دیوان درد (اردو)''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۸۸ء، متعدد صفحات)

داہر، راجا: ۵۔۵۴

سندھ کے راجا چچ کا بیٹا۔ چچ کی وفات پر اس کا بھائی چندر کچھ مدت حکمران رہا۔ اُس کی وفات پر سندھ کی حکومت دو حصوں میں بٹ گئی۔ شمالی سندھ پر داہر اور جنوبی سندھ پر چندر کا بیٹا۔ داہر کا مرکز الور تھا۔ محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کو عبور کیا تو راوڑ کے مقام پر داہر کی فوج نے اس کا مقابلہ کیا۔ جنگ دس دن جاری رہی۔ آخر داہر مارا گیا۔

(مولانا قاضی اطہر مبارکپوری، ''خلافت اُمویہ اور ہندوستان''، لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، س۔ن، ص ۸۔۱۱۰)

دیوجانس کلبی (Diogenes The Synic): IA۔۱۰۷

(۴۱۲ ق م۔ ۳۲۳ ق م) یونان کا فلسفی جو فلسفہ کلبیت کا پیرو تھا۔ سینوپ میں پیدا ہوا۔ ایتھنز میں سکونت اختیار کی۔ کہا جاتا ہے کہ ماتا دیوی کے مندر میں ایک ٹب میں بیٹھا رہتا تھا۔ ایک بار بحری قذاقوں کے قبضے میں آ گیا۔ انھوں نے اس کورنتھ کے ایک دولت مند آدمی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ آخر اس کے بچوں کو تعلیم دے کر آزادی حاصل کی۔ سکندر کی تخت نشینی پر بڑے بڑے حکیم اس کے پاس آئے لیکن دیوجانس کلبی نہ آیا۔ سکندر خود اسے ملنے کے لیے گیا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۱۰۷)

دُرفش کاویانی: ۱A۔۳۳

کاوہ یا کاروئش ایک ایرانی لوہار تھا جس نے اپنے لڑکوں کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے ضحاک، شاہ ایران پر یورش کر کے اصلی وارث فریدوں کو تخت نشین کیا تھا۔ ضحاک نے اس کے لڑکوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اژدہے کے آگے پھینک دیا تھا۔ اس لڑائی میں کاوہ نے جو جھنڈا بلند کیا تھا وہ اس کی چرمی دھونکنی سے بنایا گیا تھا۔ اس لیے اس جھنڈے کا نام دُرفش کاویانی مشہور ہوگیا۔ دُرفش قدیم فارسی میں جھنڈے کو کہتے ہیں۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۶۸۱)

ڈکنز، چارلس (Dickens, Charles)‏:۴۔۳۷

(۱۸۱۲ء۔۱۸۷۰ء) انگلستان کا مشہور ناول نویس۔ بچپن میں نامساعد حالات میں گزارا، جس کی جھلک اس کے ناول ''اولیور ٹوسٹ'' اور ''ڈیوڈ کاپر فیلڈ'' میں ملتی ہے۔ عملی زندگی کا آغاز ایک وکیل کے منشی کی حیثیت سے کیا۔ بعد ازاں شارٹ ہینڈ سیکھ لی اور ایک اخبار کا رپورٹر ہوگیا۔ ان دنوں ملازمتوں میں ڈکنز کو وہ سب مواد دستیاب ہوا جو بعد میں اس نے اپنے ناولوں میں استعمال کیا۔ ادبی زندگی کا آغاز ایک ماہنامے میں قسط وار دات Pickwick Papers لکھ کر کیا جو بہت مقبول ہوئی۔ ۱۸۴۲ء میں امریکا کا دورہ کیا۔ متعدد دیگر تصانیف بھی یادگار۔

(جان کینگ، ''۱۰۰ شہرہ آفاق کتابیں''، مترجم: ملک اشفاق، فیصل آباد، شہاب پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص ۳۳۷۔۳۴۴)

ذوالقرنین: ۲A۔۱۳۸

یہ کسی طاقتور بادشاہ کا نام یا لقب تھا۔ عام خیال یہی ہے کہ وہ اپنی طاقت اور شجاعت کی وجہ سے ذوالقرنین مشہور ہوا۔ کونسے اور کس ملک کا بادشاہ تھا۔ کس زمانے میں تھا اور یہ نام اور یہ لقب کیسے پڑا؟ یہ سوالات الجھے ہوئے ہیں۔ عرب میں اس سے چار مختلف شخصیتوں کی جانب اشارہ سمجھا گیا ہے۔ قران مجید میں یہ نام تین جگہ سورۃ الکہف میں آیا ہے:

۱۔ یمن کے ملوک حمیر (جو تبع کہلاتے تھے) کے سلسلے کا ایک طاقتور بادشاہ، جس کا نام الصعب بن قرین بن الہمال بیان کیا جاتا ہے۔

۲۔ ملوک حیرہ (عرب کی ایرانی سرحد) کے خاندان لخم کا فرمانروا منذر بن امراؤ القیس، المعروف بہ منذر الاکبر۔ اس کی مدت سلطنت انچاس سال رہی۔ اس کی پیشانی کے دونوں طرف گھونگریالی زلفیں تھیں اور اس سے اس کا یہ لقب پڑا۔ اس کے علاوہ بھی وجہ تسمیہ ہوسکتی ہے۔

۳۔ مشہور یونانی فاتح وکشور کشا سکندر بن فیلقوس کو اکثر مفسرین اور مورخین نے قرآنی ذوالقرنین کا مصداق بتایا ہے۔ امام رازی نے تو شک وشبہ کے ساتھ نہیں بلکہ جزم ویقین کے ساتھ اسی سکندر یونانی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے۔

قرآن کے انگریزی مترجم و مفسر عبداللہ یوسف علی نے اپنی تفسیر کے ایک مستقل ضمیمے میں شرح و بسط کے ساتھ اسی قول کو تاریخی وجغرافیائی دلائل سے مدلل کیا ہے۔

۴۔ خورس، شاہ ایران، بلکہ بانی سلطنت ایران۔ اس کے نام مختلف زبانوں میں سائرس، کوروش کیخسرو آئے ہیں۔ سائرس فارس اور سوریا دونوں کا بادشاہ تھا۔ وہ اپنے زمانے کا ایک زبردست کشور کشا اور عادل فرمانروا ہوا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسے قرآنی ذوالقرنین کا مصداق ٹھیرایا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۰، ص ۶۱-۶۲)

ذوق: ۱۳۴۰۸

(۱۷۸۹ء-۱۸۵۴ء) شیخ محمد ابراہیم ذوق اردو کے مشہور شاعر، فارسی اور عربی کی تعلیم حافظ غلام رسول کے مکتب میں حاصل کی۔ شاعری میں شاہ نصیر کے شاگرد ہوئے، جب استاد اور شاگرد کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی تو ذوق نے سودا کی طرز پر شعر کہنے شروع کر دیے۔ ذوق کی شہرت پھیلی تو ان کے پرانے ہم جماعت میر کاظم حسین نے انھیں ولی عہد اکبر شاہ ثانی کے حضور پیش کیا۔ اکبر شاہ ثانی کی خدمت میں جو قصیدہ پیش کیا تھا اس پر ''خاقانی ہند'' کا خطاب پایا۔ ۱۸۳۷ء میں جب شہزادہ بہادر شاہ ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا تو ذوق درباری شاعر بن گئے۔ پیرانہ سالی میں انھیں خان بہادر کا خطاب ملا [۱]۔ ذوق ایک پُر گو شاعر تھے لیکن ان کے کلام کا بہت سا حصہ جنگ آزادی کے ہنگامے کی نذر ہوگیا۔ ذوق کے نابینا شاگرد حافظ غلام رسول ویراں نے ذوق کے کلام کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ یہ دیوان اردو کے ایک تتمے اور انور کے فارسی دیباچے کے ساتھ، ۱۸۶۳ء میں دھلی سے طبع ہوا۔ محمد حسین آزاد نے ایک دیوان مرتب کیا۔ شیرانی نے یہ ثابت کیا ہے کہ دیوان مرتبہ آزاد میں بہت سی ایسی غزلیں بھی شامل کر دی گئی ہیں جو ویراں کے مرتبہ دیوان میں نہیں اور غزلوں کا انداز بھی ذوق کے انداز سے مختلف ہے۔ یہ مجموعہ کلام لاہور سے ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ آزاد کے تنقیدی ایڈیشن کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے محمد صادق نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ ذوق کے بچپن کے کلام کی نظر ثانی اور اصلاح آزاد کے ہاتھ کی تصحیحات ہیں۔ شاعر کی حیثیت سے ذوق اپنے معاصرین میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ ذوق غزل، قصیدہ اور دوسری اصناف سخن میں یکساں آسانی کے ساتھ شعر کہتے تھے۔ ان کا اسلوب بیان غالب کے برعکس بآسانی سمجھ میں آجاتا تھا۔ محاورات کو انھوں نے بڑی ہنرمندی سے استعمال کیا ہے۔ ان کی تشبیہات و استعارات میں جدت اور خوبی پائی جاتی ہے۔ قصیدوں میں وہ زیادہ کامیاب ہوئے۔ سودا کے بعد انھیں اردو کا بہترین قصیدہ گو خیال کیا جاتا ہے [۲]۔

۱۔ (ڈاکٹر تنویر احمد علی، ''ذوق: سوانح اور انتقاد''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء، (طبع اول)، متعدد صفحات)

۲۔ (اسلم پرویز، ''شیخ محمد ابراہیم ذوق''، نئی دلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۹ء، متعدد صفحات)

رازی: ۱۸۔۳۷۹

اس نام کے تین اسلامی مورخ ہیں:

۱۔ محمد بن موسیٰ بن بشیر بن جناد بن لقیط الکنانی الرازی۔ یہ شخص تیسری صدی ھجری کے وسط میں تجارت کرنے کے لیے قرطبہ آیا تھا۔ اموی دارالخلافہ کے علمی حلقوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور امیر عبدالرحمٰن نے کئی مواقع پر سفارتی خدمات اس کے سپرد کیں۔ اس کی تصنیف کی ہوئی کتاب ''الرایات'' اب نایاب ہے۔

۲۔ احمد بن محمد رازی (۸۸۸ء۔۹۵۵ء) اندلس میں پیدا ہوا۔ اس نے تاریخ اندلس پر کئی رسالے لکھے۔ اس کی تمام کتابیں بدقسمتی سے ہم تک نہیں پہنچیں۔ بعد کے مصنفین کی کتابوں میں چند اقتباسات محفوظ رہ گئے ہیں۔

۳۔ ابوبکر محمد بن زکریا رازی (۸۶۴ء۔۹۲۵ء) مشہور طبیب، کیمیا دان اور فلسفی۔ اس کی زندگی کے متعلق معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ شاید جوانی ہی میں وہ علم کیمیا کی تحصیل میں مشغول رہا۔ حاکم رَے کی ملازمت میں داخل ہونے کے بعد، وہ جلد ہی اس شہر کے نئے ہسپتال کا نگران اعلیٰ بن گیا۔ اپنے عہد کا سب سے بڑا طبیب ہونے کی وجہ سے اسے ایک دربار سے دوسرے دربار میں جانا پڑا۔ بادشاہوں کی تسلون مزاجی اور غیر یقینی سیاسی حالات کے باعث وہ کہیں مستقل طور پر نہ ٹھہر سکا۔ رازی کا اہم ترین کمال اس کی طبابت ہے۔ اسے بجا طور پر اسلام کا سب سے بڑا طبیب مانا جاتا ہے۔ طب کے علاوہ اور جن علوم کا اس نے مطالعہ کیا تھا، ان میں یہی تجربی روح کارفرما تھی۔ مابعد الطبیعات پر بھی اُس نے کئی کتابیں لکھیں۔ اس نے مظاہر فطرت کی تمام غیبی اور رمزی توجیہات کو رد کر دیا تھا۔ رازی سائنس اور فلسفیانہ علم کے ارتقا پر یقین رکھتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ آئندہ ایسے لوگ آئیں گے جو اس کے بعض نتائج کو اسی طرح رد کر دیں گے جس طرح خود اس نے اپنے سے پہلے لوگوں کے نظریات کی جگہ اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۰، ص ۱۰۶۔۱۰۹)

رامس ثانی: ۱۶۲۔۵

مصر قدیم کے انیسویں حکمران خاندان کا تیسرا فرعون۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تعاقب اسی فرعون نے کیا تھا۔ دوسرے فراعنہ کی طرح اس کی حنوط شدہ لاش بھی ہرم میں رکھ دی گئی تھی۔ ۱۹۱۲ء میں یہ ممی قاہرہ کے عجائب گھر میں رکھ دی گئی۔ ۱۹۷۴ء میں معائنے کے دوران معلوم ہوا کہ ممی میں پھپھوندی لگ گئی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں پیرس لے جایا گیا جہاں بیس سائنس دانوں نے ممی کو پھپھوندی سے نجات دلائی۔ آج بھی یہ ممی قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۷۳۶)

رائس، سر ہنری (Royce, Sir henry)B۲۔۲۱۸

(۱۸۶۳ء۔۱۹۳۳ء) برطانوی کار مینوفیکچرر جس نے چارلس رولز کے ساتھ مل کر ۱۹۰۶ء میں رولز رائس لمیٹڈ قائم کی اور کاریں بنانا شروع کیں۔

("عالمی انسائیکلو پیڈیا"، جلد اول، ص ۱۰۶۰)

رجا بن حیوۃ: A۲۔۲۷۲

عبدالملک بن مروان خلیفہ بنی امیہ نے ۶۹ھ مطابق ۶۸۸ء میں رجا بن حیوۃ اور یزید بن سالم کے زیر اہتمام لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بیت المقدس کو دوبارہ بنوایا۔

("مشاہیر مشرق"، ص ۲۳۶)

رچرڈ اول شیر دل (Richard I the Lionheart): ۶۔۱۵۳

۱۔ (۱۱۵۷ء۔۱۱۹۹ء) انگلینڈ کا بادشاہ جس نے میدان جنگ میں زبردست بہادری کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے "شیر دل" کا خطاب پایا۔ اس نے تیسری صلیبی جنگ کی ذمہ داری سنبھالی اور قرون وسطیٰ کے عظیم یورپی راہنماؤں میں جگہ بنائی۔ رچرڈ اپنے باپ ہنری دوم اور ماں ایلیانور کا تیسرا بیٹا تھا۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی۔ بغاوت ناکام ہونے کے باوجود رچرڈ کے باپ نے اسے عہدے پر برقرار رکھا۔ باپ کی وفات کے بعد تاج و تخت کا وارث بن گیا۔ رچرڈ نے اپنی سلطنتوں پر حکومت کرنے میں بہت کم دلچسپی دکھائی تاہم اس نے تیسری صلیبی جنگ میں شامل ہونے اور ارض مقدس کو مسلم قابضین سے چھڑانے کے لیے سلطنت کے خزانوں کی مدد سے ایک فوج تیار کی (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے باب واقعات "صلیبی جنگیں") صرف اکتالیس (۴۱) برس کی عمر میں فوت ہو گیا۔

۲۔ رچرڈ دوم (Richard II) (۱۳۶۷ء۔۱۴۰۰ء) انگلینڈ کا بادشاہ جس کا دور حکومت قومی عدم اتحاد اور سماجی پھوٹ سے عبارت تھا۔ وہ پرنس آف ویلز ایڈورڈ اور جوآن کا چھوٹا بیٹا تھا۔ اپنے دادا کی وفات پر وہ بادشاہ بنا۔ ہنری بولنگ نے اسے گرفتار کر کے قیدی بنالیا اور باضابطہ طور پر تخت و تاج سے دست بردار ہوا اور جیل ہی میں مر گیا۔

۳۔ رچرڈ سوم (Richard III) (۱۴۵۲ء۔۱۴۸۵ء) انگلینڈ کا بادشاہ ایڈورڈ چہارم کا بھائی تھا جس کی وفات پر وہ کمسن ایڈورڈ پنجم کا نگران بنا لیکن بعد میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ بحیثیت بادشاہ اس نے اہم انتظامی اور مالیاتی اصلاحات کیں لیکن کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہنری ہفتم نے اسے بوسورتھ کے مقام پر شکست دی اور ہلاک کیا۔

ملک اشفاق (مترجم): "دنیا کی نامور شخصیات" ص ۲۱۶۔۲۱۷

رحبعام (Rehoboam):۷۔۹۵

قدیم یہودیوں کا بادشاہ اور سلیمانؑ کا بیٹا۔ رحبعام نے ۹۲۲ ق م میں حکومت شروع کی۔ جب اس نے شمال قبائل کے مطالبات پورے نہ کیے تو انھوں نے مصر کی مدد سے یربعام اول کے تحت ایک مقابل بادشاہت قائم کرلی۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد اول، ص ۱۰۶۸)

رستم (Rustam):2B۔۱۲۷

ایران کا مشہور افسانوی ہیرو۔ حاکم سیستان سام کا پوتا اور زوال کا بیٹا تھا۔ ماں کا نام رودابہ تھا جو کابل کے بادشاہ مہراب کی بیٹی تھی۔ اس کی طاقت اور شجاعت کے کارنامے ایران اور توران کی لڑائیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے تورانی بادشاہ افراسیاب کو بار بار شکست دی اور کیانی خاندان کے بانی کیقباد کو ایران کے تخت پر بٹھایا۔ اپنے مشہور گھوڑے رخش پر سوار ہوکر اس نے ارژنگ دیو اور دیوسپید کو قتل اور کیکاؤس کو فتح کیا۔ افراسیاب سے جنگ میں اس کا بہادر بیٹا سہراب اسی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ آخر عمر میں گشتاسپ کے بیٹے اسفندیار کو مقابلے میں شکست دی اور جان سے مارا۔ رستم کے کارناموں کی داستان فردوسی نے شاہنامے میں تفصیل سے نظم کی ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۷۴۴)

رشک:۵۔۱۲۷

(۱۷۹۹ء۔۱۸۶۷ء) میر علی اوسط نام، رشک تخلص، فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ رشک کی دو حیثیتیں اہم ہیں، ایک ان کی شاعری جو ناسخ کے رنگ میں ہے۔ دوسری اصلاح زبان۔ شاعری میں ان کا سرمایہ تین دیوان ہیں۔ ''نظم مبارک''، ''نظم گرامی'' اور ''کلیات''۔ رام بابو سکینہ لکھتے ہیں کہ پہلا ''دیوان ضائع ہوگیا۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کو لٹن لائبریری سے یہ نسخہ بھی مل گیا۔ رشک آخری عمر میں کربلائے معلیٰ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

(سکسینہ، رام بابو، ''تاریخ ادب اردو''، مترجم: مرزا محمد عسکری، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۸۲)

رعمسیس:۵۔۱۶۲

اسم نام کے تین بادشاہ گزرے ہیں:

۱۔ رعمسیس اول (Ramses I) دورِ حکومت (۱۳۰۷ ق م۔ ۱۳۰۶ ق م) قدیم مصری بادشاہ، رعمسیس اپنے پیش رو بے اولاد بادشاہ ہرم حب کے دور میں ایک سپہ سالار تھا۔ غالباً آوارس شہر سے تعلق رکھتا تھا جو مشرقی ڈیلٹا کے خطے میں واقع ہے۔ اس نے اپنے مختصر سے عہد میں ایک معبد بنوایا جس میں چند تحریریں کندہ کروائیں۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سیتی اول تخت نشین ہوا۔

۲۔ رعمیس دوم، اعظم (Remses II The Great)

(دورِ حکومت ۱۲۰۹۔۱۲۴۲ ق م)

قدیم مصری بادشاہ، انیسویں سلطنت کا تیسرا حکمران، سیتی اول کا بیٹا۔ اپنے عہد حکومت کے آغاز میں رعمسیس افریقہ اور مغربی ایشیا میں علاقہ واپس لینے کے لیے لڑا جو سولہویں اور پندرہویں صدی قبل مسیح کے دوران مصر کے ماتحت تھا۔ ایشیائے کوچک کے طاقت ورحتی اس کے مرکزی حریف تھے جن کے خلاف اس نے طویل جنگ لڑی اس جنگ کا ایک بڑا معرکہ ۱۲۷۴ میں کریش (شمالی شام) کے مقام پر ہوا اور رعمسیس نے ایک عظیم فتح کا دعویٰ کیا۔ البتہ کسی بھی فریق کو فیصلہ کن کامیابی نہیں مل سکی تھی۔ ۱۲۵۸ ق م میں طے پانے والے ایک معاہدے کے تحت تنازعہ زمینیں بانٹ دی گئیں اور رعمسیس نے اپنی بیٹی کی شادی حتی بادشاہ سے کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس نے ابوسمبل کے مقام پر پتھر سے تراشے ہوئے معبد، کارنک میں آمن کا معبد اور تھیپس کا معبد تعمیر کروایا۔ موخر الذکر معبد عمیثم کہلاتا ہے۔

۳۔ رعمسیس سوم (Rameses III)

بیسویں سلطنت کا مصری بادشاہ۔ ایک فوجی راہنما جس نے متعدد بار ملک کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھا۔ اپنی تاجپوشی کے پانچویں برس میں اس نے مغرب کی طرف سے لیبیائی حملہ آوروں کو شکست دی اور دوسال بعد سمندری حملہ آوروں کو مار بھگایا۔ تاجپوشی کے گیارہویں سال میں اس نے ایک اور لیبیائی یلغار دفع کی۔ رعمسیس نے اپنے پیشروؤں کی پیروی میں معبد کی دیواروں پر اپنی فتوحات کی منظر کشی کی۔ مصری ریکارڈز رعمسیس کا مقبرہ تعمیر کرنے والے مزدوروں کی ایک ہڑتال کے متعلق بتاتے ہیں۔ وہ قدیم مصر کے عظیم حکمرانوں میں آخری تھا۔ اس کی موت کے بعد کئی سو برس تک کمزوری اور بیرونی غلبے کا دور دورہ رہا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، ص ۱۰۷۴۔۱۰۷۵)

روم، مولانا: ۶۔۷۰

(۱۲۰۷ء۔۱۲۷۳ء) صوفی شاعر۔ نام جلال الدین۔ بلخ میں پیدا ہوئے۔ مولانا روم کا زمانہ بڑا پر آشوب تھا، لیکن یہ حالات آپ کی ذہنی ترقی میں حارج نہ ہوئے۔ اکتساب علوم کے بعد آپ نے اپنی توجہ روحانیت کی جانب مبذول کی۔ پہلے برہان الدین ترمذیؒ کی شاگردی میں رہے اور پھر ایک صوفی درویش شمس تبریز کی صحبت اختیار کی۔ جب رومی شمس تبریز کے بیٹوں اور شاگردوں کے تنگ کرنے کے بعد قونیہ سے چلے گئے تو شمس تبریز کے فراق میں رومی نے غزلیں کہیں جو ''دیوان شمس تبریز'' کے نام سے مشہور ہیں۔ رومی کی شاعری صوفیانہ خیالات سے پر ہے۔ ان کی مثنوی ''مثنوی مولانا روم'' کو اُن کا شاہکار کہا جاتا ہے۔

(شبلی نعمانی ''سوانح مولانا روم''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۱ء، متعدد صفحات)

ریاض الدین احمد: ۱۲-۶

(۱۸۵۶ء-۱۹۳۴ء) اردو شاعر، صحافی لسان الملک کے خطاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ انہیں خیام ہند بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا دیوان ''دیوان رضواں'' کے نام سے طبع ہوا۔ چند انگریزی ناولوں کے ترجمے بھی کیے۔ کچھ عرصہ پولیس میں ملازم رہے۔ مستعفی ہو کر صحافت سے وابستگی اختیار کی۔ کئی مزاحیہ پرچے جاری کیے۔ امیر مینائی کے تلامذہ میں تھے۔
(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''انتخاب زریں: اُردو غزل''، ص۱۷۲)

زبیر بن عوام: ۲A-۵۶

حضورؐ کے ابن عم (پھپا) اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ روایت کے مطابق آپ پانچویں شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی ازواج میں سے حضرت اسماءؓ، بنت ابوبکرؓ اپنے عزم اور ہمت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ تینوں ہجرتوں میں حصہ لیا۔ تمام غزوات میں حصہ لیا۔ جنگ جمل میں شہادت پائی۔ حضرت زبیرؓ بڑے مالدار اور مخیّر تھے اور اسی طرح خیرات کر دیتے تھے، پھر بھی وفات کے بعد لاکھوں روپوں کی جائداد اور نقدی چھوڑ گئے۔
(محمد ادریس بھوجانی، ''خاندان نبوتؐ''، ص۵۹۹)

زرتشت/زروشت (Zoroaster): ۸-۱۰۵

(۶۶۰ ق م-۵۸۳ ق م) قدیم ایران کا مفکر اور مذہبی پیشوا، آذر بائیجان کے مقام گنج میں پیدا ہوا۔ جوانی گوشہ نشینی میں گزاری۔ تیس برس کی عمر میں خدائے واحد کے وجود کا اعلان کیا وطن میں کسی نے بات نہ سنی۔ تب مشرقی ایران کا رُخ کیا اور خراسان میں شاہ گشتاسب کے دربار میں گیا تو ملکہ اور وزیر کے دونوں بیٹوں نے اس کا دین قبول کرلیا۔ بعدازاں شہنشاہ بھی اس کا پیرو کار ہوگیا۔ کوروش اعظم اور دارائے اعظم نے زرتشی مذہب کو تمام ملک میں حکماً رائج کیا۔ ایران پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد یہ مذہب اپنی جنم بھومی سے بالکل ختم ہوگیا۔ آج کل اسی کے پیروکار، جنھیں پارسی کہا جاتا ہے، بھارت، پاکستان، افریقہ اور یورپ میں بہت قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ زرتشی مذہب کے تین بنیادی اصول ہیں: گفتار نیک (اچھی گفتگو)، پندار نیک (اچھی سوچ)، کردار نیک (اچھا کردار)۔ پارسیوں کے معبدوں اور مکانوں میں ہر وقت آگ روشن رہتی ہے، غالباً اسی لیے انھیں آتش پرست سمجھ لیا گیا۔ عرب انھیں مجوسی کہتے تھے۔
(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص۷۷۹-۷۸۰)

زکریاؑ: ۶۰۷-IB

اسرائیلی پیغمبر، قرآن میں حضرت زکریاؑ کا قصہ دوجگہ بیان ہوا ہے۔ ایک جگہ کفالت مریمؑ کے ضمن میں دوسری جگہ سورہ مریم علیہ السلام کے شروع میں آیا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا کا ذکر

فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے نبی زکریاؑ اپنی روزی کمانے کے لئے بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ ابن اثیر کے مطابق اسرائیلی آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ آپ ایک درخت کے پاس پناہ لینے گئے۔ درخت شق ہو گیا اور آپ اس میں سما گئے، لیکن عبا کا دامن باہر ہو گیا۔ لوگوں نے درخت کو آرے سے چیر ڈالا جس سے آپ شہید ہو گئے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۰۔ ص ۷۷۱۔۷۷۲)

زیاد: ۱۲۶۔۵

زیاد خلیفہ امیر معاویہؓ کا سوتیلا بھائی تھا۔ بچپن ہی سے زیاد میں ذہانت، مستعدی اور ذکاوت موجود تھی۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں والی عراق تھے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد ۱۰۔ ص ۵۲۹۔۵۳۰)

زید بن ثابت: ۲۳۶۔۵

حضورؐ کے نامور صحابی اور کاتبِ وحی، جس کی زیادہ شہرت اس لئے ہے کہ انہوں نے جمع و تدوین قرآن میں حصہ لیا۔ غزوہ بدر میں کم سنی کی وجہ سے حصہ نہ لے سکے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۰، ص ۵۴۳۔۵۴۴)

زید بن حارثہ: ۱۲۳۔۶

حضرت خدیجہؓ کے غلام۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؓ کو حضورؐ کی خدمت کے لئے مامور کیا۔ حضرت زیدؓ کے اعزہ کو معلوم ہوا آپؓ مکے میں ہیں۔ تو آپ کو لینے آئے، لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر رسولؐ نے آپ کو آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا۔ سورہ احزاب کی آیات نازل ہونے پر آپؓ زید بن حارثہ کہنے لگے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۰، ص ۵۴۵)

زین العابدینؓ: ۶۔۱۸

(۶۵۸ء۔۷۱۴ء) امام حسینؓ کے فرزند۔ نام علی، کنیت ابوالحسن محمد، القاب سید الساجدین، زین العابدین سجاد اور عابد۔ ایران کے آخری تاجدار یزدگرد کے نواسے تھے۔ والدہ کا نام شہر بانو تھا۔ واقعہ کربلا کے موقع پر بیمار اور بچے تھے اس لیے جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ جنگ کے بعد گرفتار ہو کر یزید کے سامنے پیش ہوئے۔ جس نے خواتین کے ساتھ آپ کو بھی رہا کر دیا۔ اہل بیت کی شہادت کے بعد آپ دل شکستہ ہو چکے تھے اس لیے مدینے میں عزلت گزینی اختیار کر لی۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور یزید کی جنگ میں آپ غیر جانبدار رہے۔ مختار ثقفی کی دعوت پر بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ مدینے میں وفات پائی۔ علم دین میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ متعدد احادیث آپ سے مروی ہیں۔ فقہی مسائل میں مدینے کے سات مشہور فقہا کے بعد

آٹھواں درجہ آپ کا ہے ۸۷ہجری میں روضہ نبوی ؐ کی تعمیر کا وقت آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سنگ بنیاد رکھنے کا فریضہ آپ کے دستِ مبارک سے انجام دلوایا۔ آپ نے بہت سی کنیزیں اور غلام آزاد کئے۔ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گری کی۔ متعدد کتابوں میں معاشرت اور حقوق پر رسالہ جامع الحقوق اور اخلاق و آداب اور دعاؤں پر صحیفہ کاملہ اور تقریروں کا مجموعہ بلاعتہ الامام زین العابدین دستیاب ہیں۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۷۹۳)

زینبؓ: 2B۔۱۴۵

۱۔ حضرت محمدؐ کی صاحبزادی، جن کی شادی ابوالعاص کے ساتھ ہوئی تھی۔ جنگ بدر میں ابوالعاص گرفتار ہوگئے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ان کو بلا کسی فدیہ کے اس شرط پر رہائی دی گئی کہ وہ زینب ؓ کو مدینہ بھیج دیں۔ بدر سے واپس آ کر ابوالعاص نے اپنے وعدہ کے مطابق زینب ؓ کو ایک اونٹ پر سوار کرا کے اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینے کو روانہ کر دیا۔ راستہ میں جبار نے جو قریش کا سردار تھا زینب پر ایسا وار کیا کہ اونٹ کی اماری سے نیچے گر پڑیں اور زخمی ہوگئیں۔ نو (۹) ہجری میں وفات پائی۔

(طالب الہاشمی، ''تذکار صحابیات''، لاہور: ادارہ الحسنات، طبع سوم س۔ن، ص ۱۱۵۔۱۲۱)

۲۔ زینبؓ بنت جحش: نبیؐ کی پھوپھی زاد بہن، اول زید بن حارث کے نکاح میں آئیں۔ ان کے طلاق پانے کے بعد ۵ھ میں آنحضرتؐ کی زوجیت میں آئیں (تفصیل کے لیے دیکھیے زید بن حارث)۔

۳۔ زینبؓ بنت خذیمہ: خاندان عامر بن سعاسعہ سے تھیں۔ اپنی کثرت خیرات اور حُبِ مساکین کی وجہ سے ام المساکین کہی جاتی ہیں۔ ۳ھ میں آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت زینب بنت جحش سے دو ماہ بعد ۲۰ھ میں وفات پائی۔

۴۔ زینب النساء بیگم: شہنشاہ عالمگیر کی دختر تھی۔ دہلی کی مشہور مسجد زینت المساجد میں دفن ہوئی۔ اس مسجد کو سنگ سرخ سے اسی خاتون نے بنوایا تھا، جو دریا گنج میں لب جمنا واقع ہے۔

۵۔ زینب محل: ابوظفر بہادر شاہ ظفر کی بیگم کا لقب ہے جو رنگون میں اپنے شوہر کی نظر بندی کے زمانے میں ان کے ساتھ تھی۔ وہیں انتقال ہوا۔

۶۔ زینب: زینبؓ بنت حسین (تفصیل کے لیے دیکھیے باب کتب ''زینب بنت حسین'')

(''مشاہیر مشرق''، ص ۲۵۱۔۲۵۲)

ساسانی: ۲۹۲۔ ۲A

ایران کا مشہور شاہی خاندان، جس نے ۲۲۴ سے ۲۵۲ء تک حکومت کی۔ اس خاندان کا بانی سامان تھا۔ جو قدیم روایت کے مطابق بہمن کا بھائی تھا۔

("اردو انسائیکلو پیڈیا"، ص ۸۰۱)

سرسید احمد خاں: IB۔ ۲۶۸

(۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۸ء۔ ادیب اور مصلح قوم۔ دہلی میں پیدا ہوئے اور عربی فارسی کی مروجہ تعلیم پائی۔ ۱۸۳۸ء میں انگریز سرکار کے ملازم ہوئے۔ ۱۸۴۱ء میں منصفی کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۴۶ء میں صدر امین بنے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں بہت سے انگریزوں کی جان بچائی۔ ایک رسالہ "اسباب بغاوت ہند" کے نام سے لکھا۔ ۱۸۶۱ء میں جب وہ مراد آباد میں تھے، ایک انگریزی سکول قائم کیا۔ جج کی حیثیت سے ۱۸۶۲ء میں غازی پور گئے۔ یہاں مستند انگریزی کتابوں کا اردو ترجمہ کرنے کے لیے ۱۸۶۴ء میں ایک سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی اور ایک انجمن برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۶۴ء میں علی گڑھ تبادلہ ہوا۔ علی گڑھ کے قیام کے دوران سرسید نے کئی کارنامے سرانجام دیے۔ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ شائع کیا۔ علی گڑھ کالج کا منصوبہ بنایا جو بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی زمانے میں ایک خاص نقطۂ نظر سے قرآن شریف کی تفسیر لکھی۔ ۱۸۷۸ء میں پنشن لے کر علی گڑھ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور کالج کی نگرانی کے علاوہ تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ سرسید پہلے مسلمان مصلح ہیں جنھوں نے قوم کو مغربی علوم کی اہمیت سے آگاہ کیا اور اپنی تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کو سائنس اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک مسلمانوں میں سائنس کا شوق پیدا نہیں ہوگا اور وہ جذبات کی بجائے عقل کو اپنا رہنما نہیں بنائیں گے، ہرگز ترقی نہیں کر سکیں گے۔ ان خیالات کی وجہ سے تنگ نظر علماء نے ان پر کفر اور الحاد کے فتوے لگائے اور انہیں نیچری کہہ کر اُن کا مذاق اُڑایا۔ شرر نے اسی حوالے سے سرسید کا ذکر کیا ہے۔ سرسید کے علمی اور اخلاقی مضامین کئی جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ "آثار الصنادید" خطبات احمدیہ "تفسیر القرآن" "اور" احکام طعام اہل کتاب" بھی معروف تصانیف ہیں۔

(الطاف حسین حالی، "حیات جاوید"، جلد اول، لاہور: بک ٹاک ۱۹۹۹ء، متعدد صفحات)

سرشار، پنڈت رتن ناتھ: ۵۔ ۲۰۹

(۱۸۵۷ء۔ ۱۹۰۲ء) اردو ادیب، "فسانہ آزاد" کا مصنف۔ عربی فارسی کی تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی۔ مدرّس منتخب ہونے کے بعد مضمون نویسی کا شوق ہوا۔ "اودھ اخبار" سے منسلک ہونے کے بعد "فسانہ آزاد" کا سلسلہ اسی اخبار سے شروع ہوا جو بعد میں کتابی صورت میں طبع ہوا۔ شاعری میں امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ حیدر آباد میں انتقال ہوا۔

(ڈاکٹر طیبہ خاتون، "اردو نثر کی داستان"، میر پور: ارسلان بکس، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۱۔ ۱۶۶)

سرمد: IB_۲۶۸

محمد سعید سرمد کا تعلق علمائے یہود کے ایک خاندان سے تھا۔ جس نے بعد میں اسلام قبول کرلیا۔ ٹھٹہ میں ایک ہندو لڑکے ابھے چند پر عاشق ہوا۔ سرمد کے داراشکوہ سے مراسم بھی تھے۔ داراشکوہ نے شاہجہاں سے سرمد کی درویشی کا ذکر کیا تھا۔ داراشکوہ کے قتل کے بعد اورنگ زیب نے اس کے نظریات کی وجہ سے جامع مسجد دہلی کے سامنے قتل کر دیا۔ تمام تذکرہ نگار سرمد کے علم کے معترف ہیں۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۰، ص ۸۱ ۸۲_۸۳۰)

سرور، رجب علی بیگ: ۱۲۹_۸

(۱۸۷۵ء_۱۸۶۷ء) ادیب، لکھنؤ میں مرزا اصغر علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ فن خطاطی، موسیقی اور شاعری میں درک رکھتے تھے۔ ۱۸۲۴ء میں کانپور چلے گئے اور وہیں فسانہ عجائب لکھا۔ ۱۸۴۶ میں نواب واجد علی شاہ کے درباری شعراء میں بمشاہرہ پچاس روپیہ ماہوار داخل ہوئے۔ سلطنت اودھ کے الحاق (۱۸۵۲ء) کے بعد عرصے تک بہت پریشان رہے، کیونکہ ان کی تنخواہ بند ہوگئی تھی۔ ۱۸۶۳ء میں آنکھوں کے علاج کے لیے کلکتے گئے اور وہیں وفات پائی۔

(سید وقار عظیم، ''ہماری داستانیں''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۳۱۵_۳۵۴)

سسرو (Cicero) IB_۲۹۹

(۱۰۶ ق م)_۴۳ ق م) روم کا ممتاز مقرر، سیاست دان اور فلسفی جو ایک رئیس گھرانے میں پیدا ہوا۔ قانون، بلاغت، خطابت، ادب اور فلسفے کی تعلیم پائی۔ ۲۶ سال کی عمر میں وکالت شروع کی۔ ۷۵ ق م میں سسلی کا منصب اعلیٰ مقرر ہوا۔ ۶۰ (ق) میں جولیس سیزر نے اسے اپنا شدید مخالف سمجھ کر روم سے نکال دیا۔ اگلے برس واپس روم آ گیا اور سیزر اور پاپمے کے درمیان خانہ جنگی میں پاپمے کا ساتھ دیا لیکن پاپمے کی شکست پر سیزر سے صلح کر لی۔ ۴۴ ق م میں سیزر کے قتل کے بعد سنیٹ کا غیر سرکاری مگر حقیقی صدر مقرر ہوا۔ ۴۳ ق م میں جب انیٹنی اور لیپسی ڈس سے مل کر حکومت بنائی تو سسرو قتل کر دیا گیا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۸۳۱)

سعادت خاں برہان الملک: ۷_۱۶۷

اصلی نام محمد امین سعادت خان محمد شاہ کے زمانے میں اودھ کا حاکم مقرر ہوا۔ برہان الملک کا خطاب ملا۔ نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا تو نواب نظام الملک آصف نے دو کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کر کے نادر شاہ کو واپس چلے جانے پر راضی کیا اور محمد شاہ کی جانب سے امیر الامرا کا منصب پایا۔ برہان الملک نے ازراہ حسد نادر شاہ کو زیادہ دولت ہاتھ آنے کی طمع دلائی۔ وہ خود بھی نادر شاہ سے جا کر مل گیا۔ نادر شاہ کے دہلی قتل عام سے ایک دن پہلے ۹۔ مارچ ۱۷۳۹ء کو فوت ہوا۔ اس کی اکلوتی لڑکی تھی

جو اس کے بھتیجے ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کو بیاہی تھی۔ وہی اپنے خسر سعادت خاں کی جگہ اودھ کا نواب ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''مشاہیر مشرق''، ص ۲۶۲)

سعادت علی خان:

نواب شجاع الدولہ کے بیٹے۔ سوتیلے بھائی نواب آصف الدولہ کی وفات کے بعد انگریزوں کی کوشش سے ۱۷۹۸ء میں نواب اودھ ہوئے۔ ایک عہد نامے کی رو سے نصف ملک انگریزی علاقے میں شامل ہو گیا۔ علوم وفنون کے قدر دان تھے۔ خود بھی شعر کہتے تھے۔ انشا اور مصحفی کے معرکے انہی کے عہد میں ہوئے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، جلد ۱۱، ص ۲۲۔۲۳)

سعد اللہ خان: ۳۰۵۔۷

شاہجہاں کے وزیر اعظم۔ چنیوٹ کے ایک گاؤں میں غریب کاشتکار کے بیٹے تھے۔ والد کی وفات کے بعد گداگری کرتے ہوئے لاہور آ گئے۔ جہاں قرآن حفظ کیا۔ ان کے علم وفن اور ذہانت کا علم شاہجہاں کو ہوا تو اس نے انہیں ۱۶۴۵ء میں سلطنت مغلیہ کی وزارت عظمی کا منصب عطا کیا۔ انہوں نے شاہجہاں کی طرح بے شمار عمارتیں تعمیر کرائیں، جس میں حویلی میاں خاں لاہور: پتھروں والی حویلی (موچی دروازہ) شاہی مسجد چنیوٹ وغیرہ شامل ہیں۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۸۳۲)

سعد بن ابی وقاصؓ: ۱۸۔۴۱

(۵۹۱ء۔ ۶۷۶ء) نامور صحابیؓ اور فاتح۔ والد کا نام مالک، والدہ کا حمنہ اور کنیت ابو وقاص ہے۔ سترہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ کا شمار ان دس صحابہؓ میں ہوتا ہے، جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے غزوات بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ اسلامی لشکر کی اہم محاذوں پر قیادت کی۔ ایران آپ ہی کی سپہ سالاری میں فتح ہوا۔ کوفہ کا شہر آپ ہی نے آباد کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے آپؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ خود فرماتے تھے کہ میں ثلث الاسلام ہوں۔ سال وفات میں اختلافات پایا جاتا ہے، تاہم صحیح سال وفات ۶۷۶ ہی ہے۔ مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام عقیق میں وفات پائی۔ وہاں سے لوگ آپ کو کندھوں پر اٹھا کر مسجد نبویؐ لائے جہاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

(طالب ہاشمی، ''سیرت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ'' لاہور: طہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

سعدی: ۱۸۔۷۳

(۱۱۸۴ء۔ ۱۲۹۱ء) فارسی شاعر۔ شرف الدین نام، مصلح الدین لقب۔ سعدی تخلص اپنے مربی ابوبکر بن سعد زنگی

فرمانروائے فارس کے نام پر اختیار کیا۔ تعلیم شیراز اور مدرسہ نظامیہ بغداد میں پائی۔ تعلیم کے بعد سیر و سیاحت پر نکل کھڑے ہوئے۔ بغداد، شام، مکہ معظمہ سے لے کر شمالی افریقہ تک گھومتے رہے۔ ایک روایت کے مطابق ہندوستان بھی آئے۔ ۱۲۵۷ء میں بوستان اور گلستان تصنیف کیں۔ بوستان منظوم اور گلستان منثور حکایات پر مشتمل ہے۔ دونوں کتابیں عالمی کلاسیکی ادب میں شمار ہوتی ہیں۔ گلستان اور بوستان کے علاوہ ایک کلیات بھی ہے جو عربی فارسی قصائد، میراثی، غزلیات اور ہزلیات پر مشتمل ہے۔

(الطاف حسین حالی، ''حیات سعدی'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۵ء، ص ۹۔ ۳۷)

سقراط: ۳۲۳۔ 1A

یونان کا عظیم مصلح اور فلسفی۔ ایتھنز میں پیدا ہوا۔ سچائی اور ایمانداری کی تبلیغ کرتا تھا۔ سقراط کے مخالفوں نے اس پر الزام لگایا کہ وہ بے دین ہے اور دیوتاؤں کو نہیں مانتا نیز اس کی تعلیم سے شہر کے نوجوانوں کے اخلاق خراب رہے ہیں۔ سینٹ نے اسے موت کی سزا دی۔ اس سے معافی مانگنے سے انکار کر دیا اور زہر کا پیالہ خوشی سے پی لیا۔

(منصور الحمید، ''سقراط'' لاہور: دار التذکیر، ۲۰۰۱ء، متعدد صفحات)

سکاٹ (اسکاٹ) (Scott): ۷۔ ۱۳۱

(۱۷۷۱ء۔ ۱۸۳۲ء) سکاٹ لینڈ کا ناول نویس اور شاعر۔ ایڈنبرا یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی اور تین برس وکالت بھی کی۔ پھر وکالت ترک کر کے اپنی زندگی ادب کے لیے وقف کر دی۔ عرصے تک نظمیں لکھتا رہا جو کافی مقبول ہوئیں۔ ۱۸۱۴ء میں شاعری ترک کر کے تاریخی ناول لکھنا شروع کیے۔ پہلا ناول Wahverley تھا۔ ۱۸۱۹ء میں سر کا خطاب ملا۔

(Miss Farida Yousaf, "A Comparative Study of Sir walter Scott and Abdul Haliam Sharar as Historical Horelists", Ph.D Thesis, Department of English, B.Z.U. Multan.)

سکندر اعظم: ۶۸۳۔ 1B

(۳۵۶۔ ۳۲۳ ق م) مقدونیہ کا بادشاہ اور دنیا کا فاتح۔ پیلا میں پیدا ہوا۔ ۳۳۶ ق م میں، اپنے والد فلپ دوم کے قتل کے بعد، مقدونیہ کے تخت پر بیٹھا۔ اندرونی شورشوں اور ارد گرد کی ریاستوں کو فتح کرنے کے بعد فارس (ایران) پر حملہ کیا، جسے اس کا باپ فتح کرنا چاہتا تھا۔ ۳۳۴ ق م میں ایشیائے کوچک (ترکی) میں، دریائے گرانیکس کے کنارے، ایرانی فوج کو شکست دی اور سابق یونانی مقبوضات پر دوبارہ قبضہ کیا، پھر فونیشیا میں ایرانی بحری اڈوں پر قبضہ کر کے ایرانی بحری طاقت کو مفلوج کر دیا۔ ۳۳۲ ق م میں مصر فتح کیا اور شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھی۔ ۳۳۱ ق م میں مشرق کا رُخ کیا اور میسوپوٹیمیا (عراق) کے میدان میں، گوگا میلا کے مقام پر، ایران کے بادشاہ دارائے اعظم کی طاقت کا قلع قمع کیا۔ ایران پر گرفت مضبوط

کرنے کے بعد سکندر درۂ خیبر کے راستے ہندوستان میں داخل ہوا، اور ۳۲۶ ق م میں دریائے سندھ عبور کر کے پنجاب کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یونانیوں نے دریائے جہلم پار کر کے پورس کی فوج پر حملہ کر دیا۔ پورس کے ہاتھی حملہ آوروں کے تیروں سے بوکھلا کر اُلٹے قدموں بھاگ اٹھے اور اپنے ہی فوجیوں کو کچل ڈالا۔ بعض روایات کے مطابق پورس گرفتار ہو کر سکندر کے حضور پیش ہوا تو اس سے پوچھا "تم سے کیا سلوک کیا جائے"؟ پورس نے جواب دیا "جو ایک بادشاہ سے دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے" سکندر نے پورس کو نہ صرف اس کی سلطنت واپس کر دی بلکہ سارا پنجاب اس کی نگرانی میں دے دیا۔ اس کے بعد وہ دریائے بیاس کے کنارے پر پہنچا اور غالباً اسے پار کر کے گنگا جمنا کی وادیوں تک یلغار کرنا چاہتا تھا، لیکن اس کی فوج نے جو طویل جنگوں سے تھک چکی تھی، آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ سکندر نے فوج کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ سمندر کے راستے میسو پوٹیمیا روانہ کیا اور خود دوسرے حصے کے راستے، حکمران کے ساحل کے ساتھ ساتھ بدقت بابل پہنچا۔ یہیں بخار میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔

("اردو انسائیکلوپیڈیا"، ص ۸۳۹)

سکندر لودھی: ۳۰۳۔۷

(۱۴۸۸ء۔۱۵۱۷ء) خاندان لودھی کا بادشاہ اپنے باپ بہلول لودھی کے بعد سکندر شاہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ بھائی اور افغانوں کی بغاوتیں ختم کیں۔ ان علاقوں کی نگرانی کے لیے آگرہ میں فوجی چھاؤنی قائم کی۔ ۱۵۱۷ء آگرہ کو دارالحکومت بنایا۔ سکندر (نواح آگرہ) میں قصر شاہی اور باغات لگائے۔ ۱۵۱۶ء میں مرور اور چندیری فتح کیے۔ ملک کا نظم و نسق بہت اچھا ہو گیا۔ ڈاک کا انتظام اتنا عمدہ تھا کہ عام ملکی خبروں کے علاوہ شاہی افواج کی روز بروز نقل و حرکت کے حالات برابر معلوم ہوتے رہتے تھے۔ منڈیوں کے نرخوں پر کڑی نگرانی رکھتا تھا۔ اسی کے عہد میں ہندو فارسی پڑھ کر سرکاری ملازمتوں میں شامل ہوئے۔

(ڈاکٹر مبارک علی، "قدیم ہندوستان"، لاہور: ایکشن ایڈ انٹرنیشنل، ۲۰۰۷ء، متعدد صفحات)

سلجوق: ۱۹۴۔۵

(۱۰۳۷ء۔۱۱۵۷ء) ترکوں کے ایک شاہی خاندان کا بانی غز قبیلے سے تعلق تھا۔ ترکستان سے ماوراء النہر آیا اور بخارا میں اسلام قبول کیا انہوں نے سلطان محمود غزنوی کے عہد میں مرو اور نیشاپور پر قبضہ کر لیا اور خراسان کے خود مختار حاکم بن گئے۔ طغرل بیگ نے جب بغداد کا سفر کیا تو خلیفہ نے آل سلجوق کی قوت سے ڈر کر اسے السلطان کا لقب اور بہ کثرت تحفے تحائف دے کر رخصت کیا۔ ملک شاہ اسی خاندان کے مشہور بادشاہ گزرے ہیں۔

("اردو انسائیکلوپیڈیا"، ص ۸۴۳)

سلیم اول: ۵۔۶۰

سلطنت عثمانیہ کا نواں تاجدار جو تاریخ میں یاؤوز سلطان سلیم کے نام سے مشہور ہے۔ وہ بایزید کا بیٹا تھا اپنے والد کے عہد کے آخری برسوں میں طربزون کی کا حاکم تھا۔ اگرچہ اس کے باپ بایزید نے اس کے بھائی احمد کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا جو اس سے بڑا تھا۔ ۱۵۱۰ء میں اس کے بیٹوں سلیم اور احمد میں جنگ شروع ہوگئی۔ سلیم کے حامیوں نے بایزید کو تخت سے دست بردار ہونے پر مجبور کردیا اور اس کی جگہ سلیم ترکی کا سلطان بنا۔ سلیم کے زمانے میں خلیفہ کی اہمیت بے حد کم ہو چکی تھی۔ وہ عملاً صرف علمائے دین ہی کے لیے باقی رہ گئی تھی۔ روایت کے مطابق خلیفہ المتوکل سلیم کے حق میں منصب خلافت سے باقاعدہ دست بردار ہوگیا تھا۔ سلیم کی کامیابیوں نے عیسائی دنیا پر بڑا گہرا اثر ڈالا تھا۔ پاپائے اعظم نے یورپ، انگلستان اور فرانس کے بادشاہوں کو ترکوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی سلیم اول کی شخصیت اس کے عہد کے جملہ واقعات پر چھائی ہوئی ہے۔ اپنی بے دردانہ سخت گیری اور ان بے شمار جاں ستانیوں کے باعث جو اس کے حکم سے ہوئیں، وہ یاؤوز کے نام سے پکارا جانے لگا۔ سلیم بطور شاعر بھی ویسی ہی شہرت کا مالک ہے جیسی اسے سلطان ہونے کے باعث حاصل ہوئی۔ اس کا دیوان فارسی میں ہے جو قسطنطینیہ میں طبع ہوا تھا۔

(اسٹینلے لین پول، ''مسلمان شاہی خاندان'' کراچی: سٹی بک پوائنٹ، طبع دوم ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۳۔۱۱۴)

سلیمان بن عبدالملک: 2B ۔ ۱۰۹

(۶۸۰ء تا ۷۱۷ء)۔ اموی خلیفہ، عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو اپنا جانشین نامزد کردیا تھا۔ اپنے عہد حکومت کے اختتام کے قریب ولید بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم حاکم خراسان کے ساتھ مل کر یہ کوشش کی کہ سلیمان کو اس کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کے حق میں ولیعہدی سے خارج کردیا جائے لیکن اس سلسلے میں ضروری کاروائی کیے بغیر اس کی وفات ہوگئی اور اس کی جگہ سلیمان باپ کے فیصلے کے مطابق ۷۱۵ء میں امیر المومنین ہوگیا۔ جس وقت سلیمان نے اپنے بھائی کی موت کی خبر سنی وہ شہر رملہ میں تھا جس کی بنا اس نے خود اس وقت رکھی تھی جب وہ فلسطین میں اسلامی فوجوں کی قیادت کر رہا تھا۔ پھر یہی شہر اس کا صدر مقام رہا۔ جب اس نے زمام حکومت ہاتھ میں لی اس وقت حجاج مرچکا تھا۔ لیکن اس کے طرفداروں کو اس بغض و عداوت کی سزا بھگتنا پڑی جو حجاج اور نئے خلیفہ میں تھی۔ قتیبہ بن مسلم ایسے دلیر و بارعب شخص کو بھی کھٹکا پیدا ہوگیا کہ اس کا بھی یہی حشر ہوگا چنانچہ اس نے بغاوت کردی لیکن قتیبہ پر بے خبری میں حملہ کرکے اسے قتل کردیا گیا۔ اگرچہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے کو ولی بنانے کی کوشش کی تھی، تاہم سلیمان نے اپنے بیٹے ایوب کی ولیعہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لی۔ بعد میں سلیمان نے بستر مرگ پر ایک بااثر عالم دین رجاء بن حیوۃ کے ساتھ یہ طے کرلیا کہ اس کے بعد اس کے چچازاد بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز جو اپنی پارسائی کے اعتبار سے ممتاز و مشہور تھے

مسند نشین ہوں گے اسی لیے سلیمان کو "مفتاح الخیر" کا لقب ملا۔عرب مورخین کے بیانات سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ سلیمان باوجود کسی حد تک پرہیز گار ہونے کے بے رحم اور نفسانی خواہشوں کے پنجے میں گرفتار تھا۔سلیمان ایک کینہ پرور اور جفا جو حکمران تھا۔اس نے محمد بن قاسم،قتیبہ بن مسلم اور موسیٰ بن نصیر جیسے سپہ سالاروں کی تذلیل وتحقیر میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

(ابن الاثیر،''خلافت بنوامیہ''،جلد دوم،مترجم:سید ہاشم ندوی،کراچی:نفیس اکیڈمی،۱۹۶۵ء،ص ۱۶۲۔۱۹۴)

سلیمانؑ: IB-۴۳۴

(۹۹۲ تا ۹۲۴ ق م)۔اسرائیلی پیغمبر جو حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے۔حضرت داؤدؑ نے فلسطین میں جو حکومت قائم کی تھی حضرت سلیمانؑ نے اُس کو مستحکم کیا۔آپ کے عہد میں ملک نے ہر اعتبار سے بڑی ترقی کی۔حضرت داؤدؑ نے جس ہیکل کی بنیاد رکھی تھی آپ نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔قرآن مجید میں آپؑ کا ذکر مندرجہ ذیل سورتوں میں آیا ہے۔البقرہ (۲)؛ النساء (۴)؛ الانعام (۶)؛ الانبیاء (۲۱)؛ النمل (۲۷)؛ سبا (۳۴)؛ ص (۳۸)؛ کہا جاتا ہے کہ بحکم خداوند تعالیٰ جن وانس اور ہوا وطیور آپ کے تابع تھے۔آپ کا تخت ہوا میں اُڑتا تھا۔قرآن پاک میں آپ کی زندگی اور نبوت کے حالات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں خصوصاً ملکہ سبا کا واقعہ۔مسجد اقصیٰ جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے آپؑ ہی نے بنوائی تھی۔تورات میں آپ کا ذکر صرف بنی اسرائیل کے بادشاہ کی حیثیت سے آیا ہے لیکن قرآن مجید میں آپ کو اللہ کا نبی کہا گیا ہے۔بائبل میں حضرت سلیمانؑ کی بابت جو قصے درج ہیں وہ ایک پیغمبر کی شان کے سراسر منافی ہیں۔پیغمبروں کے بارے میں اسلام کا موقف بڑا واضح ہے۔پیغمبر نہ تو گمراہی کا شکار ہو سکتے ہیں اور نہ ہی شرک و بت پرستی اختیار کرتے ہیں۔ان کا مقصد تو گمراہی اور شرک کو ختم کر کے رشد وہدایت اور توحید کو پھیلانا ہوتا ہے۔قرآن مجید اس قسم کے قصوں سے حضرت سلیمانؑ کو پاک اور مبرا قرار دیتا ہے کہ ہم نے داؤدؑ کو،جو صاحب مرتبہ اور عاقل تھے،انہیں جیسا فرزند عطا کیا جو لائق اور عقل مند تھا اور ہر بات میں خدا کی طرف رجوع کرنے والا تھا اور ہر کام میں ان کا مطمح نظر حصول رضائے الٰہی تھا۔قرآن مجید میں ان کی وفات کا قصہ بغرض اثبات بے ثباتی دنیا اور بیان تاثیر اقتدار سلیمانی دیا گیا ہے۔کہ باوجود اس قدر ملک و جاہ وحشم کے آخر انہیں بھی موت سے سابقہ پڑا اور ان کے فوت ہو جانے کا حال ایک کیڑے کی وجہ سے معلوم ہوا،جس نے اس لکڑی کو کھا کر اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا۔جس پر سہارا لیے ہوئے ان کی روح پرواز کر گئی تھی۔

(ظفر اقبال کلیار،''قصص الانبیاء''، لاہور:مکتبہ زاویہ،۲۰۰۲ء، متعدد صفحات)

سودا: ۸۔۱۳۴

(۱۷۱۲ء تا ۱۷۸۱ء) مرزا محمد رفیع سودا اٹھارہویں صدی عیسوی کے نامور اردو شاعر جو دہلی میں پیدا ہوئے۔آخری زمانہ لکھنؤ میں گزرا اور وہیں ۱۷۸۱ء میں وفات پائی۔شاعری میں پہلے سلیمان قلی خاں اور بعد میں شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے۔

خان آرزو کی صحبت سے بھی استفادہ کیا اور انہی کے مشورے سے اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔ جب کلام کی شہرت ہوگئی تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام اصلاح کے لیے دینے لگے۔ کچھ عرصہ بعد کسی بات پر آزردہ ہو کر دربار جانا چھوڑ دیا۔ اسکے بعد احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے ہاتھوں دلی کی بربادی پر باہر کا رخ کیا۔ پہلے فرخ آباد میں رہے۔ ۱۷۷۲ء میں فیض آباد پہنچے اور شاہ شجاع الدولہ کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔ نواب شجاع الدولہ نے معقول وظیفہ مقرر کردیا۔ جب نواب آصف الدولہ نے تخت نشین ہو کر پایہ تخت لکھنؤ منتقل کیا تو یہ بھی لکھنؤ آگئے۔ نواب نے ملک الشعراء کا خطاب دیا۔ میر تقی میر کے ہم عصر تھے اور شعرائے اردو کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں۔ جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ اردو میں ہجوگوئی کو انہی نے رواج دیا۔ قصیدہ نگاری میں اردو کے خاقانی اور انوری مانے جاتے ہیں۔ ان کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں لیکن زیادہ مشہور یہ ہے کہ زیادہ آم کھانا ان کی موت کا بہانہ بن گیا۔ سودا کو لکھنؤ میں امام باقر کے امام باڑے میں دفن کیا گیا۔[۱] ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی: ''دہلی کا دبستان شاعری'' متعدد صفحات تصانیف میں ایک دیوان فارسی، ایک نثر فارسی رسالہ، کلیات اردو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں امراء کی تعریف اور آئمہ اہل بیت کی منقبت میں قصیدوں کے علاوہ غزلیات ہجویات، مراثی، مثنویات، رباعیات، قطعات، مستزاد، تاریخیں، پہلیاں، واسوخت، شہر آشوب، وغیرہ موجود ہیں۔

(ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی، مرتبہ: ''کلیات سودا''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۲ء، ص ۱-۱۱)

۴۷۔۶: شافعیؒ

(۷۶۷ــ۸۲۵ء) اہل سنت کے چار مکاتب فقہ میں سے ایک کے بانی۔ ابوعبداللہ محمد بن ادریس نام، شافعی عرف عسقلان میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے۔ دس برس کی عمر میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔ وہیں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بیس برس کی عمر میں مدینہ تشریف لے گئے اور امام مالک بن انس کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ امام مالکؒ کی وفات کے بعد یمن میں ایک سرکاری عہدے پر مامور ہوئے۔ وہاں علویوں کی حمایت کے شبے میں گرفتار ہوئے لیکن ہارون الرشید نے رہا کردیا۔ کچھ عرصہ مکہ میں رہے۔ پھر ۸۱۰ء میں مصر جا کر حلقہ درس قائم کیا۔ امام شافعیؒ نے فقہی مسائل میں حدیث و اجتہاد دونوں کو اپنایا۔ آپ نے علم فقہ پر ایک کتاب " الرسالۃ " تصنیف کی جس میں فقہ کے اصول اور استدلال پر بڑی جامع بحث کی گئی ہے۔ اس تصنیف کے باعث آپ اصول فقہ کے بانی قرار پائے۔ امام شافعیؒ نے وسیع مطالعہ کیا۔ مختلف مکاتب فکر کے افکار و مسائل کو مطالعہ کرنے کے بعد اصول کی کسوٹی پر پرکھا۔ جو چیز ان کے نزدیک کتاب و سنت اور اجماع کے مطابق تھی، اسے قبول کرلیا اور جس بات سے اختلاف ہوا اس پر کتاب و سنت کی روشنی میں بحث کی۔ امام شافعیؒ تصنیف و تالیف کا بیشتر کام مسجد میں بیٹھ کر کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے شاگردوں کو املاء بھی کرایا کرتے تھے۔ امام البیہقی کے مطابق امام شافعیؒ کی تصانیف میں تین خوبیاں نمایاں ہیں (۱) حسن ترتیب (۲) مسائل کے بیان میں دلائل و براہین (۳) ایجاز و اختصار۔ امام شافعیؒ کی سرگرمیوں کے دو بڑے مرکز بغداد اور قاہرہ تھے۔ امام شافعیؒ سے پہلے علماء وفقہائے اسلام دو نمایاں

گروہوں میں تقسیم تھے۔ایک اہل حدیث اور دوسرے اہل الرائے۔ دونوں کے طرزِعمل میں خاصی شدت پائی جاتی تھی۔امام شافعیؒ کے انداز فکر اور طرزِ عمل سے دونوں جماعتوں کے درمیان مخالفت اور بعد کم ہوگیا۔امام شافعی نہ صرف فقہی علم رکھتے تھے بلکہ وہ شاعر بھی تھے۔علم طب کا بھی ادراک حاصل تھا اور تیر اندازی کے بھی ماہر تھے۔شہرت اور ناموری کے حصول سے وہ ہمیشہ متنفر رہے۔

(محمد ابوزھرہ، ''امام شافعیؒ ''، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن، متعدد صفحات)

شاہ پور: ۸۔۱۱۹

(۲۴۱ء۔۲۷۲ء) ساسانی خاندان کے تین ایرانی بادشاہوں کا نام۔شاہ پور اول، شاہ پور ثانی اور شاہ پور ثالث۔شرر نے اپنے مضمون میں شاہ پور اول کا ذکر کیا ہے۔شاہ پور اول بن اردشیر جسے عرب سابور الجنود کہتے ہیں، اس نے شہنشاہ روم ولید بن کو شکست دی اور گرفتار کرکے ایران لایا۔اس نے دریائے کارون پر ایک پختہ بند بنوایا جس کے پل کی لمبائی 570 گز ہے۔اسے بند قیصر کہتے ہیں اور یہ اب بھی موجود ہے۔شاہ پور اول مانی کا ہم عصر تھا۔دو نئے شہر بیشا پور اور نیشا پور آباد کیے۔ نیشا پور کے کھنڈر شیراز اور بوشہر کے وسط میں آج بھی موجود ہیں۔

(غلام رسول مہر، مترجم: ''منہاج سراج — طبقات ناصری''، جلد اول، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۵ء، طبع دوم، ۲۶۷)

شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی: ۶۔۵۲

(۱۷۴۲ء۔۱۸۲۳ء) شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشہور مفسر اور محدث، سترہ برس کی عمر میں تفسیر، حدیث اور فقہ میں فارغ التحصیل ہوگئے اور باپ کی طرح علم حدیث کا درس دینا شروع کیا۔حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی دستگاہِ کامل رکھتے تھے اور مشکل مسائل کو چشم زدن میں حل فرما دیتے تھے۔۔ادب خصوصاً فن عروض کے ماہر تھے۔استاد ذوق نے سب سے پہلے آپ ہی سے اصلاح سخن لی تھی۔اس سے قبل انگریزی پڑھنے کو ناجائز سمجھا جاتا تھا لیکن آپ نے ہی اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔آپ کی سب سے مشہور تصنیف ''تفسیر عزیزی'' ہے۔

(ڈاکٹر ثریا ڈار، ''شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۱ء، متعدد صفحات)

شاہجہاں: ۲۸۔۶۹

(۱۵۹۲ء۔۱۶۶۶ء) خاندان مغلیہ کا مشہور فرمانروائے ہند، جہانگیر کا تیسرا بیٹا جس کا نام خرم تھا، شاہجہاں کے نام سے مشہور ہوا۔ جہانگیر کی وفات کے بعد تخت کے تمام دعویداروں کو قتل کر کے شاہجہاں کے نام سے تخت نشین ہوا۔اس کے تخت نشین ہوتے ہی اُسے کئی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔سب سے پہلے دکن کے سپہ سالار خان جہاں لودھی کی بغاوت کو فرو کیا۔ ۱۶۳۲ء میں احمد نگر کو اپنی سلطنت میں شامل کیا اور بیجا پور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کو باج ادا کرنے پر مجبور کیا۔ ۱۶۳۸ء میں

قندھار حاصل کیا۔ ہگلی کے مقام پر پرتگیزوں کو شکست دی اور اُن کی بستی تباہ کردی۔ شاہجہاں کا عہد مغل فن تعمیر کا سنہری زمانہ تھا۔ اسے عمارتیں بنوانے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اس نے آگرہ، دہلی، لاہور، کشمیر اور کابل وغیرہ میں نہایت عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں اور کئی خوبصورت باغ لگوائے۔ آگرہ میں اپنی محبوب بیوی کی یاد میں تاج محل بنوایا۔ لاہور میں جہانگیر کا مقبرہ اور شالیمار باغ بھی اسی نے بنوائے۔ جب شاہجہانی دور ختم ہوا تو بیش بہا زیورات وملبوسات اور تخت طاؤس جیسے گراں بہا سامان کے علاوہ خزانہ شاہی میں کروڑوں روپے نقد، سونا چاندی اور جواہرات موجود تھے۔ شاہجہاں کے دور حکومت میں سلطنت وسیع ہو چکی تھی۔ شاہزادے، شہزادیاں، امرا و عمائد بھی ذی علم، خوش ذوق اور بعض ان میں صاحب تصنیف اور شاعر بھی تھے۔ اس کے دو بیٹے دارا شکوہ اور اورنگ زیب ممتاز صاحب تصنیف اور انشا پرداز تھے۔ اس کی بیٹی جہاں آراء بیگم کی کتاب ''مونس الارواح'' خاصی مشہور ہے۔ شاہجہاں ایک سلیم المزاج فن دوست اور شریفانہ جذبات رکھنے والا بادشاہ تھا۔ شہزادگی کے زمانے میں تیموری شہزادوں کی عام عادت کے مطابق، اس سے بھی کچھ غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن بالعموم اس کے کردار میں شائستگی موجود تھی۔ اس کے علاوہ اپنے بیٹوں کے ہاتھوں سے اس نے تکلیفیں اٹھائیں لیکن صبر و استقامت کا جو ثبوت دیا وہ بھی اس کی بڑائی کا ثبوت ہے۔

(ڈاکٹر ناصر حسین زیدی، مترجم: ''شاہجہاں نامہ''، جلد اول، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء، متعدد صفحات)

شبلی نعمانی: ۵۔۲۱۴

(۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) مولانا شبلی نعمانی برصغیر ہند کے نامور ادیب، شاعر، انشا پرداز، نقاد، مورخ اور جامع کمالات شخصیت تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور مولوی شکر اللہ سے پائی۔ تحصیل علم کے شوق میں لکھنو، رامپور، سہارنپور اور لاہور کے سفر کیے۔ مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی سے فلسفہ، ریاضی اور ادب پڑھا اور مولوی عبدالحق خیر آبادی سے حدیث، فقہ اور معقولات پڑھیں۔ مولانا ارشاد حسین اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ ۱۸۷۶ء میں فریضہ حج ادا کیا۔ پھر ۱۸۸۱ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا۔ علمی اور ادبی مشغلہ اختیار کرنے سے پہلے شبلی نے یکے بعد دیگرے نقل نویسی ،قرق امینی، نیل سازی کی تجارت اور وکالت کی طرف توجہ کی، مگر طبعی مناسبت نہ ہونے کے سبب ان کاموں میں ان کا دل نہ لگا۔ ۱۸۸۱ء میں علی گڑھ کالج میں عربی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہو گئے۔ یہاں مولانا حالی نے ان کو اپنی شاعرانہ صلاحیتیں کو جدید شاعری اور قومی پیغام کے لیے وقف کرنے پر آمادہ کیا اور مشہور مستشرق پروفیسر آرنلڈ نے انگریزی اور فرانسیسی سے آشنا کر کے جدید تحقیق وتنقید کا شوق دلایا۔ ۱۸۹۲ء میں اپنی تصانیف کے لیے مواد جمع کرنے کی غرض سے شام، مصر اور ترکی کا سفر کیا۔ سلطان ترکی نے انہیں تمغہ مجیدی عنایت فرمایا، ۱۸۹۴ء میں حکومت انگریزی نے شمس العلماء کا خطاب دیا۔ اسی سن میں ندوۃ العلماء کی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۹۸ء میں سرسید کی وفات پر کالج سے مستعفی ہو گئے۔ سید علی بلگرامی نے حیدر آباد دکن بلا کر ناظم محکمہ تعلیمات کا عہدہ سپرد کیا۔ ۱۹۰۵ء میں لکھنؤ چلے آئے اور دار العلوم ندوۃ سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۱۳ء میں اختلافات کے

باعث اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور مستقل طور پر اعظم گڑھ میں آ کر دارالمصنفین کا منصوبہ تیار کیا۔ مولانا شبلی نے تاریخ، تنقید اور علم الکلام پر گرانقدر کتابیں لکھیں۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اُن کے علمی کارنامے مختلف النوع ہیں۔ ان کی تصانیف میں الفاروق، سیرت عائشہؓ، شعرالعجم، المامون، سیرۃ النعمان، الغزالی، الکلام، علم الکلام، سوانح مولانا روم وغیرہ شامل ہیں۔ ''سیرۃ النبی'' کی پہلی جلد ختم ہوئی تھی کہ انتقال ہوگیا۔ باقی جلدیں ان کے شاگرد اور جانشین سید سلیمان ندوی نے پوری کیں۔

(خلیق انجم، مرتبہ: ''شبلی کی علمی وادبی خدمات''، نئی دہلی، انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات)

شجاع الدولہ، نواب: ۷۔۵۶

(۱۷۳۱ء۔۱۷۷۵ء) منصور علی خان صفدر جنگ ناظم اودھ کا لڑکا تھا۔ اس کا اصلی نام جلال الدین حیدر تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد حکمران ہوا۔ پانی پت کی مشہور لڑائی میں جو احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے درمیان ہوئی شریک تھا۔ پھر شاہ عالم کا وزیر مقرر ہوا۔ بکسر کی جنگ میں اس کو انگریزوں نے شکست دی۔ جس زمانے میں روہیل کھنڈ میں مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور شجاع الدولہ کو یہ خوف تھا کہ اودھ بھی اِن کی دست بروس سے نہ بچے گا تو اس نے حافظ الملک سے ایک عہد نامہ کیا تھا جس کو حافظ الملک رحمت خان نے اس لیے منظور کرلیا تھا کہ وہ مرہٹوں کی لوٹ مار سے تنگ آ گیا تھا۔ آخر میں شجاع الدولہ کو حافظ رحمت خان نے چالیس لاکھ روپیہ دینے کا اس شرط پر وعدہ کرلیا تھا کہ وہ مرہٹوں کے مقابلے میں روہیلوں کی مدد کریں گے۔ مگر روہیلوں نے اپنی ہی قوت سے مرہٹوں کو نکال دیا۔ اس پر شجاع الدولہ نے روپیہ طلب کیا اور اس مطالبہ کو حیلہ جنگ بنالیا۔ کیونکہ شجاع الدولہ روہیلوں سے کینہ رکھتا تھا اور ان کو اپنے ملک کے قریب اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ حافظ رحمت خان نے روپیہ دینے سے انکار کردیا۔ اس پر شجاع الدولہ نے اپنے دوست انگریزوں کی مدد اور مشورے سے روہیلوں پر چڑھائی کردی۔ کٹرہ کے قریب ۷ اپریل ۱۷۷۴ء کو ایک فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں روہیلے نہایت بہادری سے لڑے لیکن حافظ رحمت خان کے مارے جانے سے روہیلے شکست کھا گئے۔ شجاع الدولہ روہیل کھنڈ پر قابض ہوگیا۔

(''مشاہیر مشرق''، ص ۳۰۲)

شرحبیلؓ بن حسنہ: ۷۔۹

صحابی رسولؐ۔ والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام حسنہ تھا۔ ان کے والد کی وفات کے بعد انکی والدہ نے سفیان انصاری سے نکاح کرلیا۔ اس لیے ماں کے نام سے منسوب ہوئے۔ آغاز اسلام ہی میں اسلام کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔ مکہ سے حبشہ ہجرت کی۔ ام المومنین حضرت اُم حبیبہ ؓ کا نکاح نجاشی نے حضورؐ سے کیا تو آپؓ حضرت شرحبیلؓ کی رفاقت میں آنحضرتؐ کے ساتھ مدینہ پہنچیں۔ حضرت شرحبیلؓ کا شمار کاتبان وحی میں بھی ہوتا ہے۔ آپؐ نے انہیں سفیر بنا کر مصر

بھیجا۔ آپ ؓ مصر ہی میں تھے کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فتح شام کے لیے جو چار سپہ سالار مقرر کیے تھے، ان میں حضرت شرحبیلؓ بھی شامل تھے۔ آپ نے اردن کا سارا علاقہ فتح کیا۔ شرر نے جو واقعہ بیان کیا ہے، وہ اسی علاقے میں پیش آیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں اردن کا والی مقرر کیا۔ آپؓ نے زندگی بھر اسلام کی بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں، بالآخر ۶۳۹ء میں طاعون کی وبا کے باعث وفات پائی۔

(ڈاکٹر نذیر احمد پراچہ، ''مسلمان فاتحین''، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۹۴-۲۰۰)

شہرستانی: ۷-۱۲۲

(۱۰۷۶ء-۱۱۵۳ء) محمد بن عبدالکریم الشہرستانی۔ اہم ترین تاریخ دان جس نے میڈی ٹرینین، مشرق قریب اور جنوبی ایشیائی دنیا میں عالمی مذاہب اور فلسفوں کے ثقافتی اختلاط اور نظریاتی ترقی کو دیکھنے کا ایک طریقہ کار پیش کیا۔ اس کی زندگی کے بارے میں ہمیں بہت کم معلومات میسر ہیں۔ اس نے فقہ اور دینیات کا مطالعہ کیا۔ اِس کے ذاتی فلسفیانہ مذہبی رجحانات اختلاف رائے والا معاملہ ہیں۔ اپنی شاہکار ''کتاب الملل والنحل'' (مذہبی اور فلسفیانہ رویوں کی کتاب) کے علاوہ اس نے فلسفیوں کا مناظرہ اور دینیات پر ایک قابل قدر کتاب ''نہایت الاقدام'' بھی لکھی۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد دوم، ص ۱۳۱۵)

شیریں: ۱۸-۳۶۰

ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز کی ملکہ، بادشاہ نے دارالحکومت سے کچھ فاصلے پر شکار گاہ میں اپنی محبوب ملکہ کے لیے ایک محل بنوایا تھا جو قصر شیریں کہلاتا تھا۔ قصہ گو بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شکار کھیلتے وقت دفعتہً شیریں کا فرہاد سے سامنا ہو گیا۔ فرہاد اس پر دل وجان سے فریفتہ ہو گیا اور دن رات قصر شیریں کے چکر کاٹنے لگا۔ جب خسرو پرویز کو اس کے عشق کا پتہ چلا تو اس نے فرہاد کے ذمے پہاڑ کھود کر نہر نکالنے کا کام لگایا۔ خسرو کا خیال تھا کہ یہ کام اُس سے انجام نہیں پا سکے گا۔ مگر فرہاد نے جذبہ عشق سے سرشار ہو کر کوہ بے ستون کا سینہ چیر ڈالا اور نہر ایک طرح سے مکمل کر لی۔ بدنیتی سے پرویز نے شیریں کی موت کی جھوٹی خبر اُڑا دی۔ فرہاد خبر سن کر ہوش وحواس کھو بیٹھا اور اپنے ہی تیشے سے سر پھوڑ کر جان دے دی۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۹۲۸)

شیکسپیئر، ولیم: ۵-۳۱

(۱۵۶۴ء-۱۶۱۶ء) انگریز ڈراما نگار اور شاعر۔ کچھ عرصہ مختلف تھیٹریکل کمپنیوں میں بطور ایکٹر اور منیجر کام کیا۔ بعدازاں پمبر دک میں کمپنی کے لیے ڈرامے لکھنے لگا۔ ۱۵۹۴ء میں لارڈ چیمبرلین کی کمپنی میں شامل ہو گیا۔ یہاں اس کا خاص کام ڈرامے لکھنا تھا۔ اس زمانے میں انگلستان میں تھیٹر بالکل نئی چیز تھے۔ ڈراما نگاروں کو کہانیوں کے لیے تاریخ کی ورق

گردانی کرنی پڑتی تھی یا پرانے زمانے کی ادبیات کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔ شیکسپیئر اس کام کی مہارت رکھتا تھا۔ دوسرے ڈراما نویسوں کی طرح وہ بھی پرانی کہانیوں سے اپنے ڈرامے تیار کرتا تھا، لیکن ایسا کرنے میں وہ پرانے کام کو جلا دے کر اس کا حلیہ ہی تبدیل کر دیتا تھا۔ سال میں تقریباً دو نئے ڈرامے لکھ دینا اس کا معمول تھا۔ ۱۵۹۹ء میں اس نے گلوب تھیٹر خرید لیا اور پوری توانائی سے تخلیقی کام شروع کر دیا۔ شیکسپیر نے نظمیں، گیت اور تقریباً پچپن ڈرامے لکھے۔ اس کے المیہ ڈراموں میں ہیلمٹ، میکبتھ، رومیو جولیس سیزر، اوتھیلو، جولیٹ اور طربیہ ڈراموں میں مرچنٹ آف وینس، ایز یو لائک اٹ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ سٹریٹ فورڈ ہی میں انتقال کیا۔

(Park Honan, "Shakespeare: A Life", London: Oxford University Press, 2000, pg. Different)

صدیق حسن: 2B-۱۱۲

عبدالحلیم شرر کے دو بیٹے تھے فاروق اور صدیق حسن، دونوں ہی ''دل گداز'' سے مختلف حیثیتوں سے منسلک رہے کبھی ایڈیٹر کبھی منیجر ''دلگداز'' کے علاوہ ''مہذب'' رسالے پر بہ حیثیت مدیر محمد صدیق حسن کا نام ہے۔ شرر کے انتقال کے بعد بھی ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۴ء تک ''دلگداز'' محمد صدیق حسن ہی نکالتے رہے۔ اس کے بعد ایک عرصے تک حیدر آباد میں ملازم رہے۔ تقسیم ملک کے بعد صدیق حسن مع اعزہ پاکستان آ گئے۔ پاکستان میں اُن کی رہائش کراچی میں تھی لیکن کوشش کے باوجود مقالہ نگار اُن کے کسی قریبی رشتہ دار کو تلاش نہیں کر سکا۔ ڈاکٹر شریف احمد ہندوستان سے آ کر انہیں کراچی میں ملتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے مقالے میں ذکر کیا ہے کہ صدیق حسن بھی وفات پا چکے ہیں اور مزید یہ لکھا ہے کہ افسانہ نگار رابعہ بیگم شرر کی نواسی ہیں۔

(ڈاکٹر شریف احمد، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، ص ۴۴)

صفیہؓ: 2A-۵۳

۱۔ نام زینب المومنین جنگ خیبر میں اسیر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آئیں۔ عرب میں مال غنیمت کے ایسے حصے کو جو بادشاہ کو ملے ''صفیہ'' کہتے تھے اسی لیے آپ کا نام صفیہ پڑا۔ آپ کا باپ حیی بن اخطب قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا اور ماں سموئل رئیس قریظہ کی لڑکی تھی۔ دونوں بنو اسرائیل کے ممتاز افراد تھے۔ آپ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی۔ اس سے طلاق لینے کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جو رئیس خیبر کا بھتیجا تھا اور جنگ خیبر میں مارا گیا تھا۔ حضرت صفیہ ؓ کے باپ اور بھائی بھی اسی جنگ میں مارے گئے تھے۔ جنگ کے بعد سیدنا بلالؓ، حضرت صفیہ ؓ اور ان کے رشتے کی ایک بہن کو پکڑ کر لائے۔ حضرت صفیہؓ نے حضورؐ سے نکاح کو پسند کیا۔ ۷ ہجری کو رسول اللہؐ سے شادی ہوئی۔ ۱۰ ہجری میں رسول اللہ کے ساتھ آپ نے حج کیا۔ ۳۵ ہجری میں ایام محاصرہ کے دوران حضرت عثمان ؓ کی مدد کی۔ ۵۰ ہجری

میں ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا قد چھوٹا تھا اور بہت حسین اور خوش خلق تھیں۔

(پروفیسر خالد پرویز، ''امہات المومنین''، لاہور: حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۲۸۱۔۳۰۶)

۲۔ صفیہؓ: (بنت عبدالمطلب) عبدالمطلب کی دُختر تھیں۔ ماں کا نام یالہ بنت وہب تھا جو حضرت آمنہ (یعنی آنحضرتؐ کی والدہ ماجدہ) کی چچا زاد ہمشیرہ ہیں۔ اس بنا پر حضرت صفیہ آنحضرتؐ کی پھوپھی ہونے کے علاوہ آپ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ حضرت حمزہؓ بھی یالہ سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے وہ اور حضرت صفیہؓ حقیقی بھائی بہن تھے۔ آپ کی شادی ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث سے ہوئی۔ جس سے آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد آپ کا نکاح حضرت خدیجہ کے بھائی عوام بن خویلد سے ہوا جس سے حضرت زبیرؓ پیدا ہوئے۔ آنحضرت کی تمام پھوپھیوں میں یہ شرف صرف حضرت صفیہؓ کو حاصل ہے، کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے ۲۰ھ میں تہتر برس کی عمر میں انتقال کیا۔ آخری آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۹۴۱)

صلاح الدین ایوبی: ۵۔۵۱

(۱۱۳۸ء۔۱۱۹۳ء) اصل نام یوسف، شام کا سلطان، خاندان ایوبی کا بانی اور تیسری صلیبی جنگ میں اسلامی افواج کا کمانڈر، اس کا باپ نجم الدین ایوب موصل کے امیر عماد الدین زنگی کا ملازم اور نسلاً کرد تھا۔ جب صلاح الدین آٹھ برس کا تھا عماد الدین زنگی اپنے غلاموں کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کا چھوٹا لڑکا نور الدین محمود حلب کا امیر بن گیا۔ صلاح الدین کا باپ اور اُس کا بھائی دونوں شیر کوہ کے حامی تھے، چنانچہ جب انہوں نے دمشق فتح کیا تو نورالدین محمود شام کا بادشاہ بن گیا۔ صلاح الدین کے لڑکپن کا زمانہ دمشق میں گزرا۔ بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں یورپ کے بعض پادریوں نے صلیبی جنگوں کی بنیاد رکھی اور بے شمار یورپی عیسائیوں کے لشکر شام و فلسطین بھیجے تا کہ فلسطین اور آس پاس کے علاقے مسلمانوں سے چھین لیں اور بیت المقدس پر قبضہ کرلیں۔ مصر میں فاطمی خلفاء کی حکومت تھی۔ نورالدین محمود نے سوچا کہ مصر میں مورچہ قائم کرنا ضروری ہے تا کہ اُدھر سے عیسائی حملہ نہ کرسکیں۔ چنانچہ اس نے شیر کوہ کو مصر بھیج دیا جس کے ساتھ اس کا بھتیجا صلاح الدین بھی مصر چلا گیا۔ اس وقت وہ چھبیس سال کا تھا۔ وہاں عیسائیوں سے لڑائیاں ہوئیں شیر کوہ فوت ہوا تو صلاح الدین اس کی جگہ مختار کار بن گیا۔ خلیفہ بغداد نے صلاح الدین کو شام کا سلطان بنا دیا۔ اس زمانے میں تیسری صلیبی جنگ کے لیے یورپ سے فوجیں آنے لگیں۔ صلاح الدین نے کئی جنگوں میں ان کو شکست دی اور دو اڑھائی برس کے بعد ۲۰ ستمبر ۱۱۸۷ء کو نوے برس کے بعد مسلمانوں کا قبلہ اول پھر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ صلاح الدین پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس سے یورپ کے عیسائیوں کو سابقہ پڑا۔ ایوبی نے عیسائیوں سے اس قدر عدل و احسان، رحم و کرم اور دریا دلی کا برتاؤ کیا کہ آج تک یورپی مورخ اس کی

تعریف میں رطب اللسان ہیں۔سلطان بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد دمشق چلا گیا۔سلطان علوم دینیہ کا دلدادہ، علما کا سر پرست اور تعمیرات کا شائق تھا۔جیسا کہ قاہرہ کے قلعے اور یروشلم میں عمارتوں کی از سرِ نو تعمیر سے پتا چلتا ہے۔

(رئیس احمد جعفری، ''تاریخ دولت فاطمہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۴ء، ص ۱۹۔۲۱)

ضرارؓ: ۷۔۲۲

ضرارؓ بن ازور۔ ممتاز صحابی۔ اپنے قبیلے کے امیر آدمی تھے۔ اپنی بہن خولہ بنت ازور کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔دونوں بہن بھائیوں میں بے حد انس تھا۔آپؓ زبردست شہسوار تھے۔عموماً جنگ میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر لنگوٹ باندھ کر سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں فتنہ ارتداد کے خلاف بڑی جاں فروشی سے جہاد کیا۔قبیلہ بنی تمیم کا مشہور سرغنہ مالک بن نویرہ انہی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ جنگ اجنادین میں آپ ایک مرتبہ دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر اسیر ہوگئے، لیکن آپ کی نقاب پوش بہن خولہ بنت ازور نے ایسے شجاعانہ انداز میں جنگ کی اور تیغ زنی اور فن سپہ گری کا ایسا باکمال مظاہرہ کیا کہ اپنے بھائی کو دشمنوں سے رہا کرالیا۔ جنگ یرموک میں پہلے روز خالدؓ بن ولیدؓ نے جن ۶۰ جانبازوں کو ساٹھ ہزار کے لشکر کفار سے لڑایا، ان میں ضرار بھی تھے۔آپؓ شام کے وقت نیزہ اور تلوار ٹوٹ جانے کی وجہ سے مع چار ہمراہیوں کے رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ اگلے روز خالد بن ولیدؓ نے ان پانچوں کو رہا کرالیا۔ جنگ یمامہ میں دونوں پنڈلیاں کٹ گئیں تو گھٹنوں کے بل چل کر لڑنے لگے۔ کفار کے گھوڑے انہیں روندتے رہے اور بالآخر شہادت نصیب ہوئی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۳۰۳۔۳۰۴)

طارق بن زیاد: ۶۔۱۲۵

خلافت بنو امیہ کے عہد کا پہلا مسلمان جرنیل جس نے یورپ میں اسلامی پرچم لہرایا۔اموی خلیفہ عبدالملک بن مرواں کے عہد میں افریقہ کی فتح پر مامور ہوا مگر اس کے قدم افریقہ سے بھی آگے نکل گئے۔ طارق جنگی منصوبہ بندی میں بڑا ماہر تھا۔ہسپانیہ میں حملہ آور ہونے سے پہلے اس کی انتظامی قابلیت کی بنا پر طنجہ کا والی مقرر ہوا۔موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دے کر ہسپانیہ کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب فوج کشتیوں میں بیٹھ کر آبنائے عبور کرگئی تو طارق نے حکم دیا کہ کشتیاں جلادی جائیں۔ فوج کے افسروں نے اس اقدام کو غیر دانشمندانہ قرار دیا تو طارق نے اس موقع پر وہ تاریخی تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہارے سامنے دشمن اور پیچھے سمندر ہے۔تمہارے زندہ رہنے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ تم آگے بڑھ کر دشمن کے ملک پر قبضہ کرلو۔ آٹھ دن کے بعد شہنشاہ راڈرک بھاگ نکلا۔طارق کی حیرت انگیز فتوحات کی خبریں سن کر افریقہ کے والی موسیٰ بن نصیر نے حکومت اپنے بیٹے عبداللہ کے سپرد کی اور خود اٹھارہ ہزار فوج لے کر طارق کی مدد کو آیا۔دونوں سپہ سالاروں نے نئی مہمات کا آغاز کیا اور شمال مشرقی اندلس کے علاوہ جنوبی فرانس کی طرف پیش قدمی کر کے تین

اہم شہروں پر قبضہ کرلیا۔ موسیٰ اور طارق کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ان دونوں کو واپس بلالیا۔ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ہسپانیہ کا والی مقرر کیا اور خود طارق بن زیاد کے ساتھ دمشق پہنچ گیا۔ دمشق پہنچ کر موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد ایسے عظیم فاتح سپہ سالاروں کی عسکری زندگی کا خاتمہ ہوگیا اور انجام کار وہ گمنامی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگئے۔

(ڈاکٹر نذیر احمد پراچہ، ''مسلمان فاتحین''، ص ۳۵۱-۳۵۵)

طالوت: IB-۶۰۷

بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ کو تورات میں شاؤل کہا گیا اور قرآن مجید میں طالوت۔ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد تقریباً پونے دو سوسال تک صحرا میں ذلیل وخوار ہونے کے بعد یہودیوں نے اپنے پیغمبر شموئیل سے کہا کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ انہیں ایک بادشاہ عطا کیا جائے۔ ان کے اصرار پر خدا نے بنی اسرائیل کے ایک عام فرد طالوت کو جو علم اور قوت بازو میں فوق الفطرت تھا، ان کا بادشاہ بنادیا۔ بنی اسرائیل نے حسب معمول اعتراض کیا کہ نہ تو اس کے پاس دولت ہے نہ ان کے مقابلے میں وہ باعزت ہے۔ پیغمبر نے کہا اسکے حقیقی بادشاہ ہونے کی پہچان یہ ہے کہ تابوت سکینہ اور حضرت موسیٰ کے تبرکات جو خدا کے دشمنوں کے قبضے میں چلے گئے ہیں، اس کے دروازے پر آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بنی اسرائیل کو طوعاً و کرہاً اسے بادشاہ تسلیم کرنا پڑا۔ جب یہ لوگ طالوت کے ساتھ جالوت کے خلاف جہاد کرنے کے واسطے روانہ ہوئے تو راستے میں بادشاہ نے فوج کو حکم دیا کہ دریا میں سے صرف ایک چلو پانی پئیں مگر انہوں نے حکم نہ مانا جس کی پاداش میں ان کے پیٹ پھول گئے۔ جنگ کے دوران طالوت نے ان سے وعدہ کیا کہ جو شخص جالوت کو مارے گا وہ تہائی سلطنت پائے گا اور ان کا جانشین بنے گا۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ نے اس کو ہلاک کردیا اور اس کے جانشین بنے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۳۷۰-۳۷۳)

طوسی: IA-۳۷۹

اس نام کی دو شخصیتیں اردو ادب میں مشہور ہیں ایک الشیخ محمد بن الحسن بن علی ابو جعفر اور دوسرے نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد بن الحسن۔ دونوں شیعہ سیاستدان، دونوں مصنف اور دونوں کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ شرر نے محمد بن الحسن طوسی کا ذکر کیا ہے۔ جو ایک مجتہد، عالم، فلسفی اور متعدد شیعی کتب علم کلام وفقہ کا مصنف ہے۔ جبکہ نصیر الدین طوسی منجم، مورخ اور شیعہ سیاستدان جس کا زمانہ حیات مغلوں کے حملوں سے تعلق رکھتا ہے۔

(''معروف مسلم سائنسدان''، عملہ ادارت، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء طبع پنجم ص ۴۰۹-۴۱۰)

عائشہ بنت طلحہؓ: ۷۔۱۵۵

حضرت طلحہؓ کی بیٹی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نواسی اور حضرت عائشہؓ کی بھانجی، حسین و جمیل خاتون تھیں۔ بہت سے شعرانے ان کے بارے میں اشعار بھی کہے ہیں۔ انہوں نے ایک سے زیادہ نکاح کئے۔ پہلے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر، پھر مصعبؓ بن زبیر اور ان کی وفات کے بعد عمرؓ بن عبید اللہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے بارے میں بہت سی روایتیں بے بنیاد اور غلط ہیں تاہم ان کی پرتکلف زندگی کے بارے میں سب باتیں شاید غلط نہیں، ان کی وفات کی تاریخ بھی معلوم نہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۲، ص ۱۳، ۱۴۷)

عائشہؓ بنت ابی بکرؓ، ام المومنین: IA۔۲۴۱

(۶۱۳۔۶۷۸ء) نام عائشہؓ، لقب صدیقہ، آنحضرتؐ کی شریک حیات۔ ان کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور والدہ اُم رومانؓ تھیں۔ س اھ میں نبی اکرمؐ کے عقد میں آئیں۔ ازواج مطہرات میں سب سے کم سن تھیں۔ حضرت عائشہؓ زندگی بھر مسجد نبوی کے حجرے میں مقیم رہیں۔ ان کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ان پر وہ سراسر جھوٹا ناپاک الزام ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید نے ''الافک'' کے لفظ سے کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی ازدواجی زندگی کا ایک اور اہم واقعہ جس میں دوسری ازواج مطہرات بھی شریک تھیں۔ ''ایلاء و تخییر'' کا واقعہ ہے۔ جس میں آنحضرتؐ کی ازواج کو اللہ کی طرف سے دنیا کے ناز و نعم یا حضرت محمدؐ کی رفاقت اور آخرت کی زندگی میں سے کسی ایک کو منتخب کر لینے کا اختیار دیا گیا تھا۔ تمام ازواج نے اللہ کے رسولؐ کی رفاقت کو قبول کیا۔ رسول اللہؐ وفات سے پیشتر تیرہ دن علیل رہے، جن میں سے آخری آٹھ دن آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں گزارے۔ وصال کے بعد آنحضرتؐ کو انہیں کے ہجرے میں دفن کیا گیا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ جنگ جمل میں آپ حضرت علیؓ کے مخالف لشکر کے ساتھ تھیں۔ یہ جنگ اگرچہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آئی تھی پھر بھی اصلاح کا یہ طریقہ اختیار کرنے پر حضرت عائشہؓ کو اپنی اجتہادی غلطی کا ہمیشہ افسوس رہا۔ ۶۶ برس کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ کو نہ صرف عام عورتوں پر بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ و صحابیات پر فوقیت حاصل تھی۔ حضرت عائشہؓ سے ۲۲۱۰۔ احادیث مروی ہیں۔

(سید سلیمان ندوی، ''سیرت عائشہؓ'' لاہور: عوامی کتاب گھر، س۔ن، متعدد صفحات)

عباد بن زیاد: ۵۔۲۵

عباد بن زیاد بن ابی سفیان ابوحرب، اموی سالار۔ امیر معاویہؓ نے اسے سجستان کا والی مقرر کیا، جہاں اس کا قیام سات برس تک رہا۔ اپنی مشرقی مہمات کے دوران میں اس نے قندھار فتح کیا۔ ۶۸۱ء میں یزید بن معاویہ نے اسے معزول

کر دیا اور اسکی جگہ اس کے بھائی سلمہ بن زیاد کو خراسان و سجستان کا والی مقرر کر دیا۔ عباد کی تاریخ انتقال معلوم نہیں۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۱۲، ص ۷۲۶)

عبدالحق، مولوی: ۵۔۱۷۷

(۱۸۷۰ء۔۱۹۶۱ء) بابائے اردو مولوی عبدالحق ہاپوڑ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم اپنے والد کے ساتھ رہ کر وسطی پنجاب میں حاصل کی۔ ۱۸۸۸ء میں علی گڑھ کالج میں داخل ہو کر گریجوایشن کی۔ علی گڑھ میں آپ کو سر سید، شبلی، حالی، سید محمود اور نواب محسن الملک جیسے افراد سے استفادہ کا موقع ملا۔ مولوی عبدالحق نے اپنی ملازمت کا آغاز حیدر آباد دکن سے کیا جہاں انہیں مدرسہ آصفیہ کا صدر مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد محکمہ تعلیمات میں انسپکٹر مدارس بنے۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن ترقی اردو کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ انجمن کے زیر اہتمام ادبیات، لسانیات، لغت اور جدید علوم پر ۲۰۰ سے زائد کتابیں شائع کیں جن میں بیشتر نادر و نایاب تھیں۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام میں بھی مولوی عبدالحق نے فعال کردار ادا کیا۔ جامعہ عثمانیہ کی پروفیسری چھوڑ کر انجمن ترقی اردو کا صدر دفتر ۱۹۳۸ء میں دہلی لے گئے۔ آزادی ہند کے خوفناک فسادات میں دفتر انجمن کو ہندو بلوائیوں نے تاراج کیا۔ مولوی صاحب کا ذاتی ساز و سامان لوٹ لیا، کتب خانے کا بڑا حصہ حکومت بھارت نے ضبط کر لیا اور انجمن کا تقریباً تین لاکھ کا سرمایہ جو امپیریل بینک حیدر آباد میں امانۃً رکھا تھا وہیں روک لیا۔ قیام پاکستان کے بعد مولوی صاحب کراچی آ گئے۔ پاکستان میں بھی مولوی صاحب نے انجمن ترقی اردو پاکستان کو ایک فعال علمی و تعلیمی و تدریسی ادارہ بنایا جس کے زیر انتظام اردو آرٹس کالج، اردو کامرس کالج، اردو لا کالج اور اردو سائنس کالج جیسے ادارے قائم ہوئے۔ اردو یونیورسٹی کے قیام کے لیے کوششیں کر رہے تھے کہ ایک سال علالت کے بعد وفات پا گئے۔ انجمن ترقی اردو کراچی کی عمارت کے احاطے میں دفن کیے گئے۔ آپ کی چند علمی تصانیف یہ ہیں۔ مقدمات عبدالحق، چند ہم عصر، تحقیق الجہاد، اعظم الکلام، قواعد اردو، دکنیات اور شعرا کے قدیم تذکروں پر تحقیقی مقالات وغیرہ۔

(شہاب الدین ثاقب، ''بابائے اردو مولوی عبدالحق: حیات اور علمی خدمات''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، س۔ن، متعدد صفحات)

عبدالحمید خاں، سلطان: ۶۔۸۲

(۱۸۲۳ء۔۱۸۶۱ء) عثمانی سلطان، سلطان محمود ثانی کا بیٹا، یکم جولائی ۱۸۳۹ء کو اپنے باپ کی مسند پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں مسلسل فسادات، بغاوتیں اور قتل عام کے واقعات رونما ہوئے۔ عبدالحمید پہلا سلطان تھا جو کوئی یورپی زبان (فرانسیسی) بول سکتا تھا۔ وہ ایک زیرک اور مہذب، چھریرے بدن کا آدمی تھا، مگر اس کی صحت حرم کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے خراب رہتی تھی۔ وہ جواں عمری ہی میں فوت ہو گیا۔ جب کہ اس کا ملک مالی مشکلات کی منجدھار میں گھرا ہوا تھا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۱۲، ص ۹۵۵۔۹۵۶)

عبدالرحمٰن ثالث: ۷۔۱۸۷

(۸۸۹ء۔۹۶۱ء) ہسپانیا کے امرائے بنوامیہ کا اٹھواں حکمران اور اندلس کا خلیفہ اول۔ امیر عبداللہ کا یہ جانشین تخت نشینی کے وقت صرف تیس سال کا تھا۔ اس کے دادا نے اس کی اعلیٰ صفات کی وجہ سے اسے جوان سال ہونے کے باوجود اپنا ولی عہد منتخب کرلیا تھا اور یہ انتخاب فی الحقیقت بہت موزوں ثابت ہوا۔ جب اس نے امارت سنبھالی تو علاقائی حاکم تقریباً خود مختار بن چکے تھے۔ عبدالرحمٰن سارے علاقوں پر اموی حاکیت قائم کرنے کے کام میں لگ گیا۔ اللہ تعالی نے اسے عجیب دل و دماغ عطا کررکھا تھا۔ اس نے عربوں اور بربروں کو ایک جھنڈے تلے جمع کر کے اپنی حکومت کا دائرہ شمالی افریقہ تک پھیلا دیا۔ لیوں اور نوارے کی عیسائی ریاستوں کی توسیع روکنے کی کوشش میں اسے پے درپے کئی شکستوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ عبدالرحمٰن کے عہد کو دواہم ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور داخلی امن وامان کے استحکام کا تھا۔ دوسرا طویل دور زیادہ تر خارجہ حکمت عملی کی سرگرمیوں کا زمانہ تھا۔ عبدالرحمٰن ثالث کو عمارتوں کی تعمیر کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے عہد حکومت میں بڑی نفیس اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں۔ دارالحکومت قرطبہ اس وقت پورے عروج پر تھا۔ شہر میں جگہ جگہ خوبصورت پارک اور پھلوں سے لدے ہوئے باغ تھے۔ سپین میں اسلامی حکومت کو جو اعلیٰ رتبہ عبدالرحمٰن ثالث نے بخشا وہ اسے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ اسکے دور کو اندلس کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن ثالث ۷۰ برس کی عمر میں جب اس کے اقتدار اور اس کی شہرت کا ستارہ نصف النہار پر تھا، فوت ہوگیا۔

(جمیل یوسف، ''مسلمانوں کی تاریخ''، اسلام آباد: کتاب گھر، س۔ن، ص ۱۰۹۔۱۱۲)

عبدالعزیز بن مروان: ۵۔۱۲

خلیفہ مروان کا بیٹا اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا باپ جسے مروان نے مصر کا والی اور عبدالملک کا جانشین مقرر کیا۔ عبدالعزیز نے بیس برس تک مصر میں امن وامان قائم کیا۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں عبدالعزیز اپنے بھائی عبدالملک کے زیر عتاب رہا، کیونکہ عبدالملک اپنے دو بیٹوں ولید اور سلیمان کو نامزد کرنا چاہتا تھا۔ اسی اثناء میں (۶۵ھ/۷۰۴ء) اچانک اس کا انتقال ہوگیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۲، ص ۹۱۰۔۹۱۱)

عبدالقادر جیلانی: A۲۔۱۸۴

(۱۰۷۸ء۔۱۱۶۶ء) صوفی بزرگ، قصبہ گیلان (ایران) میں پیدا ہوئے۔ پدری اور مادری نسب نامہ حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں والدہ کی اجازت سے بغرض حصول تعلیم بغداد تشریف لے گئے۔ سالہا سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ عبادات وریاضت اور حجرہ نشینی میں عرصہ دراز گزارنے کے بعد بغداد میں وعظ کرنے لگے۔ آپ کے صاحبزادے ابوعبداللہ راوی ہیں کہ آپ ہفتے میں تین بار تقریر عام کرتے تھے۔ علم تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، لغت، ادب، نحو،

مناظرہ، تاریخ اور علم فراست میں کمال حاصل کیا۔ فقہ میں امام شافعی اور امام حنبل کے پیرو تھے۔ سلسلہ قادریہ انہی سے شروع ہوتا ہے۔ بغداد میں وصال ہوا۔ وہیں پر آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

(علامہ عالم فقری، ''سیرت غوث اعظم''، لاہور: ادارہ پیغام القرآن، ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات)

عبداللہ:

اس نام کی متعدد شخصیات ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن ابی۔ مدینے میں منافقین کا مشہور سردار جو رئیس الانصار کہلاتا تھا اور اہل مدینہ نے اس کی رسم تاجپوشی شاہانہ طریقے پر ادا کرنے کی تیاری کر لی تھی لیکن اسی دوران ہجرت نبوی کے سبب مسلمانانِ مدینہ اِس کی طرف سے توجہ ہٹا کر حضورؐ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس وجہ سے اُس کو حضورؐ اور مسلمانوں سے خاص طور پر کد ہو گئی۔ اہل مکہ اس سے ساز باز کرتے تھے اور سب سے پہلے اسی کو لکھا تھا کہ حضورؐ کو مدینہ سے نکال دے، چنانچہ وہ اسی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اس کی اپنی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں سے ملی بھی رہتی تھی اور در پردہ ان کی مخالف بھی تھی۔ غزوہ احد کے موقع پر وہ اپنے تین سو سواروں سمیت راستے سے واپس ہو گیا۔ غزوہ خندق اور تبوک میں بھی اس نے اور اِس کی جماعت نے اس طرح دھوکا دیا۔ انصار اور مہاجرین کو لڑانے کی بھی تدبیر کی تھی مگر کارگر نہ ہو سکی۔ خود اس کے لڑکے نے حضورؐ سے درخواست کی کہ اگر حکم ہو تو اِس رئیس المنافقین کو قتل کر دوں مگر حضورؐ نے نہ صرف درگزر فرمایا بلکہ جب وہ فوت ہوا تو خود اِس کی نماز جنازہ، پڑھائی اور اپنا کرتہ کفن کے واسطے مرحمت فرمایا۔

۲۔ عبداللہ بن سبا۔ مصر کا ایک یہودی۔ ۶۵۶ء میں مدینہ آیا اور حضرت عثمان غنی کے عہد میں حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس نے ایک نیا عقیدہ اختراع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضورؐ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور یہ کہ حضرت علیؓ رسول اللہ کی وصیت کے مطابق آپ کے جانشین ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے علمائے تاریخ عبداللہ بن سبا کو منافق بتاتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن سبا نے یہ عقیدہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے گھڑا تھا۔

۳۔ عبداللہ بن عباس۔ نام عبداللہ۔ کنیت ابوالعباس والد کا نام عباسؓ۔ آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی۔ ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتوں میں سب سے پہلے آپ کی والدہ نے اسلام قبول کیا اور حضرت عبداللہ بھی اسی وقت مسلمان ہوئے اگر چہ حضرت عباسؓ نے کچھ عرصے بعد اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور سلجھے ہوئے تھے اور اکثر اپنی خالہ اُم المومنین حضرت میمونہؓ کے ہاں رہا کرتے تھے۔ رسول اللہ کے وصال کے وقت آپ تیرہ برس کے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں عہد شباب کو پہنچے اور صحابہ کی علمی مجالس میں شریک ہونے لگے۔ ذی شعور ہونے کے باعث فقہ اور احادیث کے علم میں کمال حاصل کر لیا اور بہت بڑے عالم اور فاضل بن

گئے۔

۴۔ عبداللہ بن عبدالمطلب (وفات ۵۷۰) نبی اکرمؐ کے والد۔ عبدالمطلب کے دس یا بارہ فرزندوں میں سے ایک تھے۔ جوان ہوئے تو قبیلہ زہرہ کی ایک ممتاز خاتون آمنہ بنت وہب سے شادی ہوئی۔ شادی کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر ۱۷ برس سے کچھ زیادہ تھی عرب میں دستور تھا کہ شادی کے فوراً بعد دولہا تین دن تک سسرال رہتا تھا۔ عبداللہ بھی تین دن تک رہے پھر واپس چلے گئے۔ چند دن گذار کر تجارت کی غرض سے شام چلے گئے۔ واپسی پر مدینہ میں قیام کے دوران بیمار پڑ گئے۔ عبدالمطلب نے خبر ملنے پر اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا حارث جب مدینہ پہنچے تو اس وقت تک عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔

۵۔ عبداللہ بن علی۔ خلافتِ بنی عباس کے بانیوں سفاح اور منصور کا چچا۔اِس نے عباسی خلافت کے استحکام اور دشمنوں کے استیصال میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا سفاح کی موت کے وقت وہ شام کا گورنر تھا۔ جب سفاح کا انتقال ہوا تو عبداللہ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ بہت سے لوگ اِس کے ہم نوا ہو گئے، چنانچہ اُس نے حران کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ منصور نے عبداللہ کی سرکوبی کے لیے ابو مسلم خراسانی کو مقرر کیا۔ نصیبین کے مقام پر دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی جس میں عبداللہ کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر اپنے بھائی کے پاس بصرہ چلا گیا۔ منصور نے عبداللہ کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور وہیں اس کی موت واقع ہوئی۔

۶۔ عبداللہؓ بن عمرو بن العاص۔ (۶۵ھ) نام عبداللہ، کنیت ابو محمد اور ابو عبدالرحمٰن۔ والد کا نام عمرو بن العاصؓ۔ اپنے والد سے پہلے مسلمان ہوئے اور رسول اللہ کے ساتھ مکے سے مدینہ ہجرت کی۔ آپ لکھنا جانتے تھے لہٰذا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے، فوراً لکھ کر محفوظ کر لیتے۔ اسی لیے بہت سی احادیث آپ سے منسوب ہیں۔ زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اہل وعیال سے کنارہ کش ہو کر ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے۔ عہد نبوی کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگ یرموک میں نمایاں حصہ لیا۔ جنگ صفین میں والد کی وجہ سے امیر معاویہؓ کی طرفداری کی۔ ۶۵ھ میں بمقام فسطاط وفات پائی۔ بہت بڑے عالم اور دیندار تھے۔ رسول اللہ کی احادیث کا سب سے پہلا مجموعہ آپ نے لکھا اور اس کا نام صادقہ رکھا۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۷۰۰ ہے جن میں سے ۱۷ پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں متفق ہیں۔ آپ کو والد سے ورثے میں بہت بڑی دولت ملی تھی۔ دمط میں دس لاکھ درہم کی ایک جاگیر تھی۔

۷۔ عبداللہ بن مبارکؒ۔ (۱۱۸ھ۔۱۸۱ھ) محدث۔ مرو کے رہنے والے تھے۔ علم حدیث کے بہت بڑے امام تھے اور ان کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ محدثین ان کو ''امیر المومنین فی الحدیث'' کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور امام صاحب کے ساتھ ان کو خاص عقیدت تھی ان کو اعتراف تھا کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا ہے امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے فیض کے طفیل ہے۔ حدیث کے مشہور امام بخاری اور امام مسلم ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

۸۔ عبداللہ بن مسعودؓ (۳۳ھ) مشہور صحابی۔ ابتدائے عہد اسلام میں جب مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، تو وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ تمام مشہور اور اہم غزاوات میں شریک تھے، جنگ یرموک میں بھی حصہ لیا اور خوب دادِ شجاعت دی۔ ۲۰ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے۔ کامل دس سال تک اس عہدے پر رہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد مین معزول ہوئے۔ مدینہ آتے ہوئے راستے میں ابوذر غفاریؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ساٹھ برس سے زیادہ عمر پا کر وفات پائی۔ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے اب تک تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ حضورؐ کے خدامِ خاص میں شامل تھے۔ اسی سبب سے حضورؐ سے بہت زیادہ فیض پایا۔ اُن کے پاس عہدِ نبوت کا جمع کیا ہوا قرآن پاک کا نسخہ بھی تھا۔ قرآن پاک کی تفسیر اور آیت قرآنی کے برمحل استعمال میں خاص مہارت تھی۔ قراۃ اور تجوید میں بھی غیر معمولی کمال حاصل تھا۔

۹۔ عبداللہ بن جعفرؓ: (۷۔۲۸۴) حضرت جعفر طیارؓ کے بیٹے، حضرت علیؓ کے بھتیجے، اپنی والدہ اسماء بنت عمیس کی طرف سے محمد بن ابی بکر کے بھائی تھے۔ عبداللہ اپنی سخاوت کی وجہ سے بہت مشہور ہیں اور اُن کا اعزازی لقب "بحر الجود" (سخاوت کا سمندر) ہے۔ انہوں نے سیاست مین کوئی اہم حصہ نہیں لیا۔ آپ کی وفات کی تاریخ عام طور پر ۸۰ یا ۸۵ھ بیان کی جاتی ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۶۸۔۷۷۵)

۱۰۔ عبداللہ بن زبیرؓ: (۶۔۱۰۲) (۲ھ۔۷۳ھ) حضرت زبیر اور حضرت اسماء کے بیٹے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے، صغیر صحابی، مجاہد اور سالار عسکر، حجاز وعراق کے خود مختار حاکم اور خلیفۃ المسلمین۔ مدینہ میں مہاجرین کے ہاں سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا، وہ ابن زبیرؓ ہی تھے۔ حضرت امام حسینؓ شہید ہوگئے تو عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ یزید کی موت کے بعد شام میں بدنظمی وخانہ جنگی شروع ہوگئی۔ ابن زبیرؓ نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنے امیر المومنین ہونے کا اعلان کر دیا۔ شام، مصر، جنوبی عرب اور کوفے کے مخالفین بنوامیہ نے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا لیکن ان کا اقتدار برائے نام تھا۔ اموی اقتدار دوبارہ مستحکم ہونا شروع ہوا تو عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ جس نے چھے ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ اس عرصے میں شہر اور بیت الحرام سنگ باری کی زد میں رہے۔ آخر میں جب ابن زبیرؓ کے حامی ہمت ہار گئے تو وہ اپنی والدہ کی فہمائش پر دوبارہ میدان جنگ میں نکلے اور شہید ہوگئے۔ اُن کی لاش کو کئی دن تک سولی پر لٹکائے رکھا۔ کچھ عرصہ بعد عبدالملک کے حکم سے لاش ان کی والدہ کو دے دی گئی اور انہوں نے اسے مدینے میں حضرت صفیہؓ کے گھر میں دفن کر دیا۔

(سید امیر علی: ''تاریخ اسلام''، لاہور: الفیصل، س۔ن، ص ۶۹۔۷۷)

۱۱۔ عبداللہ بن سعد: (۲۸ A۔ ۵۹) حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی، عہد خلافت راشدہ کا ایک سپہ سالار اور ماہر

مالیات۔ ان کا پورا نام ابو یحییٰ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری تھا۔ صحابہ میں سے تھے جنہوں نے عمرو بن العاص کے زیر کمان فتح مصر میں حصہ لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں مصر کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت میں بھی مصر کے والی رہے۔ آپ کا سب سے زیادہ شاندار فوجی کارنامہ ذات الصواری کی وہ بحری جنگ تھی جس میں رومیوں کا جنگی بیڑا مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔ جب حضرت معاویہؓ حصین کے لیے روانہ ہوئے تو اس سے پہلے عبداللہ بن سعد عسقلان یا رملہ میں وفات پا چکے تھے۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد۱۲، ص۷۸۵۔ ۷۸۶)

۱۲۔ عبداللہ بن طاہر: (۲۳۰ھ۔۱۸۲ھ) (۷۹۸ء۔۸۴۴ء) خلفائے عباسیہ کا معتمد اور والی خراسان کی حیثیت سے ایک خود مختار حاکم۔ جسے المامون نے اس علاقے کا حاکم مقرر کیا جو الرقہ اور مصر کے درمیان واقع تھا۔ عبداللہ نہایت وسیع المشرب اور ذی علم شخص تھا۔ وہ بذات خود موسیقی کا ماہر اور ایک بلند پایہ شاعر تھا۔ الحماستہ کے مولف ابوتمام کا قدر شناس مربی تھا۔ ۴۸ سال کی عمر میں مرض خناق میں مبتلا رہ کر فوت ہو گیا۔

("اسلامی انسائیکلوپیڈیا"، جلد۱، ص۲۳۲)

۱۳۔ عبداللہ بن عباسؓ: (۷۔۲۱۶) (۶۱۹ء۔۶۸۸ء) حضرت عبداللہ بن عباس ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے جب کہ بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو کر زندگی گزار رہے تھے۔ اسلام کے عظیم ترین پہلے عالمِ دین اور مفسر قرآن تھے۔ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد آپؓ نے حضرت علیؓ کی حمایت کی اور بصرہ کے حاکم تعینات ہوئے۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد خلافت کے دو دعوے داروں کے درمیان مصالحت آپ ہی نے کرائی۔ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد آپ نے ابن زبیرؓ کی مخالفت کی۔ زندگی کے آخری ایام میں بینائی جاتی رہی اور طائف میں مقیم ہو گئے اور یہیں وفات پائی۔ آپؓ نے ایام جوانی سے ہی آنحضرتؐ کے اقوال اور سنت کا ریکارڈ رکھا۔ آپؓ خصوصی محفلوں میں قرآن کے پیچیدہ نکات کی وضاحت کیا کرتے تھے۔

(مولانا قاضی اطہر مبارکپوری، "خلافت راشدہ اور ہندوستان"، لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ص۱۵۲)

۱۴۔ (عبداللہ بن عمرؓ: ۶۔۱۱۸)

حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے، نامور صحابی اور احادیث نبوی کے راوی جن سے ۲۶۳۰ حدیثیں مروی ہیں۔ انہیں تین مرتبہ خلافت پیش کی گئی۔ پہلے حضرت عثمانؓ کی وفات کے فوراً بعد، دوسری حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے تنازع کو ختم کرنے کے لیے اور تیسری دفعہ یزید اول کی وفات پر لیکن انہوں نے تینوں مرتبہ یہ پیشکش قبول نہ کی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے انہیں اس مجلس شوریٰ کا جس کا کام اپنے ارکان میں سے خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا مشیر مقرر کیا۔ ابن عمرؓ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۶۹۳ء میں وفات پائی۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد۱۲، ص۸۰۰۔۸۰۱)

۱۵۔ عبداللہ بن معاویہ: (۷۔۲۸۵) حضرت جعفر طیارؓ کے پڑپوتے عبداللہ بن معاویہ جنھوں نے اموی حکومت کے خلاف خروج کیا۔۷۴۴ء میں عبداللہ نے کوفے میں علم بغاوت بلند کیا لیکن بہت جلد عراق کے حاکم عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے ان کی تدابیر کو ناکام بنادیا۔ آپ کوفے سے نکل کر پہلے مدائن، پھر الجبال آ گئے۔ مروان نے اپنے ایک سپہ سالار عامر بن خبارۃ کو خارجیوں کے تعاقب کا حکم دیا۔ ۷۴۷ء میں مرو الشاذان کے مقام پر عبداللہ کو شکست ہوئی۔ وہ بھاگ کر خراسان پہنچے، جہاں عباسیوں کے مشہور سپہ سالار ابو مسلم خراسانی نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۸۰۷۔۸۰۸)

عبدالملک بن مروان: A۲۔۶۳

(۶۶۰ء۔۷۱۵ء) بنو امیہ کا پانچواں خلیفہ، جس نے ۶۵ ھ سے ۸۶ ھ تک حکومت کی۔ آپ مدینہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً چالیس سال کی عمر تک مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ دس سال کی عمر میں حضرت عثمانؓ کے گھر پر باغیوں کے حملے کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سولہ سال کی عمر میں امیر معاویہؓ نے اسے بوزنطینیوں کے مقابلے میں مدینے کی افواج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اپنے باپ مروان کی موت کے بعد بنو امیہ کے طرف داروں نے عبدالملک کو باقاعدہ خلیفہ تسلیم کیا گیا۔ اس کے عہد میں شام، عراق اور حجاز کی متواتر شورشوں کی سرکوبی ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے عہد سے لے کر اس عہد تک ملک میں جو سیاسی انتشار پیدا ہو گیا تھا، ختم ہوا۔ اس کے دور میں اسلامی دینار رائج کیا گیا جس پر قران پاک کی آیات نقش تھیں۔ اسی کے دور میں حجاج نے قرآن مجید کا مشکول و منقوط نسخہ تیار کیا۔ مروان نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو عبدالملک کا جانشین نامزد کر دیا تھا۔ لیکن عبدالملک چاہتا تھا کہ اُسے ہٹا کر اپنے بیٹوں یعنی ولید اور سلیمان کو اپنا جانشین بنائے۔ قدرت نے اس مسئلے کو اس طرح ٹال دیا کہ عبدالملک کی وفات سے پانچ ماہ پہلے عبدالعزیز کا مصر میں انتقال ہو گیا۔ عبدالملک نے مسجد اقصیٰ میں قبۃ الصخرہ تعمیر کرایا۔

(مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی، ''تاریخ اسلام''، جلد دوم، لاہور: الفیصل ۱۹۸۸ء، ص ۱۴۰۔۱۶۵)

عثمانؓ: A ۲۔ ۱۴

(۵۷۶ء۔۶۵۶ء) امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان قریش کی مشہور شاخ بنو امیہ سے تھے۔ مردوں میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کے بعد اسلام قبول کرنے والے چوتھے شخص تھے۔ رسول کریمؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے شادی ہوئی۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت اُم کلثومؓ سے نکاح ہوا۔ ان دونوں شادیوں کے باعث ''ذی النورین'' کا لقب پایا۔ دو بار ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے بھائی اوس بن ثابتؓ کے ساتھ مواخاۃ ہوا۔ آپ بڑے متمول تاجر تھے۔ ذاتی دولت کا بڑا حصہ خدمت اسلام پر صرف ہوا۔ غزوہ بدر میں حضرت رقیہؓ کی علالت کی وجہ

سے جنگ میں حصہ نہ لے سکے۔ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی طرف سے اہل مکہ کے پاس سفیر بن کر گئے۔ آپؓ کاتب وحی اور عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں ان کے مشیر خاص رہے۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد مرحوم خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ۶ افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ میں سے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ چنا گیا۔ حضرت عثمان کی خلافت جو بارہ سال کے عرصے پر محیط ہے، میں ایسی عظیم الشان فتوحات، حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ہوئیں کہ ان کی نظیر اس سے پیشتر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ان فتوحات کا سہرا ان کے عہد کے سپہ سالاروں حضرت ولیدؓ بن عقبہ، حضرت سعیدؓ بن العاص ،حضرت عبداللہؓ بن عامر، حضرت عبداللہؓ بن سعید بن ابی سرح اور حضرت امیر معاویہؓ کے سر تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو فتوحات نامکمل رہ گئی تھیں، وہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ آپؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے پہلی بار بحری بیڑا تیار کیا اور اس کی مدد سے رومیوں کو شکست دی۔ جزیرہ قبرص بھی حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتح ہوا۔ اس زمانے میں اسلامی مملکت کے دائرے میں بڑی وسعت ہوئی اور اس کی حدود سندھ سے لے کر اندلس تک جا پہنچیں۔ اس عہد کی فتوحات میں دو طرح کے ممالک شامل ہیں۔ (۱) وہ ممالک جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہو چکے تھے لیکن رومیوں اور ایرانیوں کی شہ پا کر باغی ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں انہیں دوبارہ حلقہ اطاعت میں داخل کیا گیا (۲) وہ ممالک جو حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے مندرجہ ذیل خدمات انجام دیں۔ (۱) مسلمانوں کو ایک قرات پر جمع کیا۔ (۲) آپؓ نے از خود زکواۃ نکالنے کا طریقہ رائج کیا۔ (۳) جمعہ کے دن اول اذان دینے کا حکم آپ کے عہد میں دیا گیا۔ (۴) مؤذنین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ (۵) مسجد قبا کی تعمیر اور مسجد نبویؐ میں توسیع ہوئی۔ (۶) آپؓ کے عہد میں پہلا بحری بیڑہ تیار کیا گیا۔ (۷) قرآن پاک کی نقلیں کرا کے دوسرے شہروں میں بھجوائی گئیں۔ حضرت عثمانؓ کی بارہ سالہ خلافت کا نصف اول نہایت پرسکون رہا۔ آخری چھ سالہ عہد میں اندرونی فتنوں اور شورشوں کا آغاز ہوا جو حضرت عثمان کی شہادت پر منتج ہوا۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی پرانی چشمک، عربی و عجمی کشمکش، خصوصاً یہودیوں اور مجوسیوں کی اسلام کیخلاف سازشیں، سب اس فتنہ کبریٰ کے ظہور کا سبب ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے مضبوط خلیفہ کے بعد حضرت عثمانؓ جیسے نرم خلیفہ کی نرم پالیسی اور نیک دلی اس تباہ کن فتنہ و فساد کو پھیلنے سے روک نہ سکی۔ حضرت عثمانؓ پر لگائے گئے الزامات کو جب حقیقت کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو صرف چند مہمل اور جزوی سی باتیں منظر عام پر آتی ہیں۔ جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خلیفہ نے اپنے عزیزوں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے بیالیس اہم مناصب میں سے صرف چھے بنو امیہ کے افراد کے پاس تھے۔ جہاں تک دوسرے اعتراض یعنی حضرت عثمانؓ کی طرف سے قریبی رشتے داروں کو مال و دولت دینے کا تعلق ہے۔ تو وہ اس لیے درست نہیں کہ وہ یہ سب کچھ اپنی جیب خاص سے دیتے تھے، بیت المال سے تو اس "غنی" انسان نے ذاتی اخراجات کے لیے کچھ نہ لیا، دوسروں کو دینا کب گوارا کرتے۔ بہر حال حضرت عثمانؓ نے افواہوں کو سُن کر حالات کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا، پھر پوری مملکت میں اعلان کر دیا کہ جس شخص کو میرے

اعمال کے خلاف کوئی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر بیان کرے۔ ۳۵ ھ کے آخر میں شر پسندوں نے مدینے کا رُخ کیا۔ اس زمانے میں، بہ سبب حج، مدینہ تقریباً خالی تھا۔ ان باغیوں نے پہلے تو امیر المومنین کا مسجد میں آنا جانا دشوار بنا دیا اور پھر ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا جو مختلف روایات کے مطابق کم وبیش چالیس دن جاری رہا۔ اس دوران میں امیر المومنینؓ نے کئی بار چھت پر سے باغیوں کو نصیحت کی۔ باغیوں نے ان سے خلافت سے دستبردار ہو جانے کا مطالبہ کیا لیکن آپؓ نے انکار کردیا۔ لوگوں نے امیر المومنین سے باغیوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت مانگی لیکن آپ نے منع کردیا۔ حضرت عثمانؓ کو اُمت میں خونریزی اور خانہ جنگی گوارا نہیں تھی۔ آخر کار ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ ھ کو چند باغیوں نے گھر میں داخل ہو کر رسولؐ خدا کے تیسرے خلیفہ کو اس وقت شہید کردیا جب وہ تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے ملت اسلامیہ کی وحدت کا شیرازہ تار تار ہو کر رہ گیا۔ مسلمانوں کی متحدہ قوت جو دشمنان اسلام کے مقابلے میں صرف ہوتی تھی، ایک دوسرے کے خلاف صرف ہونے لگی۔

(طالب الہاشمی، ''حضرت عثمان غنیؓ'' لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، متعدد صفحات)

عثمان اول: ۶۔۸۰

(۱۲۵۹ء۔۱۳۲۶ء) سلجوقی ترکوں کی سلطنت کے زوال کے بعد عثمانی ترک ایشیائے کوچک میں غالب طاقت کی حیثیت سے ابھرے۔ سلطان عثمان اول نے ۱۲۹۰ء میں سلجوق ترکوں کی برائے نام بالادستی سے آزادی حاصل کر کے ایک آزاد اور خود مختار سلطنت (عثمانیہ) کی بنیاد رکھی۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے تک تقریباً تمام افریقہ، شرق اوسط کا بیشتر حصہ (مصر، عراق، جزیرہ نما عرب) ہنگری، روس کے علاقے مالدیویا اور بسرابیا، رومانیہ، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، البانیہ اور موجودہ ترکی سلطنت عثمانیہ میں شامل تھے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۹۹۶۔۹۹۹)

عرابی پاشا: ۵۔۳۹

(۱۸۳۹ء۔۱۹۱۱ء) احمد عرابی انقلاب مصر کا ایک قائد۔ اس نے ان تمام حوادث میں جو مصر میں انگریزی اختلال کی وجہ سے رونما ہوئے، بہت نمایاں حصہ لیا۔ احمد عرابی، سعید پاشا خدیو مصر کے عہد میں فوج میں ملازم ہوا اور ترقی کرتے کرتے فوج کا افسر بن گیا۔ ملکی اخراجات کم کرنے کے لیے فوج کے ایک گروہ کو معطل کیا گیا تو کچھ افسروں سمیت عرابی پاشا نے بھی اس قانون کی مخالفت کی جسکی وجہ سے ان کا کورٹ مارشل کرنے کے لیے ان کو زیر حراست لیا گیا۔ عرابی پاشا نے باغی دستوں کی قیادت سنبھال لی۔ ایک معاہدے کے تحت عرابی پاشا کو وزارت جنگ کا رکن مقرر کردیا گیا۔ اس پر مصر میں مقیم انگریزوں نے خدیو کی افواج پر دباؤ ڈال کر عرابی پاشا کو وزارت حرب سے معزول کرادیا۔ عرابی پاشا نے انگریزوں کا مقابلہ کیا لیکن

شکست کھا کر جلاوطن ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں خدیو عباس حلمی نے عرابی کو معافی دے دی اور وہ مصر واپس آ گیا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۳، ص ۲۱۔ ۲۶)

عزرائیلؑ: ۷۔ ۸۰

موت کے فرشتے کا نام، جس کا شمار بڑے ملائکہ میں ہوتا ہے۔ قرآن میں "ملک الموت" یعنی موت کا فرشتہ مذکور ہے۔ جب اللہ تعالی نے آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا تو جبرائیل کو اس غرض کے لیے زمین کی مختلف قسم کی مٹی سے مٹھی بھر لانے کا حکم دیا۔ زمین نے اللہ تعالی کی پناہ طلب کی جس پر جبرئیل کو رحم آ گیا۔ پھر یہی معاملہ میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کے ساتھ پیش آیا لیکن عزرائیل نے رحم کھائے بغیر اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو اللہ تعالی نے رحم کی کمی کی وجہ سے موت کا فرشتہ مقرر کیا۔ تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے فرشتے ملک الموت کے اعوان و انصار ہیں۔ یہ پورے کا پورا عملہ موت وارد کرنے اور روح قبض کرنے کے سلسلے میں خدمات انجام دیتا ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۳، ص ۳۱۴۔ ۳۱۵)

عقبہ بن نافع: ۲۸۔ ۲۸۷

عقبہ کی ولادت دورِ نبوت کے آخری سالوں میں ہوئی۔ وہ اپنی والدہ کی طرف سے نامور فاتح مصر عمروؓ بن العاص کے بھانجے تھے۔ عمروؓ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عقبہ کو عساکر افریقہ کا سردارِ اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ انہوں نے ابتدائی عربی فتوحات کو استوار اور مستحکم بنا کر بربری قبائل کو محکوم بنایا۔ عقبہ دس ہزار عرب فوج کے ساتھ دمشق سے روانہ ہوئے۔ یہ بہادر سواحل مصر پر قدم رکھتے ہی آگے روانہ ہوا اور اس دھن میں چلا کہ دیکھیں یہ ریگستان آخر کہاں تک پھیلتے چلے گئے ہیں۔ نئے ملکوں پر قبضہ کرتا اور بڑی بڑی لڑائیاں لڑتے ہوئے براعظم افریقہ کو طے کر گیا۔ عقبہ اندازاً چار ہزار میل کی مسافت طے کر کے اس مقام پر پہنچا جہاں زمین ختم ہوگئی۔ آگے سمندر تھا اور اس نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر وہ مشہور جملہ کہا:

> ''اگر یہ سمندر میرے راستے میں نہ پڑتا اور مجھے نہ روکتا تو میں خدا کے نام اور اس کی وحدانیت کی منادی کرتا جاتا۔''

علامہ اقبال نے اس واقعہ کو شعر کے قالب میں ڈھال دیا۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

فتوحات کے بعد جب عقبہ نے وطن کا رخ کیا تو انہوں نے اپنی فوج کو متعدد دستوں میں منقسم کر کے انہیں یکے بعد دیگرے روانہ کر دیا۔ خود مختصر فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ لیکن زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ صحرا کے کنارے مقام تہودہ پر انہیں دشمن

نے گھیر لیا ۶۳ ھ میں وہ اپنے تین سو ہمراہیوں سمیت شہید ہوئے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۳، ص ۴۹۷۔۵۰۰)

علی بن حجر: ۲۸A۔۱۱

(۷۷۱ء۔۸۵۸ء) ابوالحسن علی بن حجر بن اناس المروزی خراسان کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد بغداد میں چلے آئے۔ معتبر اور ثقہ محدث تھے۔ ان کی رواۃ میں امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ شامل ہیں۔ مرو میں انتقال کیا۔

(شیخ نذیر حسین، مترجم: ''تاریخ علوم اسلامیہ''، لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۶)

علیؓ بن ابی طالب: ۱۸A۔ ۳۳۵

نام علیؓ، کنیت ابوالحسن و ابوتراب، لقب حیدر۔ اُن کی والدہ ماجدہ نے ان کا نام اسد رکھا۔ والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی، چوتھے خلیفہ رسولؐ، چھوٹی عمر کے لوگوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے۔ حضرت علیؓ کی ولادت ۱۰ ارقبل از نبوت ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کی رفاقت میں آزمائش کے تیرہ سال گزارے۔ آنحضرتؐ ہجرت کرکے مدینہ منورہ جانے لگے تو لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کا کام حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ ہجرت کے دوسرے سال حضورؐ نے ان کو اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ تمام غزوات میں (تبوک کے سوا) شریک رہے۔ قلعہ خیبر آپؓ کی قیادت میں فتح ہوا۔ بڑے زور آور تھے۔ جس بہادر سے مقابلہ ہوا، اس کو زیر کیا۔ علم میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حضورؐ کی حدیث ہے: ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' یعنی ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ''۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی خلافتوں کے دوران اُن سے تعاون کیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد باغیوں اور خود اہل مدینہ کے اصرار پر خلیفہ ہونا منظور کیا۔ حضرت علیؓ کی خلافت حضرت عثمانؓ کے قصاص کے حامیوں اور امیر معاویہؓ کے باعث وجہِ نزاع بن گئی۔ آپؓ نے حالات کو قصاص کے لیے موزوں نہ پایا۔ حضرت عائشہ کو آپؓ کے خلاف عسکری کارروائی کے لیے اکسایا گیا نتیجتاً جنگ جمل ہوئی۔ دوسری بغاوت کے قائد امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے ہم قبیلہ اور شام کے حاکم تھے۔ شام میں امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کردیا۔ اس معاملے نے طول پکڑا اور جنگ صفین ہوئی۔ بالآخر حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے معاملہ دو ثالثوں ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص کے سپرد کیا۔ یہ ثالث بھی فریقین کے لیے کوئی قابل قبول راہ نہ نکال سکے۔ اسی زمانے میں خوارج کا فرقہ پیدا ہوا۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کے حامی تھے مگر ثالثی کے مسئلے پر ناراض ہوکر باغی ہوگئے۔ حضرت علیؓ کے عہد میں خلافت دو حصوں میں بٹ گئی۔ عراق، نجد اور حجاز میں حضرت علیؓ نے خلافت قائم کرلی۔ حضرت علیؓ نے دارالحکومت مدینہ سے کوفہ منتقل کرلیا۔

خارجی اپنی انتہا پسند تحریک میں سب سے بڑی رکاوٹ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے

ایک ہی دن فجر کی نماز کے وقت دونوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کا مزار نجف (عراق) میں ہے۔ زمانہ خلافت ۴ سال ۹ ماہ اور چند دن ہے۔ اگرچہ حضرت علیؓ کا دور جنگ وجدل کا دور تھا، تاہم اپنے دورِ حکومت میں اشاعت دین، عوام کی فلاح و بہبود اور ملکی دفاع پر بھی بھرپور توجہ دی۔

(طالب الہاشمی، ''حضرت علی المرتضیٰؓ'' لاہور: البدر پبلی کیشنز، طبع سوم ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

عمر بن عبدالعزیز: ۲A۔۱۷

(۶۸۲ء۔۷۲۰ء) ساتویں اموی خلیفہ، والی مصر عبدالعزیز کے بیٹے، خلیفہ عبدالملک کے داماد اور خلیفہ سلیمان کے جانشین۔ عمر بن عبدالعزیز کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی پرورش مدینہ میں ہوئی۔ اپنے کزن ولید اول کے ماتحت مدینہ کے گورنر رہے۔ سلیمان نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو مشہور عالم فقیہ رجاء بن حیوۃ کے کہنے پر اپنا جانشین نامزد کیا۔ آپ نے اموی حکمرانوں کا سا پر تعیش انداز زندگی یکسر مسترد کر دیا اور محل چھوڑ کر سادہ مکان میں رہنے لگے۔ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر حکومت کی۔ اپنے بیٹے کے مشورے سے وہ تمام جاگیریں اور زمینیں اصل وارثوں کے حوالے کر دیں جن پر اموی حکمرانوں اور ان کے اہل خاندان نے ناجائز اور غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ احادیث جمع کرنے کا سب سے پہلا حکم آپ ہی نے دیا۔ چالیس سال کی عمر میں حلب میں وفات پائی۔

(کامران اعظم سوہدروی، ''عمر بن عبدالعزیز''، جہلم: بک کارنر، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

عمرو بن کلثوم: ۵۔۱۹۴

زمانہ جاہلیت کا شاعر اور قبیلہ تغلب کا سردار۔ یہ قبیلہ دریائے فرات کے درمیانی حصے کے قریب آباد تھا۔ اسکے بارے میں دو روائتیں مشہور ہیں کہ اس نے بادشاہ عمرو بن ہند کو تقریباً ۵۶۸ء میں قتل کیا اور حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر کے خلاف ہجویہ اشعار لکھے تھے۔

(پروفیسر وہاب اشرفی، ''تاریخ ادبیات عالم''، جلد اول، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۶ء، جلد دوم، ص ۳۱۴۔۳۱۵)

عمرو بن معدی کرب: ۷۔۳۹

ایک غیر معمولی قوت کا مالک پہلوان تھا۔ روایت ہے کہ ۶۳۱ء میں مدینہ میں اسلام قبول کیا لیکن اپنی طرز زندگی میں کوئی بنیادی فرق نہ آنے دیا۔ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر جنگ یرموک اور جنگ قادسیہ میں حصہ لیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۴/۲، ص ۲۶۷)

عمروؓ بن العاص ۶۔۱۶۳

(۵۷۵ء۔۶۶۴ء) صحابی رسولؐ، فاتح مصر۔آپؓ نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔فتح مکہ کے بعد عمان کے حکمران کے پاس رسول اقدس کا دعوتی خط لے کر گئے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں عمان کے گورنر مقرر ہوئے۔ آپؓ کی اصل شہرت فتح مصر کی وجہ سے ہے۔ان کا کارنامہ فقط مصر کا فتح کرنا ہی نہیں تھا۔بلکہ انہوں نے اس کے نظام حکومت، محکمہ عدل و انصاف کے نظم ونسق اور ٹیکس عائد کرنے کے قواعد وضوابط بھی مقرر کیے۔خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے انہیں معزول کر کے عبداللہ بن سعد کو ان کی جگہ والی مقرر کیا تو حضرت عمروؓ ناراض ہوکر کنارہ کش ہوگئے۔ جنگ صفین میں کھلم کھلا حضرت امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا۔انہیؓ کے ایماء پر آپؓ نے مصر پر حملہ کیا اور محمد بن ابی بکرؓ کو شکست دے کر خود گورنر بن گئے۔ خارجیوں نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ انہیں بھی قتل کرنے کی سازش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے آپؓ نے مصر ہی میں وفات پائی۔

(عبدالواحد سندھی، ''اسلام کے مشہور سپہ سالار''، حصہ اول، دہلی: سرسید پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۴۶ء، ص ۲۰۱۔۲۲۸)

عمرؓ بن الخطاب: 1A۔۱۷۸

(۵۸۶ء۔۶۴۴ء) دوسرے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ مکہ مکرمہ کے قبیلہ قریش کی شاخ بنوعدی کی نسبت سے عدوی کہلاتے تھے۔شروع میں اسلام کے مخالف تھے۔ اسلام قبول کرنے کے حوالے سے دو روایتیں مشہور ہیں۔ابن سعد کے مطابق پنتالیس مرد اور گیارہ عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے۔ان کے قبول اسلام نے مسلمانوں کو بڑی طاقت بخشی۔آپ اپنے قبیلے میں بھی بااثر تھے۔مثلاً: جب رسول خدا کے قتل کے لیے مشاورت ہوئی تو بنوعدی کا کوئی بھی غیر مسلم اس میں شریک نہ ہوا۔ہجرت کے بعد غزوہ بدر ہوا تو مکہ مکرمہ سے آنے والی دشمن فوج میں بھی بنوعدی کا کوئی فرد نہ تھا۔ہجرت کے بعد ابتدائی زمانے میں جب لوگ بڑی کثرت سے بیعت کو آنے لگے تو رسول اللہؐ نے ان کو عورتوں کی بیعت لینے کے لیے مامور کیا۔حضرت عمرؓ کو فخر تھا کہ تین چار بار ان کی تمنا کے مطابق قران نازل ہوا۔ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے زیادہ حفاظ تھے۔اس پر حضرت عمرؓ نے قران مجید کو تحریر میں لائے کا مشورہ دیا۔خلافت صدیقیؓ میں حضرت عمرؓ مدینے کے قاضی بنے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں اپنا جانشین مقرر کیا۔اس وقت اندرونی خلفشار ختم ہو چکا تھا۔انہوں نے عراق میں حضرت مثنیٰ شیبانیؓ اور شام میں حضرت خالدؓ بن ولید جیسے ہر دلعزیز سپہ سالاروں کو اپنی خلافت کے ابتدائی دنوں میں ہی معزول کر کے معمولی سپاہی بنا دیا۔عاملین (گورنروں) پر انتہائی شدید نگرانی رکھتے۔عیاضؓ کو نرم وملائم کپڑے پہننے پر گورنری سے معزول کر دیا۔نعمانؓ فضالہ کو شاعری میں خمریات کے تذکرے پر یہی سزا ملی۔آپؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت ایک عرب ریاست سے بڑھ کر عالمی طاقت بن گئی۔اس ساری شاندار توسیع کے دوران حضرت عمرؓ نے مجموعی پالیسی پر بھرپور کنٹرول قائم رکھا۔

مفتوحہ علاقوں کا انتظام چلانے کے لیے قواعد وضوابط بنائے۔آپؓ کو ایک عجمی غلام نے ذاتی وجوہ کی بنا پر شہید کیا۔آپؓ دس سال خلیفہ رہنے کے بعد مدینہ میں فوت ہوئے۔وفات کے بعد رسول کریمؐ کے پہلو میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس دفن کیا گیا۔

(شبلی نعمانی،''الفاروق''، لاہور: علم وعرفان پبلشرز، ۲۰۰۹ء، متعدد صفحات)

عیسیٰؑ: ۸۔۲۔۱۰۲

(۴ یا ۸ ق م۔ ۲۸ یا ۳۵ء)، عیسیٰؑ ابن مریم سلسلہ بنی اسرائیل کے آخری نبی۔ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ اور ان کے نانا حضرتِ عمرانؑ کا ذکر آیا ہے۔قرآن پاک کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی ولادت حضرت آدمؑ کی طرح عام معروف طریقے سے ہٹ کر ہوئی۔آپؑ کی زندگی کی کچھ جھلکیاں آپ کے چار حواریوں کی کتابوں متی، مرقس، لوقا اور یوحنا میں ملتی ہیں۔ پیدائش کے بعد سے لے کر نبوت تک حضرت عیسیٰؑ کہاں رہے؟ قرآن وحدیث میں اس سلسلہ میں سکوت اختیار کیا گیا ہے۔انہوں نے مجرد رہ کر تقوی وطہارت اور عصمت وعفت کی ایک مثال قائم کی۔آپؑ کو حضرت یحییٰؑ کی طرح صرف ایک طبقے کے نمائندے کہا جاسکتا ہے۔حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا زمانہ گو بڑا مختصر تھا مگر آپ کی تعلیمات نے اتنا اثر کیا کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ تعداد انہی کے پیروکاروں کی ہے۔قرآن کریم میں قدیم انبیائے کرام میں سب سے زیادہ معجزات بھی آپ کے ہیں جن کی تعداد تقریباً نو ہے۔ یہودیوں کے اونچے طبقے اور مذہبی پیشواؤں کو آپ کے روپ میں اپنی موت نظر آئی تو انہوں نے آپ پر کفر کا مقدمہ چلا کر پھانسی کی سزا دی۔لیکن قرآن پاک میں ہے کہ نہ آپ قتل کیے گئے اور نہ سولی پر چڑھائے گئے۔دشمنوں نے آپؑ کے دھوکے میں کسی دوسرے شخص کو مصلوب کر دیا اور اللہ نے آپ کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے قریب، آپ دوبارہ اس دنیا مین آئیں گے۔آپؑ پر نازل کردہ آسمانی کتاب ''انجیل'' ہے۔

(کیخسر واسفندیار، ''دبستانِ مذاہب''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۲ء، متعدد صفحات)

غالب: ۵۔۱۷۷

(۱۷۹۶ء۔ ۱۸۶۹ء) مرزا اسداللہ خاں نام، ابتداء میں اسد بعد میں غالب تخلص کرتے تھے۔آگرے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیخ معظم سے حاصل کی۔اس کے بعد ایک پارسی عالم ہرمزد سے جس کا اسلامی نام عبدالصمد تھا، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ غالب کی شادی نواب الٰہی بخش خاں لوہارو جو خود ایک شاعر تھے، کی بیٹی سے ہوئی۔ چودہ برس کی عمر میں دہلی چلے آئے اور ہمیشہ کے لیے وہیں کے ہو رہے۔ذوق کے انتقال کے بعد وہ بہادر شاہ ظفر کے استاد بھی مقرر ہوئے۔ غالب کی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا دور مشکل پسندی کا جس میں فارسی رنگ اور طرز بیدل میں ریختہ کہتے نظر آتے

ہیں ۔دوسرے دور میں فارسیت کا غلبہ کم ہوجاتا ہے۔غالب نے مولانا فضل الحق خیرآبادی اور آزردہ کی تحریک پر اردو کلام میں سے دو تہائی حصہ نکال دیا۔تیسرا دور مرزا کی شاعری کے کمال کا ہے۔اس دور میں ان کے یہاں سادگی،روانی،سلاست اور ندرت خیال پیدا ہوجاتی ہے۔"اٹھارہ سو ستاون کی جنگ نے ہم سے شاعر غالب چھین لیا اور نثر نگار غالب کا ظہور ہوا" جس طرح غالب کی نظر میں اردو شاعری ہیچ تھی لیکن اسی کی بدولت وہ عالمگیر شہرت کے مالک بن گئے اسی طرح وہ اپنے خطوط کی اشاعت کو اپنی عزت وشہرت کے منافی سمجھتے تھے لیکن انہی خطوط نے نثر نگاری کی دنیا میں انہیں شہرت دوام بخشی ۔غالب کی نثری تصانیف زیادہ تر رقعات پر مشتمل ہیں،چند تقریظیں اور دیباچے ہیں۔اس کے علاوہ مختلف رسالے ہیں جو برہان قاطع کے طرف داروں کے جواب میں لکھے گئے ہیں مگر ان سب میں ان کے وہ خطوط جو عود ہندی اور اردوئے معلیٰ کے نام سے مشہور ہیں،نثر اردو کا بہترین نمونہ ہیں ۔غالب کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے نثر اردو کو خشکی اور بدمزگی سے بچالیا۔ غالب کی نثر نگاری کو تاریخ ادب کا ایک نیا موڑ کہا جاسکتا ہے۔ [۲]

[۱] (الطاف حسین حالی، ''یادگار غالب''،کان پور،نامی پریس،۱۸۹۸ء،متعدد صفحات)

[۲] (شیخ محمد اکرام، ''حیات غالب''،لاہور: ادارہ ثقافت اعلانیہ،طبع دوم ۲۰۰۹ء،متعدد صفحات)

غزالی،امام: ۴۔۴۹

(۱۰۵۸ء۔۱۱۱۱ء) ابو حامد محمد الغزالی طوس میں پیدا ہوئے ۔ابتدائی تعلیم کے بعد نیشاپور آگئے اور امام الحرمین ابو المعالی سے ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل کی۔استاد کی وفات کے بعد نظام الملک طوسی نے نظامیہ کالج بغداد میں صدر مہتمم مقرر کردیا۔امام غزالی نے عرصے تک درس وتدریس کے ساتھ ساتھ فلسفے اور مذہب پر تحقیقی کام کیا۔مطالعہ نے انہیں اس نتیجہ پر پہنچایا کہ فلسفہ اور مذہب دونوں ایکِ دوسرے کی ضد ہیں ۔اسی وجہ سے ''حجۃ الاسلام'' کا لقب پایا۔الغزالی سے تقریباً چار سو تصانیف منسوب ہیں۔

(محمد حنیف ندوی، ''سرگذشتِ غزالی''،لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ،۲۰۰۹ء،متعدد صفحات)

غیاث الدین تغلق: ۲۸۔۷۱

(۱۳۱۰ء۔۱۳۲۵ء) تغلق خاندان کا بانی اور ہندوستان کا حکمران۔خسرو خاں نے آخری خلجی حکمران قطب الدین مبارک کو قتل کر کے دارلسلطنت دہلی پر قبضہ کرلیا تھا۔غیاث الدین نے چھ صوبیداروں کے ذریعے خسرو خاں کو تین فیصلہ کن جنگوں کے بعد گرفتار کر کے قتل کردیا۔عمائدین نے اجتماعی فیصلے سے غیاث الدین کو تخت نشین کیا۔غیاث الدین نے پانچ برس (۱۳۲۰ء۔۱۳۲۵) حکومت کی اور اس عرصے میں سلطنت دہلی کی حدود خلجیوں کی سرحدات سے آگے نکل گئیں ۔اس کی وفات ایک جشن کے دوران شامیانہ گرنے سے ہوئی۔کچھ مورخوں کا خیال ہے کہ اس کو سازش کے تحت قتل کیا گیا۔

(اسٹینلے لین پول، ''مسلمان شاہی خاندان''، ص ۱۷۵۔۱۷۷)

فارابی: A۱۔ ۳۷۹

(۸۷۳ء۔۹۵۰ء) ابوالنصر محمد الفارابی، فاراب (ترکستان) میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر علماء سے فلسفے کی تعلیم پائی۔ کچھ عرصہ بغداد میں قیام کیا پھر حلب کے فرمانروا سیف الدولہ کے مقربین میں شامل ہو گئے۔ یونانی فلسفے پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ فارابی کو ریاضی اور موسیقی کے فنون میں بھی کمال حاصل تھا۔ اس کو بعض دھنوں کا موجود کہا جاتا ہے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۰۳۶)

فردوسی: A۱۔۴۰۰

(۹۴۰ء۔۱۰۲۰ء) ایران کے عظیم شاعر جس نے شاہنامہ میں ایران قدیم کی تاریخ نظم کر کے اس کی عظمت گذشتہ کو نمایاں کیا۔ فردوسی کو فارسی شاعری کا ہومر کہا جاتا ہے۔ پچیس سال کی محنت کے بعد اس نے نظم کا پہلا مسودہ مکمل کیا اور اسے محمود غزنوی کی نذر کرنے کی غرض سے غزنی روانہ ہوا۔ محمود غزنوی نے اسے ہر شعر کے عوض ایک طلائی درہم دینے کا وعدہ کیا مگر جب ایفائے عہد کا وقت آیا تو بیس ہزار درہم دے کر ٹال دیا۔ فردوسی اس سلوک سے افسردہ ہوا اور محمود غزنوی کی ہجو لکھی۔ حافظ محمود شیرانی نے اپنے مقالات میں ہجو لکھنے کی تردید کی ہے۔ کہتے ہیں کہ محمود غزنوی نے اپنے وزیر حسن میمندی کے ایماء پر بعد میں ساٹھ ہزار دینار فردوسی کو بھجوا دیے۔ مگر وائے حسرتا کہ شہر کے ایک دروازے سے یہ انعام داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ نکل رہا تھا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۲۳۵۔۲۴۳)

فرڈوک (فریڈرک): B۲۔۲۱۳

(۱۱۵۲ء۔۱۱۹۰ء) اپنے چچا فریڈرک باربروسہ کی وفات کے بعد رومن شہنشاہ اور جرمن بادشاہ منتخب ہوا۔ اس نے اپنے عہدے کو خدا کی عطا سمجھا اور رومن سلطنت کی شان بحال کرنا چاہی۔ فریڈرک نے جرمنی اور اٹلی میں شاہی عہدے کو مستحکم بنانے کا کام بھی کیا۔ فریڈرک نے ۱۱۸۹ء میں تیسری صلیبی جنگ شروع کی اور اگلے برس حکومت اپنے بیٹے ہنری کے سپرد کرنے کے بعد ایشیائے کوچک کی جانب روانہ ہو گیا۔ فیلومیلیون اور آ کونیم (قونیہ) میں مسلمانوں پر دو فتوحات حاصل کرنے کے بعد وہ ۱۱۹۰ء کو دریائے سیلشیا (موجودہ ترکی) میں ڈوب کر مر گیا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۴۵۱)

فرزدق، ابوفراس ہمام: A۲۔۲۴۲

(۶۴۱ء۔۷۳۲ء) اموی دور کا نامور ہجو گو شاعر۔ معاصر ہجو گو شاعر جریر سے اکثر معرکہ رہتا تھا۔ ہجو گوئی میں دونوں

سوقیانہ اسلوب بھی اختیار کرجاتے۔ فرزدق کی زبان سے امراء اور سلاطین بھی محفوظ نہ رہے۔ ایک بار فرزدق نے خلیفہ ہشام کی ہجو کی تو اس نے غضب ناک ہوکر قید کردیا۔ فرزدق اہل بیت کا مدح خواں تھا۔ اموی خلفاء اس سے خوش نہیں رہتے تھے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۰۵۰)

فرعون: ۲A۔۱۳۵

زمانہ قدیم میں ملوک مصر بالخصوص عمالقہ کے بادشاہوں کا لقب۔ جس طرح کہ ترکوں کے بادشاہوں کا لقب خاقان تھا، یمن کے بادشاہ تبع، حبشہ کے بادشاہ نجاشی، روم کے بادشاہ قیصر اور ایران کے بادشاہ کسریٰ کہلاتے تھے۔ شرر نے پہلے فرعون میناوس کا زمانہ ۵۰۰۵ ق م بتایا ہے جبکہ خود عصر قدیم میں ملک مصر کی تاریخ کا آغاز ۲۲۷۸ قبل مسیح سے کیا ہے[۱] شاہان مصر کی ایک بڑی طولانی فہرست موجود ہے لیکن اُن کے ناموں کے سوا اُن کے حالات اور اُن کے عہد کے واقعات کا پتہ نہیں چلتا۔ قرآن مجید میں جس فرعون کا ذکر حضرت موسیٰؑ کے واقعات میں آیا ہے، وہ انیسویں خاندان اور تیسرے دور کا فرعون ہے۔ اس خاندان کی حکومت ۱۳۵۰ ق م سے ۱۲۰۰ ق م ہے۔

(عبدالحلیم شرر، ''تاریخ عصر قدیم''، لکھنؤ: دلگداز پبلشرز، ۱۹۱۲ء، ص ۲۲)

فرہاد: ۱A۔۳۶۰

فرہاد ایران کے ایک مشہور عاشق اور شیریں اس کی محبوبہ کا نام ہے۔ فرہاد ایک معمار تھا اور ایران کے ساسانی بادشاہ خسرو پرویز کی ملکہ کا عاشق تھا۔ بادشاہ نے فرہاد سے نجات حاصل کرنے کیلئے کوہ بیستون کو کاٹ کر نہر بنانے کی شرط عائد کی۔ فرہاد اپنی محبوبہ کے لیے جان گسل کام تقریباً ختم کرچکا تھا کہ شاہی محل کی ایک کنیز نے اسے شیریں کے مرنے کی جھوٹی خبر جا سنائی جسے سنتے ہی اس نے تیشہ خود اپنے سر پر مار کر جان دے دی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۳۳۳)

فریدون: ۷۔۸۱

ایران کا ایک قدیم بادشاہ۔ اس کے دور حکومت کے مفصل حالات فردوسی نے "شاہنامہ" میں دیئے ہیں۔ اس نے بڑھاپے میں اپنی سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کردیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۳۴۳)

فضیل بن عیاضؒ: ۶۔۴۶

(۸۰۳ء) ابوعلی الفندینی الطالقانی، ہارون الرشید کے معاصر بزرگ اور نامور صوفی انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز ڈاکوؤں کی جماعت کے ایک فرد کی حیثیت سے کیا۔ کسی کو قرآن کی سورۃ الحدید کی آیت ۵۷ تلاوت کرتے سنا تو تائب ہوگئے

اس کے بعد وہ کوفہ چلے گئے جہاں انہوں نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے وہ مکہ مکرمہ گئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔
(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۵۔۳۸۰)

فلپ پنجم: ۵۔۶۳

(۱۶۸۳ء۔ ۱۷۴۶ء) سپین کا بادشاہ جس کے دور میں فرانسیسی طور طریقے غائب رہے۔ وہ فرانس کے بادشاہ xiv کا پوتا اور لوئس دوفن لوئی ڈی فرانس کا بیٹا تھا۔ سپین کا آخری ہسپس برگ بادشاہ چارلیس دوم کسی نرِوارث کے بغیر فوت ہوا تو ہسپانوی نیدرلینڈ اور اطالوی املاک فلپ کو مل گئیں۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۷۴۱)

فیثا غورث (Pythagoras) ۵۔۱۰۴

(۵۸۲ ق م۔ ۵۰۰ ق م) مشہور یونانی فلسفی، ریاضی دان اور ماہر فلکیات۔ سیماس (ترکی) کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ بہت سے ملکوں کی سیاحت کرنے کے بعد کروٹنا (یونان) میں سکونت اختیار کرلی۔ یہاں ایک ایسے مدرسے کی بنیاد رکھی جس میں طلبا سے برہمچاری رہنے اور راست بازی کا عہد لیا جاتا تھا۔ فلسفی کی حیثیت سے اس کی شہرت ۵۴۰ ق م اور ۵۰۰ ق م کے درمیان عروج پر پہنچی۔ اس نے جیومیٹری کے متعلق بعض قواعد بنائے جن میں سے اس کا ایک دریافت کردہ مسئلہ آج تک "مسئلہ فیثا غورث" کے نام سے مشہور ہے۔

(حمید عسکری، ''نامور مسلم سائنس دان''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۶ء، ص ۲۳۔۳۱)

فیضی، ابوالفیض: ۲A۔۲۱۴

(۱۵۳۷ء۔ ۱۵۹۵) نام ابوالفیض، شیخ مبارک کا بیٹا اور مورخ ابوالفضل کا بڑا بھائی۔ اکبر اعظم نے اسے ملک الشعراء کا خطاب عطا کیا تھا۔ وہ تینوں شہزادوں کا اتالیق بھی رہ چکا تھا۔ فیضی نے قرآن مجید کی تفسیر (سواطع الالہام) فارسی میں تحریر کی جس میں نقطے والا کوئی حرف نہیں آیا۔ مہابھارت کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ سواطع الالہام کی طرز پر اردو مین مفتی محمد راضی نے "ہادی عالم" کے نام سے بغیر نقاط کے حضرت محمد ؐ کی سیرت لکھی ہے جس کو ادارہ اسلامیات لاہور نے شائع کیا ہے۔

(شیخ محمد اکرم، ''رودِ کوثر'' لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع چہاردہم ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۳۔۱۳۵)

قتیبہ بن مسلم:

خاندان بنوامیہ کے پانچویں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے کا ایک نامور جرنیل جو اپنی جرات و مردانگی سے وسط ایشیا کے علاقوں کو فتح کرتا ہوا چین کی سرحدوں تک پہنچ گیا اور چین سے خراج وصول کیا۔ اسے حجاج بن یوسف والی عراق کی سفارش پر ۷۰۵ء میں خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس نے طخارستان، بلخ، بخارا، فرغانہ، سمرقند، خوارزم وغیرہ کے علاقے فتح

کیے۔ ۷۱۵ء میں کاشغر واقع چینی ترکستان مسخر کیا۔ ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کے مسند نشین ہوتے ہی کچھ ایسی بدگمانیاں پیدا ہوگئیں کہ قتیبہ نے خلیفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۱۰۸۲)

کالی داس:(Kali Das)

(۳۷۵ء۔ ۴۱۵ء) ہندوستانی درباری شاعر اور ڈرامہ نگار۔ وہ سنسکرت ادب کے عہد ثانی سے تعلق رکھتا تھا۔ کالی داس اپنے تین رومانوی ڈراموں (شکنتلا، وکرم اردسی اور ملاوک اگنی متر) کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کی اہم تصنیف "شکنتلا" انگریزی اور اردو کے علاوہ کئی دیگر زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ کالی داس کے نام کئی قسم کا ادب منسوب کیا جاتا ہے لیکن محققین کے خیال میں کالی داس نام کے اور بھی تین شعرا گزرے ہیں۔ شرر نے بھی کالی داس کے تین مضامین موسموں کے حوالے سے ترجمہ کیے ہیں جو جلد اول حصہ دوم میں شامل ہیں۔

(پروفیسر وہاب اشرفی، ''تاریخ ادبیات عالم''، جلد اول، ص ۳۶۵)

کلمبس، کرسٹوفر (کولمبس):(Columbus Christopher) A۔۳۷۹

(۱۴۵۱ء۔ ۱۵۰۶ء) اطالوی مہم جو، جو ہندوستان آنے کے لیے بحری راستہ تلاش کرتا ہوا امریکہ جا پہنچا۔ کولمبس کے زمانے میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ زمین گول ہے اور اگر کوئی شخص مغرب کو سیدھا سفر کرے تو اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں سے چلا تھا۔ اس وقت جو تجارت ہوتی تھی، وہ عربوں اور اسلامی ملکوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ مغربی قومیں اس کوشش میں تھیں کہ کوئی ایسا راستہ مل جائے جو عربوں کی دسترس سے باہر ہو۔ کولمبس ایک اچھا ملاح تھا۔ اس نے اس مقصد کے لیے شاہ پرتگال، شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازبیلا سے امداد کی درخواست کی۔ ۱۳ اگست ۱۴۹۲ء کو وہ تین چھوٹے جہازوں کا ایک بحری بیڑا لے کر روانہ ہوا۔ بحر اوقیانوس میں مغرب کی طرف سفر کرنے لگا پہلے وہ کیوبا اور پھر ہسپنولیا پہنچ گیا۔ کولمبس نے اس نئی دنیا کے چار سفر کیے۔ پہلی بار جب وہ سپین آیا تو اس کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ دوسری دفعہ امریکہ گیا تو ان علاقوں کا گورنر جنرل بنایا گیا۔ ہر سفر میں اس نے نئے جزیرے اور مقامات دریافت کیے۔ آخر اس کو اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا کہ وہ ریڈ انڈین سے مل گیا ہے۔ اس کو اسپین لا کر اگرچہ رہا کر دیا گیا لیکن اب اس کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ اسی کس مپرسی کی حالت میں وفات پائی۔

(Charles Kendall Adams, "Christopher Columbus: His Life and His Work", Camberidge: University Press,1892, pg. Different)

کلیمنٹ سابع (Clement Vii):۵۔۶۲

(۱۴۷۸ء۔۱۵۳۴ء) اٹلی میں پیدا ہوا، اصل نام گویلیوڈی میڈیچی تھا۔ نومبر ۱۵۲۳ء میں اسے پوپ منتخب کرلیا گیا۔ کلیمنٹ علوم وفنون کا سرپرست تھا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد دوم، ص ۱۶۱۳)

کیخسرو: ۱A۔۶۷

ایران کا ایک اساطیری بادشاہ جو کیانی خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس نے ساٹھ سال تک ایران پر حکومت کی۔ باپ کے قتل کے بعد ختن میں پیدا ہوا۔ کیخسرو نے باپ کا انتقام لینے کے لیے افرسیاب سے متعدد لڑائیوں کے بعد اُسے قتل کردیا۔ آخری عمر میں سلطان کیکاوس کے داماد لہراسپ کے سپرد کرکے خدا سے التجا کی کہ اسے بہشت میں جگہ دی جائے جس کے لیے وہ چشمہ حیات جاوداں میں غسل کرکے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا اور انہیں میں کہیں غائب ہوگیا۔ مغربی مصنفین کا خیال ہے کہ کیخسرو اور کورش یا سائرس ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں مگر یہ خیال درست نہیں۔ کیخسرو کی شخصیت ہندو آریائی اساطیر سے ملتی ہے اور کورش یا سائرس چھٹی صدی قبل مسیح کی ایک تاریخی شخصیت ہے۔

(غلام رسول مہر، مترجم: ''طبقات ناصری''، جلد اول، ص ۲۶۲)

کیکاؤس: ۱A۔۶۷

(۵۸۴ ق م) ایران کا ایک افسانوی بادشاہ جسے اوستا میں ''کوا اُچا'' کہا گیا ہے۔ یہ ایک جنگجو بادشاہ تھا۔ ۶۰۶ ق م میں اس نے آرینا کپادوسیا اور اشوری سلطنت کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں ملالیا۔ فردوسی کے بیان کے مطابق کیکاوس نے ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی۔ رستم اور سہراب کی جنگ اسی کے عہد میں ہوئی۔

(غلام رسول مہر، مترجم: ''طبقات ناصری''، جلد اول، ص ۲۶۱)

گبن، ایڈورڈ (Gibbon Edward):۱A۔۶۸

(۱۷۳۷ء۔ ۱۷۹۴ء) مشہور برطانوی مورخ، مستشرق) اور "The history of decline and fall of the Roman Empir" کا مصنف۔ اس کتاب کی تصنیف میں بیس سال شب وروز محنت کی۔ تاریخ اور ادب میں یہ تصنیف بڑی بلند پایہ سمجھی جاتی ہے۔ ہمعصر مورخین نے اسے بہت سراہا لیکن مذہبی عہدیداروں نے گبن کو جانبداری اور ادبی سرقہ بازی کا ملزم ٹھہرایا۔ اس تصنیف میں کچھ خامیاں بھی ہوں گی۔ دراصل گبن نے یہ بتایا ہے کہ مذہب کے نام پر کس قسم کی زیادتیاں کی جاتی رہی ہیں اور غالباً یہی الزام کا سبب بنی۔

(Rosamond Mckitterick and Roland Quinault, Edited: "Edward Gibbon and Empire",

Cambridge: University Press, 1997, pg. Different)

گریگوری آف ٹورز (Gregory of Tours):۵۔۱۱۲

(۵۳۸ء۔۵۹۴ء) پوپ اور مورخ، فرانس میں پیدا ہوا اور اصل نام جارجیس فلورنٹیس تھا۔ اس نے کلاسیکی ادب اور مذہبی اصولوں کا مطالعہ کیا، ٹورز کے بشپ یوفرونیس کی موت پر گریگوری ان کی جگہ بشپ بنا۔ گریگوری کے سینٹ مارٹن کے معجزات اور سوانح پر بیانات دراصل فرانکش لوگوں کی دس جلدوں پر محیط تاریخ ''Historia Francorom'' ہے۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد دوم، ص ۱۷۴۰)

گولڈسمتھ (gold smith, oliver) A:۱۔۹۹

(۱۷۳۰۔۱۷۷۴ء) اینگلو آئرش ڈرامہ نویس اور ناول نگار، شاعر اور مضمون نگار جو اپنی کامیڈی "Stoops to conquer" اور ناول "The vicar of Wakefield" کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔ ابتداء میں وہ ایک فرضی نام سے بچوں کیلئے لکھتا رہا۔ یہ تحریریں مزاح، رنگین بیانی اور خوب صورت انداز لیے ہوئے تھیں۔ ۱۷۶۴ء میں اس کی ایک فلسفیانہ نظم "The Traveller" شائع ہوئی جس نے اسے بطور مصنف اہمیت دلائی اور اسی کی وجہ سے گولڈسمتھ کا نام ادیب کے طور پر مشہور ہوا۔ شرر نے اس کے مضمون۔ "Night of a city" کا ترجمہ "شہر کی رات" کے نام سے کیا ہے (مقالہ نگار)۔

(William Blake, "Goldsmith", London: Bibliolife, LLC., 2009, pg. Different)

لوتھر، مارٹن (Luther, Martin) A:۲۔۱۱۸

(۱۴۸۳ء۔ ۱۵۴۶ء) جرمن میں پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی۔ اسے جدید یورپی تاریخ کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک مانا جاتا ہے۔ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رہبانیت اختیار کی۔ روم کے دورے کے بعد پوپ اور روم کیتھولک عقیدے سے منحرف ہو گیا۔ مذہبی عدالت میں اس نے پاپائے روم کے خلاف لگائے گئے الزام واپس لینے سے انکار کر دیا اور اپنے عقیدے کے ۹۵ اصول مرتب کیے اور پروٹسٹنٹ فرقے کی بنیاد رکھی۔ بائبل کا ترجمہ لاطینی سے جرمن زبان میں کیا۔ اس کی تمام تصانیف ایک ہی جلد میں ۱۵۳۴ء میں شائع ہوئیں۔ مناظرے کی کتابیں لاطینی اور جرمن میں لکھیں۔ ان میں ''ٹیبل ٹاک'' مشہور ہے۔

(Roland H. Bainton, "Here I Stand: A Life of Martin Luthur", Massachurielts: Hendrickson Publishers, LLC., 1950, pg. Different)

لوطؑ: A:۲۔۲۳

حضرت لوطؑ اللہ تعالی کے پیغمبر اور حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے، بحیرہ مردار کے ساحل پر واقع ایک قدیم بستی صدوم میں

سکونت پذیر تھے۔ اس بستی کے لوگ بدکار اور ہم جنسیت میں مبتلا تھے۔ قرآن پاک کے مطابق حضرت لوطؑ نے انہیں راہ راست پر لانے کے لیے تبلیغ کی مگر وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ آپ نے مایوس ہوکر بستی چھوڑ دی۔ صدوم سے آپ کے رخصت ہوجانے کے بعد آسمان سے آگ کی بارش ہوئی اور پورا صدوم تباہ ہوگیا۔ صدوم شہر دریائے فرات کے کنارے بابل اور نینوا سے بھی پہلے آباد تھا۔ اس جگہ کا محل وقوع اس جگہ تھا جہاں آج کل تل ابیب واقع ہے۔ برطانوی عجائب خانے اور امریکہ کی فلاڈلفیا یونیورسٹی کے عجائب خانے کی ایک مشترکہ ٹیم نے صدوم کی کھدائی کا کام شروع کیا اور اب یہ شہر نمودار ہوگیا ہے۔ اس عصری انکشاف سے قرآن پاک اور انبیائے کرامؑ کے متعدد گوشوں اور بابلی تہذیب وثقافت کے کئی پہلوؤں پر مزید روشنی پڑنے کا امکان ہے۔

(غلام رسول مہر، مترجم: ''طبقات ناصری''، جلد اول، ص ۷۱)

مالکؒ، امام: ۲A۔۳۰۳

(۷۱۵ء۔ ۷۹۵ء) پورا نام ابوعبداللہ مالک بن انس ہے۔ مدینے میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ فقہ میں ایک مکتب فکر کے بانی قرار پائے جو فقہ مالکی کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ نے خلیفہ منصور عباسی کی بیعت توڑنے اور آل علیؓ کے ایک بزرگ محمد بن عبداللہ کی بیعت کا فتویٰ دیا تھا۔ جس پر گورنر مدینہ نے برہم ہو کر سزا دی۔ کچھ عرصہ بعد اس نے امام مالکؒ سے معذرت کر لی۔ خلیفہ مہدی اور ہارون الرشید دونوں نے امام مالک سے تحصیل علم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ سے زیادہ حدیث وسنت جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ امام مالکؒ نے تصنیف کا کام اُس وقت شروع کیا جب اسلاف حفظ اور زبانی استفادہ کو اہمیت دیتے تھے۔ آپؒ کی تصنیف ''الموطا'' بہت مشہور ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۸، ص ۳۷۲۔ ۳۸۶)

مامون الرشید: ۲A۔۲۷۲

(۷۸۶ء۔ ۸۳۳ء) خاندان عباسیہ کا ساتواں مشہور ومعروف خلیفہ، نام عبداللہ، عباسی خلیفہ ہارون الرشید کا دوسرا بیٹا اور اپنے بھائی امین کا ولی عہد تھا۔ سب سے پہلے اسے پانچ سال امین سے جنگ لڑنا پڑی۔ خلیفہ بننے کے بعد اُسے علویوں کی بغاوت کے باعث خطرات میں مبتلا رہنا پڑا۔ امن وامان قائم کرنے کے بعد خراسان میں ایک عالی شان مدرسہ قائم کیا اور علوم وفنون کی ترقی میں مصروف ہوگیا۔ اقلیدس کا پہلا ترجمہ اسی کی فرمائش پر کیا گیا۔ بغداد اور دوسرے مقامات پر رصد گاہیں قائم کیں۔ فرقہ معتزلہ کے بعض عقائد اختیار کر لینے کے باوجود راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ آخری ایام میں مامون نے یونانیوں کے خلاف مہمات کا آغاز کیا اور مصر اور ایشیائے کوچک میں خود فوجوں کی کمان کرتا رہا۔

(شبلی نعمانی، ''المامون'' لاہور: اسلامی کتب خانہ، س۔ن، متعدد صفحات)

محسن الملک: ۶۔۹۱

(۱۸۳۷ء۔۱۹۰۷ء) نوابؔ سید مہدی علی خاں نام اور محسن الملک خطاب تھا۔ابتدائی تعلیم قدیم طرز کے اسلامی مدارس میں پائی پھر دس روپے ماہوار پر ایک سرکاری دفتر میں ملازم ہوگئے اور ترقی کرتے کرتے تحصیلدار کے عہدے تک پہنچے۔۱۸۶۷ء میں ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں شریک ہوئے اور سب امیدواروں میں اول رہے۔۱۸۷۴ء میں ریاست حیدر آباد میں ملازمت اختیار کرلی اور متعدد اہم خدمات انجام دیں۔۱۸۹۳ء میں پنشن لے کر علی گڑھ آ گئے۔محسن الملک سیاسی اور تعلیمی امور پر سرسید احمد خاں کے پورے پیروکار اور سرگرم حامی تھے۔سرسید احمد خاں کی وفات کے بعد محسن الملک ہی کی وجہ سے علی گڑھ کالج نے کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کیا۔انہی کی کوششوں کی بدولت ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی داغ بیل پڑی۔اگرچہ ادب اردو کے مورخ محسن الملک کو بہ حیثیت مصنف حالی، شبلی، نذیر احمد وغیرہ کی صف میں شمار نہیں کرتے لیکن تہذیب الاخلاق کے مضمون نگاروں میں سرسید احمد خاں کے بعد انہیں کا درجہ سب سے بلند ہے۔

(اے۔ایچ۔کوثر،''اردو کی ترقی میں سرسید اور اُن کے رفقا کار کا حصہ''، کراچی: لائبریری پروموشن بیسورو، ۱۹۸۲ء، ص ۳۰۹۔۳۲۹)

محمدؐ (ہادی عالم): ۱۸۔۱۴۴

(یہ تعلیقہ ''ہادی عالمؐ'' سے لیا گیا ہے اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ ابتدا سے انتہا تک جس قدر مضامین تحریر میں آئے ہیں ان کے کسی حرف پر بھی نقط نہیں ہے، اس کے باوجود کسی جملے میں ربطِ عبارت یا بیان کی روانی میں یا مفہوم کی ادائیگی میں ابہام نہیں۔اس سے اردو زبان کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے)

وہ رسول اُمی کہ اللہ اُس کا معلم ہے، وہی اُس کا مدرسہ، علم اُس کی کملی ہے اور عدل اُس کی کرسی ہے رحم وکرم اُس کا علم ہے اور صلہ رحمی اُس کا درس۔کلام الٰہی اُس کے لئے گواہی دے رہا ہے ''اُس کا ہر عمل سارے عالم کے لئے اُسوہ کاملہ ہے'' محمدؐ کے والد مکرم اس مولود کی آمد سے کئی ماہ اُدھر راہی ملک عدم ہوئے۔رسولؐ کی عمر دو کم آٹھ سال ہوئی کہ رسولؐ کی والدہ راہی ملک عدم ہوگئی۔رسولؐ کی عمر آٹھ سال دو ماہ کی ہوئی ہادی کاملؐ دادا کے سائے سے محروم ہو کر عم سردار کے گھر آ گئے۔مالی آسودگی کے لئے مکہ مکرمہ کی اک مالدار صالحہ (حضرت خدیجہ) کے اموال لے کر دوسرے ممالک گئے۔رسولؐ کے احوال مطہرہ اور اطوار محمودہ کا اُس صالحہ کو سالہا سال سے علم رہا اس لئے وہ صالحہ آمادہ ہوئی کہ رسولؐ کے گھر کو معمور کرے۔اس طرح وہ رسولؐ کے گھر والی ہو کر اہل اسلام کی ماں ہوئی اور رسولؐ کی محرم اول ہو کر رہی۔رسولؐ کی عمر ساٹھ کم سو سال ہوئی۔اللہ کے حکم سے ملائک کے سردار وحی لے آئے اور رسولؐ سے کہا ''اے رسول اس کلام کو کہو''۔وحی کے حکم سے روح و دل مالا مال ہوئے اور رسول رحم کا عہدہ اعلےٰ عطا ہوا۔اول حکم ہوا کہ گھر والوں کو اسلام کی راہ دکھاؤ۔عروس مکرمہ (حضرت خدیجہؓ) سے کہا کہ اے محرم دل اسلام لے آؤ، اس طرح وہ اسلام سے مالا مال ہوئی۔رسولؐ کے ولد عم علیؓ کرمہ اللہ اُسی دم کلمہ اسلام کہہ کر

اسلام لائے اور عالم کے سارے لڑکوں کے مسلم اول کہلائے۔ اس کے علاوہ ہادی اکرمؐ کی سعی سے مکہ مکرمہ کے کئی لوگ اسلام لاکر رسولؐ کے ہمدم ہوئے۔ کھلا حکم ملا "اے رسول! کھلم کھلا لوگوں کو اسلام کی راہ دکھاؤ" ہادی عالم اس امر الٰہی کو لے کر کھڑے ہوئے اور سارے لوگوں کو اکٹھا کر کے اللہ کا حکم آگے رکھا۔ مگر لوگ ہٹ دھرمی اور لاعلمی کی راہ لگے رہے۔ مکے کے سارے گمراہ رسولؐ اور اہل اسلام کے عدو ہو گئے، اہل اسلام کو طرح طرح کے دکھ دے کر مسرور ہوئے۔ سرور عالمؐ کی عمر آدھی صدی کی ہوئی رسول اکرمؐ کو دو روح گسل صدمے ملے۔ اللہ کا حکم ہوا اور رسول اللہ کو وحی آئی کہ مکہ مکرمہ کے ہمدم اور اہل اسلام کو اک اک کر کے معمورہ اُحد کو رواں ہوں۔ ہادی اکرم کو حکم ہوا کہ راہ کے لئے سواری کا اور کسی راہ داں کا معاملہ طے کرو۔ ہادی اکرمؐ ہمدم مکرم کو ہمراہ لے کر رواں ہوئے۔ اس طرح رسولؐ اولاد عمرو کے اس گاؤں آ کر رُکے۔ سرور عالمؐ کے حکم سے اللہ کے گھر کی اساس رکھی گئی۔ سارے ہمدم و مددگار روح و دل سے حرم رسول کی معموری کا کام سادگی سے مکمل ہوا۔ معمورہ رسول کے وہ اسرائلی گروہ کہ صدہا سال سے وہاں رہے۔ اسلام اور اہل اسلام کے حاسد ہو گئے۔ وداع مکہ کے سال اول ہی دوسرا اہم کام اسلام اور اردگرد کے سارے گروہوں سے اک معاہدہ طے ہوا۔ گمراہوں کا اک مسلح عسکر مکہ مکرمہ سے لڑائی کے ارادے سے راہی ہوا۔ معرکہ عام کا سلسلہ ہوا۔ اللہ کے عدو، رسوائی گلے کا ہار ہوئی۔ ہادی کاملؐ معرکہ گاہ سے سوئے معمورہ رواں ہوئے۔

مکے کے سرکردہ لوگوں کو اکٹھا کر کے معرکہ اول کی رسوائی کا صلہ حاصل کرے۔ رسولؐ کے حکم سے اہل اسلام کا ایک گروہ کوہ احد کی اک گھاٹی کے لیے معمور ہوا۔ اہل مکہ کا اک سردار لڑائی کا ماہر سو لوگوں کو ہمراہ لے کر اُس گھاٹی سے حملہ آور ہوا۔ اُدھر گمراہوں کا دوسرا علمدار عکرمہ رسالے کو لے کر حملہ آور ہوا۔ گمراہوں کے اس دُہرے حملے سے اہل اسلام اِدھر اُدھر ہو گئے۔ ہادی اکرمؐ کو معلوم ہوا کہ سارا ملک مکہ والوں کا حامی ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ ہمدموں اور مددگاروں کو اکٹھا کر کے رائے لی۔ اک ہمدم رسول کہ کسریٰ سے آ کر اسلام لائے، کھڑے ہوئے اور رائے دی کہ کوہ سلع کے آگے اک گہری کھائی کی کھدائی کر کے معرکہ آراہوں کہ عسکر اعدا اُس کھائی کے اُدھر رُکا رہے گا۔ کھائی کے اُدھر محاصرے کو طول ہوا، گمراہ حوصلے ہار کے رواں ہوئے۔

وداع مکہ کو دو کم آٹھ سال ہوئے اور اس سال کا دسواں ماہ مکمل ہوا۔ رسولؐ کو ارادہ ہوا کہ وہ عمرے کے لئے مکہ مکرمہ کے لئے راہی اہل مکہ اس امر کے لئے مصر ہوئے کہ اس سال اہل اسلام عمرے کے علاوہ ہی معمورہ رسول کو راہی ہوں اور اگلے سال آ کر عمرے کی ادائیگی ہو۔ ہمدم رسول علی کرمہ اللہ کو حکم ہوا کہ وہ معاہدے کے سارے امور لکھ لے۔ معاہدہ صلح سے معرکوں کے امور سے رہائی ملی۔ اس لئے اللہ کے رسولؐ کا اردہ ہوا کہ اہل عالم کو اسلام کے لئے صدائے عام دے کر اللہ کے حکم کے عامل ہوں۔ حاکم روم، حاکم کسریٰ، حاکم اصحمہ اور حاکم مصر کو مراسلے رواں ہوئے۔ معاہدہ صلح کو اک سال مکمل ہوا۔ سرور عالمؐ ہر سو اللہ والوں سے گھرے ہوئے مکہ مکرمہ آئے۔ اس طرح اہل اسلام عمرہ ادا کر کے اور دلوں کی مراد حاصل کر کے

رسول اللہ کے ہمراہ سارے مراحل طے کر کے معمورہ رسول آ گئے۔ اسی سال مکہ مکرمہ کے دو اسم سرکردہ سردار عمرو والد العاص اور دوسرے مکہ والوں کا وہ سالار کہ اسلام لا کر اسلام کے لئے ساری عمر لڑا اور رسولؐ سے اُس کو "حسام اللہ" کے اسم کا اکرام ملا۔

اہل مکہ کے سردار معاہدہ صلح سے الگ ہوئے۔ معاً اہل مکہ کو احساس ہوا کہ معاہدہ صلح سے دور ہو کر اہل اسلام مکہ مکرمہ کے لئے حملہ آور ہوں گے۔ اہل مکہ کے مکروہ عمل سے معاہدہ صلح ٹوٹا اور اس طرح معرکہ مکہ مکرمہ کی راہ ہموار ہوئی۔ وداع مکہ کو آٹھ سال ہوئے، ماہ صوم کی دس کو رسولؐ سوئے مکہ مکرمہ راہی ہوئے۔ عکر اسلامی رواں ہو کر سارے مراحل طے کر کے مکہ مکرمہ سے کئی مرحلے اُدھر اک وادی کے وسط آ کر رکا۔ سرور عالمؐ مکہ مکرمہ کی کامگاری حاصل کر کے ہمدموں اور مددگاروں کے ہمراہ سوئے حرم رواں ہوئے۔ مکہ مکرمہ کے اُس مکرم گھر سے سارے مٹی کے اِلہ سدا سدا کے لئے دور ہوئے اور مکے سے لا علمی اور گمراہی دور ہوئی۔ اسی سال سرور عالمؐ کے ہاں اک ولد معود (حضرت ابراہیمؓ) مولود ہوا۔ وداع مکہ کو دسواں سال ہوا۔ اس سال کے موسم احرام کی آمد آمد ہوئی۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ سرور عالمؐ کا ارادہ ہے کہ وہ اس سال مکہ مکرمہ راہی ہو کر عمرہ و احرام کے عامل ہوں۔ حرم کے سارے احکام ادا ہوئے۔ کوہ الرحمہ (میدان عرفات) آ کر سارے لوگوں سے ہمکلام ہوئے۔ وہ (خطبہ حج الوداع) کلام سارے عالم کے دکھوں کا مداوا ہے اور عالمی امور کا واحد حل ہے۔ وداع مکہ کا دسواں سال مکمل ہوا۔ اگلے سال کے ماہ محرم سے رسول کو دردسر کا سلسلہ ہوا۔ دردحد سے سوا ہوا اور اسی لئے سرور عالمؐ کے لئے محال ہوا کہ وہ حرم رسول آ کر لوگوں کے ہمراہ "عماد اسلام" کے لئے کھڑے ہوں۔ اسی سال کے ماہ سوم کی دس اور دو ہے، سوموار کی سحر ہوئی سرور عالمؐ مسکرائے۔ سرورِ عالمؐ کی وہ مسکراہٹ وداعی ہوئی۔ اس طرح ہادی کاملؐ اس عالم مادی کی عمر مکمل کر کے سوموار کو دارالسلام کے لئے راہی ہو کر اللہ واحد سے آ ملے اور اللہ کا رسول، اللہ کے حکم سے اس عالم مادی سے سدھارا۔

(محمد ولی رازی، "ہادی عالم"، کراچی: دارالعلم، اشاعت چہارم ۱۹۸۷ء، متعدد صفحات)

محمد بن ابی بکر: ۶۔ ۱۱۸

حضرت ابوبکرؓ صدیق کے بیٹے حضرت عائشہؓ کے سوتیلے بھائی۔ حضورؐ کی زندگی کے آخری سال پیدا ہوئے۔ اس طرح وہ اپنے والد ماجد سے بھی کچھ زیادہ مستفید نہ ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے محمد بن ابی حذیفہ کے ساتھ مل کر مصر کے لوگوں کو خلیفہ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ حضرت عائشہؓ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے۔ محمد بن ابی بکر قریش کے اُن افراد میں سے تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔ جنگ جمل کے خاتمے پر حضرت علیؓ نے انہیں یہ کام سپرد کیا کہ وہ اپنی بہن کو بصرے لے جائیں۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ وہ ناتجربہ کار نوجوان تھے اور انہیں کوئی رسوخ اور اقتدار کا تجربہ نہ تھا جبکہ ان کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہؓ اور عمروؓ بن العاص جیسے تجربہ کار لوگ

تھے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے المسنات کے مقام پر محمد بن ابو بکر کو شکست دی۔ اس جنگ میں حضرت عثمانؓ کا اصل قاتل کنانہ بن بشیر بھی مارا گیا۔ محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۹، ص ۳۱۶۔۳۱۷)

محمد تغلق: ۱۲۔۲A

دہلی کے تغلق خاندان کا دوسرا بادشاہ جو غیاث الدین تغلق کا بڑا بیٹا تھا۔ باپ کی ناگہانی وفات کے بعد ۱۳۲۵ء میں تخت نشین ہوا۔ محمد تغلق ان غیر معمولی بادشاہوں میں سے تھا جنہوں نے پورے برصغیر پر حکومت کی۔ اس کے عہد حکومت کی تاریخ زیادہ تر بغاوتوں اور شورشوں سے پر ہے۔ ۱۳۲۷ء میں اس نے دولت آباد کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ دو سال بعد دہلی کی تمام آبادی وہاں لے گیا۔ اس کے زمانہ حکومت میں سخت قحط پڑا جو سات سال جاری رہا۔ بادشاہ نے قحط سالی کا سد باب کرنے کے لیے جو تدابیر اختیار کیں وہ بحیثیت مجموعی سب دور اندیشی پر مبنی تھیں۔ ۲۰ مارچ ۱۳۵۱ء کو ٹھٹھہ سے چند میل کے فاصلے پر وفات پائی۔

(پروفیسر مولانا سعید احمد، ''مسلمانوں کا عروج زوال''، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۳ء، ص ۲۸۸۔۲۹۴)

محمد جونپوری (۱): ۱۱۳۔۲B

(۸۴۳ھ۔۹۱۰ھ) ذکری فرقہ کے بانی۔ جو جونپور (اودھ) میں سید خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ والدہ کا نام بی بی اخاملک تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ بارہ سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت پا کر دستار فضیلت باندھ لی۔ شیخ دانیال چشتی کے ہاتھ پر بیعت ہو کر طریقہ چشتیہ کے مطابق ایک عرصے تک ریاضت شاقہ میں مگن رہے۔ حاکم داناپور امیر حسین ان کے فضل و کمال کا شہرہ سن کر زیارت کے لئے آیا اور یہیں کا ہو کر رہ گیا اور ان کی انگیخت پر راجا دلیپ رائے سے معرکہ آرائی کی تیاری کی اور تیس ہزار کی جمعیت سے راجا کے ایک لاکھ سے زائد لشکرِ جرار کو شکست سے دوچار کیا اور خود سید محمد نے راجا دلیپ رائے کا کام تمام کر دیا دوسرے دور میں انہوں نے مہدویت کا دعویٰ کر دیا۔ علماء حق نے سختی کے ساتھ اُن کا تعاقب شروع کر دیا جس کے نتیجے میں وہ چندیری، صندو چمپانیر، احمد نگر، گلبرگہ اور احمد آباد کے سفر کرنے پر مجبور ہوتے رہے اور کسی جگہ اُن کے پاؤں جمنے نہ پائے۔ اسی عرصے میں سید محمد جونپوری حج کے لیے روانہ ہوئے اور مکہ میں بیت اللہ کے پاس کھڑے ہو کر اپنے چند معتقدین سے بیعت لی اور واپس ہندوستان آ کر براستہ ٹھٹھہ سندھ اور مکران کا سفر اختیار کرتے ہوئے شہر کیچ میں ڈیرہ ڈالا اور یہاں سے افغانستان چلے گئے اور وہیں شہر فداح میں انتقال کیا۔

(ابوالقاسم رفیق دلاوری، ''جھوٹے نبی''، ص ۲۶۸۔۳۹۰)

محمد حسین جونپوری:

قاضی محمد حسین جونپوری عہد شاہجہانی میں جونپور کے قاضی تھے۔ عہد جہانگیر میں اولاً الہ آباد کی قضا سپرد ہوئی، پھر

محتسب بتائے گئے اور منصب میں اضافہ ہوا۔ فتاوی عالمگیری کی تدوین میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ ۱۶۷۰ء میں وفات پائی۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، دوسری جلد، عربی ادب (۱۲۷ء۔۱۹۷۲ء)، ص ۳۰۵)

محمد شاہ: A۱۔۳۸۱

جس کا نام روشن اختر بھی مشہور تھا، جہاں شاہ کا بیٹا تھا۔ سید برادران نے رفیع الدولہ کی وفات کے بعد ۱۷۱۹ء کو اسے تخت نشین کیا۔ اسے تیموری خاندان کا آخری بادشاہ کہہ سکتے ہیں۔ جس نے دہلی میں کسی حد تک با اختیار حکومت کی۔ محمد شاہ کی وفات کے بعد جو چند بادشاہ تخت نشین ہوئے وہ امرائے دربار کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی بنے رہے۔
(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۹، ص ۴۳۶)

محمد علی پاشا: A۲۔۲۵۲

۱۸۰۵ء سے لے کر ۱۸۴۹ء تک مصر کا مشہور نائب السلطنت تھا۔ وہ خدیوان مصر، بعد میں شاہان مصر کے خاندان کا بانی تھا۔ پہلے وہ تمباکو کی تجارت کیا کرتا تھا۔ پھر البانوی فوج میں بھرتی ہوگیا جو ۱۷۹۹ء میں ترکوں کے ساتھ مصر میں اُتری جسے ابو قیر کے مقام پر بونا پارٹ نے شکست دی تھی۔ ۱۸۰۰ء میں اسے مصر میں ایک باثر فوجی مرتبہ حاصل ہوگیا۔ ۱۸۰۱ء کے آخر میں وہ جرنیل کی حیثیت میں مملوکوں کے خلاف لڑا۔ ۱۸۰۳ء میں اسے اعزازی گورنر بنا دیا گیا۔ ۱۸۰۵ء کو اسے رسمی طور پر گورنر مقرر کر دیا گیا۔ اس کا عہد حکومت مصر کی تاریخ میں بطور خود ایک مستقل دور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی عملی زندگی محض زراندوزی سے شروع ہوتی ہے اور اس کا خاتمہ گو اتفاقی ہی سہی، اس کوشش میں ہوا کہ وہ ملک کو ترقی دے کر مہذب بنادے۔ وہ یقینی طور پر اپنی رعایا میں بے حد مقبول ہوگیا تھا۔ اب اسکندریہ کے سب سے بڑے چوک میں اس کا مجسمہ نصب ہے جس میں اسے گھوڑے پر سوار دکھایا گیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۹، ص ۴۵۴۔۴۶۱)

محمد علی جوہر: ۴۔۱۰۱

(۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء) برعظیم پاک و ہند میں برطانوی حکومت کے خلاف تحریک آزادی کے ممتاز اور نامور مسلمان رہنما۔ علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔ یہاں انہوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ وطن واپس آکر نواب رام پور نے انہیں انسپکٹر جنرل تعلیمات کے عہدہ پر فائز کردیا۔ بعد میں مہاراجہ بڑودہ کی ملازمت میں آگئے۔ ۱۹۱۰ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ کے ٹرسٹی منتخب ہوگئے۔ اس زمانے میں ان کے مضامین انگریزی اخباروں اور رسالوں میں شائع ہونے لگے۔ ان مضامین کی شہرت کی وجہ سے انہوں نے کلکتہ سے ایک ہفت روزہ ''کامریڈ'' جاری کیا۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم میں انہوں نے انگریزوں کے خلاف چالیس گھنٹے مسلسل بیٹھ کر بیس کالموں پر مشتمل اداریہ

لکھا جس پر حکومت نے انہیں قید کر دیا۔ان کی والدہ بی اماں نے سیاست میں حصہ لیا۔ جب ۱۹۱۷ء میں مسلمانوں نے مولانا محمد علی کی سیاسی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں مسلم لیگ کا صدر چن لیا تو قید میں ہونے کی وجہ سے محمد علی کی تصویر کرسی صدارت پر رکھی گئی۔علی برادران نے تحریک خلافت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔مولانا کی زندگی کا آخری بڑا واقعہ گول میز کانفرنس میں ان کی شمولیت ہے۔ جہاں میں انہوں نے کہا" جب تک مجھے پروانہ آزادی نہیں مل جاتا میں غلام ملک واپس نہیں جاؤں گا" مولانا کا کہا پورا ہوا اور آپ لندن میں وفات پا گئے۔ان کی عظیم خدمات کے پیش نظر انہیں بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔

(مولانا عبدالماجد دریا آبادی،''مولانا محمد علی جوہر: سیرت وافکار''، کراچی: ادارہ علم وفن، ۲۰۰۱ء، متعدد صفحات)

محمد قاسم نانوتویؒ: ۶۔۹۴

(۱۸۳۲ء۔ ۱۸۸۰ء) بانی دارالعلوم دیوبند، ہندوستان میں انیسویں صدی عیسوی کے مشہور مجاہد، عالم، متکلم، معلم اور مناظر ومصنف۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مطبع احمدی، دہلی میں کتابوں کی تصحیح کی خدمت انجام دینے لگے۔ مولانا نے ''بخاری شریف'' کی تصحیح اور تحشیہ اس قابلیت سے لکھا کہ کتاب کے آخر میں مفتی صدرالدین آزردہ کی ایک تقریظ کے حوالے سے ان کی تعریف کی گئی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) میں حاجی امداد اللہ کو امام بنایا گیا اور مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد گنگوہی ان کے مشیر قرار پائے۔جہاد آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے داروگیر کی مہم شروع کر دی تو مولانا محمد قاسم ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہے۔ ملکہ وکٹوریہ نے عام معافی کا اعلان کیا تو جان بچی۔ دہلی کی تباہی کے بعد بعض اکابر دیوبند کو یہ خیال آیا کہ اب ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ وبقا کی واحد صورت مدرسے کا قیام ہے۔چنانچہ ۱۸۶۷ء کو دیوبند کی ایک مسجد میں مدرسہ عربیہ دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ جب جگہ کی تنگی محسوس ہونے لگی تو مدرسے کی بنیاد ۱۸۷۶ء میں مولانا محمد قاسم نے رکھی جو بعد میں مدرسہ دیوبند کہلایا۔مولانا قاسم نانوتویؒ مدرسہ دیوبند کے اصل بانی نہ تھے لیکن مدرسے کو ایک شاندار دارالعلوم بنانے کا خیال آپ ہی کا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۹، ص ۵۰۴۔۵۱۰)

محمود غزنوی، سلطان: IB۔۷۷۸

(۹۷۱ء۔۱۰۳۰ء) پورا نام یمین الدولہ ابوالقاسم محمود ابن سبکتگین ہے۔ سبکتگین نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اپنا جانشین مقرر کیا، مگر محمود نے اسماعیل کو شکست دے کر غزنین پر قبضہ کر لیا۔خلیفہ بغداد نے اسے فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت غزنہ ایک چھوٹی سی بادشاہت تھا۔محمود نے بیس سے زائد کامیاب مہمات کے بعد ایک وسیع بادشاہت قائم کی جس میں کشمیر، پنجاب اور ایران کا بڑا حصہ شامل تھا۔ ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔ ہندوستان پر پہلی مہم کا آغاز

۱۰۰۱ء میں ہوا اور آخری مہم ۱۰۲۶ء میں ختم ہوئی۔ ابتدائی مہمات کا ہدف پنجاب اور شمال مشرقی ہندوستان تھے۔ جبکہ آخری مہم میں وہ گجرات کے جنوبی ساحل پر سومناتھ میں جا پہنچا۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری برس وسط ایشیائی قبائل کے ساتھ لڑتے ہوئے گزارے۔ اسلام کا زبردست حامی ہونے کے باوجود اس نے کبھی اپنے ہندوستانی اطاعت گزاروں پر جبراً اسلام نافذ نہیں کیا۔ اس نے ہندوؤں پر مشتمل دستے بھی رکھے اور اس کے کئی جرنیل ہندو تھے۔ کچھ مسلمان مصنفین اس کو ہندوستان میں اسلام پھیلانے والا محسن سمجھتے ہیں تو دوسری طرف ہندوستانی مورخین اسے ایک ناقابل تسکین حملہ آور اور لیٹرے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نقطۂ نظر پوری طرح درست نہیں۔ اس کے دور میں بہت سے بے مثال محققین اور شعرا غزنہ میں آباد ہوئے۔ ان میں البیرونی اور فردوسی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ محمود ہندوستان میں ایک مکمل ضابطہ حیات، ایک مربوط معاشرتی نظام اور فکر وعمل کے ٹھوس زاویے لائے تھے۔ اس سے پہلے ہندوستان میں ان سلے کپڑے پہنے جاتے تھے۔ لکڑی یا گھاس کے بنے ہوئے جوتے پہنتے تھے۔ پیاز اور لہسن استعمال نہیں کرتے تھے۔ ڈاکٹر تارا چند نے اپنی کتاب ''تمدن ہند پر اسلامی اثرات'' میں ہندوؤں کے علوم وفنون اور رسم ورواج پر بھی اسلامی اثرات کی بخوبی نشاندہی کی ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۴۲۔۵۷)

مروان بن الحکم: IB۔۵۶۲

۶۱۵ء۔۶۸۵ء مروانی خلفاء کا مورث اعلی، عمرؒ بن عبدالعزیز کا دادا۔ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اسے اپنا کاتب مقرر کرلیا۔ حضرت عثمان کے مکان پر حملہ ہونے کے دن وہ بری طرح زخمی ہوا۔ اس کے بعد جنگ جمل میں بھی حصہ لیا۔ بعدازاں حضرت علیؓ نے اسے امان دے کر مدینہ بھیج دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اسے اور اس کے عمزاد بھائی سعید بن العاص کو باری باری مدینہ منورہ اور حجاز مقدس کا والی مقرر کیا۔ بعد میں اسے عہدے سے برطرف کردیا۔ مروان نے ملک شام میں سکونت اختیار کرلی جہاں وہ معاویہ ثانی کے دربار میں حاضری دیتا رہا۔ جب یہ فرمانروا چل بسا تو مجلس جابیہ میں اس کی خلافت کا اعلان کردیا گیا۔ مروان کے عہد حکومت میں مسلسل لڑائیاں ہوتی رہیں۔ مجلس جابیہ میں اسنے مجبوراً خالد بن یزید اول اور عمرو الاشدق اموی کو اپنے جانشینوں کے طور پر تسلیم کرلیا تھا۔ بڑی کدوکاوش سے گفت وشنید کے بعد یہ ممکن ہوا کہ انہیں حق وارثت سے محروم کرکے وہ اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کے حق میں فیصلہ کرائے۔ ان میں سے عبدالعزیز کو اس نے مصر کا والی نامزد کردیا۔ اسکی معرکہ خیز زندگی کی یہ آخری کامیابی تھی جو اسے حاصل ہوئی۔ مروان ستر سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۴۷۵۔۴۷۶)

مریمؑ (Mary Saint): ۸۔۲۴

حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ، بائبل کے انگریزی ترجمے میں انہیں (Mary) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جبکہ اردو

ترجمے میں قران حکیم کے زیر اثر لفظ مریم ہی استعمال کیا گیا ہے۔ آپ کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام حنہ تھا۔ آپ کی زندگی کے حالات صرف اس قدر معلوم ہیں جو سینٹ لوقا کی انجیل میں لکھے ہیں۔ عام روایات کے مطابق آپ واقعہ صلیب کے بعد سینٹ یوحنا کی معیت میں مقام القبیز میں مقیم تھیں اور وہیں وفات پائی۔

(ابوالکلام آزاد، ''ترجمان القران''، جلد اول، لاہور: اسلامی اکادمی، س۔ن، ص ۳۲۱۔۳۲۲)

مزدک: IB ۔ ۵۲۱

(۴۸۷ء۔۵۲۸ء) ایک مذہب کا مبلغ جس کی بنا اگرچہ اس سے دوصدی پہلے زرتشت نے ڈالی تھی لیکن یہ مذہب اسی کی نشرواشاعت کی وجہ سے ایران میں پھیل سکا۔ مزدک زرتشی موبدوں اور کاہنوں کے سخت خلاف تھا۔ اس کے مذہب میں فقط تندرست اور خوش جمال عورتوں اور مردوں کو شادی کرنے اور بچے پیدا کرنے کی اجازت تھی۔ مزدک کا کہنا تھا کہ خدا نے تمام انسانوں کو مساوی پیدا کیا ہے۔ عدم مساوات، لالچ اور حرص وغیرہ اہرمن کے تخلیق کردہ ہیں۔ بادشاہ قباد نے اسکا مذہب اختیار کرلیا۔ بادشاہ کے مزدک پسند مسلک اور مزدکیوں کی روز افزوں طاقت کے باعث شاہی محل میں شورش بپا ہوگئی۔ قباد کو معزول کرکے قید میں ڈال دیا گیا۔ مزدک اس شورش میں پدشخوار (Padhashkhwar) کو بادشاہ کا جانشین بنانا چاہتا تھا۔ لیکن نوشیرواں کامیاب ہوگیا جس نے مزدک اور اس کے کئی لاکھ پیروکاروں کو قتل کردیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۵۲۹۔ ۵۳۷)

مسیلمہ الکذاب: ۲A ۔ ۳۷۷

یمامہ کا جھوٹا مدعی نبوت۔ حضرت محمدؐ کی کامیابی دیکھ کر عرب کے کئی سرداروں نے منصب نبوت کی نقالی کی کوشش کی ۔ بنوحنیفہ کے مسیلمہ کذاب نے حضرت محمدؐ کی زندگی میں جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا۔ اس نے آپؐ کو اپنے سفیروں کے ذریعے لکھ بھیجا کہ مجھے منصب نبوت میں شریک کرلیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایلچیوں کا قتل روا ہوتا تو میں ان کو قتل کردیتا۔ پیشتر اس کے کہ آنحضرتؐ کذاب کے خلاف کوئی کاروائی کرتے آپؐ اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی مرتد اور باغی قبائل سے نمٹنے کے لیے گیارہ لشکر مختلف اطراف میں بھیجے اور ان میں سے ایک لشکر مسیلمہ کذاب کی طرف بھی بھیجا۔ اس لشکر کی کمان عکرمہؓ بن ابی جہل نے کی جس کو شکست ہوئی۔ خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا جنھوں نے مسیلمہ کذاب کو شکست دی۔ مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کی قوم بنوحنیفہ نے صلح کی خاطر ہتھیار ڈال دیئے۔

(ابوالقاسم رفیق دلاوری، ''جھوٹے نبی''، ص ۴۳۔۶۵)

مصعب بن زبیرؓ: ۷۔۱۵۴

حضرت زبیرؓ کے بیٹے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی بہت وجیہہ اور بہادر شخص تھے۔ان کی سخاوت اسراف کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے مروان اول کے عہد خلافت میں فلسطین پر حملہ کر کے اپنے فوجی کارناموں کی ابتدا کی۔ بعد میں ان کے بھائی عبداللہؓ نے انہیں بصرے کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔اس کے بعد انہیں اہل کوفہ کی امداد کے لیے جانا پڑا جہاں انہوں نے مختار ثقفی کی موت کے بعد اس کے کئی ہزار پیروؤں کو تہ تیغ کر کے بے شمار دشمن پیدا کر لیے، اتنے ہی جتنے کہ ان مقتولین کے رشتہ دار تھے۔خلیفہ عبدالملک نے جب عراق پر حملہ کیا تو مصعب کی فوج نے غداری کی اور بعض سپاہی شامی فوجوں سے جا ملے۔عبدالملک نے مصعب کی جان بخشی کی اور عراق کی گورنری بھی پیش کی لیکن بے سود۔آپ اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ مصعب کی دریادلی کی وجہ سے شعرا نے ان کی شان میں بے شمار قصائد لکھے۔مصعب کا نام اس وجہ سے بھی مشہور ہے کہ اس کے حرم میں اپنے زمانے کی دو بے حد باوقار اور باتمکین خواتین تھیں۔ایک حضرت طلحہؓ کی بیٹی عائشہ اور دوسری حضرت علیؓ کی پوتی سکینہ،شرر نے مصعب بن زبیرؓ کا ذکر اسی حوالے سے کیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۲۴۵۔۲۴۸)

معاذ بن جبلؓ: ۲A۔۳۵۸

مدینہ کے رہنے والے صحابی۔ بیعت عقبہ میں شرکت کر کے ۲۷ اہل مدینہ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ہجرت کے بعد حضرت محمدؐ نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور معاذ بن جبلؓ کو رشتہ مواخات میں منسلک فرمایا۔حضرت معاذؓ کا شمار عہد رسالت کے مفتیوں میں ہوتا ہے۔جب حضرت محمدؐ غزوہ حنین کے لیے روانہ ہوئے تو معاذؓ بن جبل کو اہل مکہ کو دین اسلام اور قران کی تعلیم دینے کے لیے چھوڑ گئے۔آپؓ کو حضورؐ نے یمن کے ایک علاقہ پر گورنر مقرر فرمایا۔ان کی تبلیغی مساعی سے یمن کے تمام سردار حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔حضورؐ نے فرمایا" قرآن چار آدمیوں سے پڑھو" ان چار آدمیوں میں آپؐ نے حضرت معاذؓ کا نام بھی لیا۔حضرت معاذؓ نے رسول اللہؐ کے زمانے ہی میں پورا قرآن جمع کر لیا تھا۔حضرت عمرؓ ان کے علم وفضل کی وجہ سے بڑی اہمیت دیتے تھے۔شام کی مہموں اور جنگوں میں حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ رہے اور ان کی وفات کے بعد قیادت سنبھالی۔ ۱۸ھ میں اردن کے نواح میں طاعون سے وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۲۷۷، ۲۷۸)

معاویہؓ (امیر): ۲A۔۱۷

صحابی رسولؐ اور کاتب وحیؐ۔ بنو امیہ کے سردار ابوسفیان کے فرزند اور اموی خلافت کے بانی تھے۔حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے قیساریہ کی مہم سر کی۔ حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کی تجربہ کاری کے پیش نظر انہیں سارے شام کا

والی بنا دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ کے خون آلود کپڑے اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی جامع دمشق میں نمائش کر کے سارے شام میں آگ لگا دی۔ صفین کے مقام پر حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں خونریز جنگ ہوئی جس میں بہت سے مسلمان مارے گئے۔ پھر دونوں حضرات ثالثی پر رضا مند ہو گئے مگر کوئی تصفیہ نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی مملکت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک پر حضرت علیؓ کی خلافت قائم ہوگئی اور دوسرے علاقے پر امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا لیکن چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری اختیار کر لی۔ اس طرح امیر معاویہؓ بلا شرکت غیرے تمام عالم اسلام کے فرمان روا بن گئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا اور اس طرح تاریخ اسلام میں انہیں ملوکیت اور اموی سلطنت کا بانی قرار دیا گیا۔ امیر معاویہؓ نے دمشق کو دارالحکومت بنایا جو عباسیوں کے غلبے تک برقرار رہا۔ آپؓ نے انیس سال تک حکومت کی۔ آپ کے زمانے میں سلطنت کی حدود دور دراز ملکوں تک وسیع ہو گئیں۔ ملک میں امن و امان قائم کیا۔ ڈاک کا سلسلہ سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے شروع کیا۔ سب سے پہلے بحری بیڑا بھی آپ نے تیار کروایا۔ امیر معاویہؓ مسجد میں بیٹھ کر عوام کی شکایات سنتے لیکن انہوں نے خلافت اسلامی کو موروثی بادشاہت میں تبدیل کر دیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۲۹۰، ۳۰۴)

معتزلہ (المعتز باللہ): ۱۸۔۲۶

ایک عباسی خلیفہ المتوکل اور ایک کنیز قبیحہ نام کا بیٹا تھا۔ جب المستعین کو تخت و تاج چھوڑ دینے پر مجبور کیا گیا تو معتزلہ کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ یہ ایسا خلیفہ تھا کہ اس کے پاس تنخواہیں دینے کے لیے رقم نہ تھی۔ اس لیے فوجیوں نے شورش کر دی۔ اس لیے اسے بھی معزول کر دیا گیا اور اسے ایک زیرِ زمین کال کوٹھری میں ڈال دیا گیا جہاں تین دن کے فاقے کے بعد مر گیا۔

(شاہ معین الدین احمد ندوی، ''تاریخ اسلام''، جلد سوم، لاہور: ناشران قرآن، س۔ن، ص ۲۲۷۔۲۴۲)

معتصم باللہ: ۲۸۔۳۸۵

آٹھویں عباسی خلیفہ ہارون الرشید اور ایک کنیز ماردہ نامی کا بیٹا تھا۔ اس کے عہد میں زبطرہ اور عموریہ فتح ہو کر اسلامی سلطنت کا حصہ بنے۔ پہلے یہ دونوں علاقے رومیوں کے قبضے میں تھے۔ خلیفہ اُن تمام لوگوں سے نفرت کرتا تھا جو معتزلی عقائد کو نہ مانتے تھے اور اس وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے ناراض ہو گئے۔ اس کے علاوہ دارالخلافہ کے شہریوں کے لیے ایک وجہ ناراضی یہ بھی تھی کہ معتصم نے شوریدہ سر اور پیشہ ور ترک اور بربر سپاہیوں کو اپنی ملازمت میں لے لیا تھا۔ چنانچہ اپنے بیٹے ہارون الواثق کو بغداد میں حاکم کے عہدے پر مامور کر کے خود خلیفہ سامرا میں اقامت گزین ہو گیا۔ خلیفہ کی ترکوں سے رعایت اور

عربوں سے سخت سلطنت عباسیہ کے زوال کا سبب بنی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ علم و فضل کی قدر و منزلت اُس کے عہد حکومت میں بھی کم نہ ہونے پائی۔

(شاہ معین الدین احمد ندوی: ''تاریخ اسلام''، جلد سوم، ص ۱۶۱۔۱۷۷)

معن بن زائدہ: ۲A۔ ۳۸۱

بنو امیہ کے عہد میں معن والی عراق کی ملازمت میں تھا۔ اس نے اپنے قدیمی محسن ابن ہبیرہ کے ساتھ مل کر اموی حکومت کی مدافعت میں نمایاں حصہ لیا۔ عباسیوں کے برسرِ اقتدار آ جانے کے بعد اسے کچھ سال بغداد اور ہاشمیہ کے گرد و نواح میں روپوشی اختیار کرنی پڑی۔ مگر جب راوندیوں نے خلیفہ المنصور کے محل پر حملہ کیا تو معن نے گوشہ خفا سے نکل کر اپنے ساتھیوں کی مدد سے خلیفہ المنصور کو رہائی دلائی۔ المنصور نے اُسے فوراً معاف کر دیا اور یمن کا والی مقرر کر دیا۔ اگلے ہی سال بعض خوارج نے قتل کر دیا جو اس کے گھر میں مرمت کرنے والے کاریگر بن کر آئے تھے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۳۷۹)

موسیٰ: ۲A۔۲۳

موسیٰ کلیم اللہ، ایک جلیل القدر نبی اور رسول۔ جدید محققین کے مطابق حضرت موسیٰ کی ولادت مصر کے فرعون دور کے انیسویں خاندان کے بادشاہ رعمیس ثانی کے زمانے میں ہوئی۔ موسیٰ کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل فرعون نے حکم جاری کیا تھا کہ تمام مولود عبرانی لڑکوں کو قتل کر دیا جائے لیکن موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف بچالیا بلکہ اُن کی پرورش بھی فرعون کے گھر میں ہوئی۔ جب موسیٰ سن بلوغت کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو فرعون کی تربیت سے الگ کر کے ایک مومن کی صحبت میں پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے جب موسیٰ مصر سے نکل کر مدین پہنچے تو حضرت شعیبؑ کے پاس ایک چرواہے کی زندگی بسر کرنے لگے جو بعد میں حضرت موسیٰ کے خسر بنے۔ ایک روز حضرت موسیٰ اپنے اہل و عیال سمیت بھیڑ بکریاں چراتے چراتے کوہ سینا کی طرف نکل گئے۔ رات کو سردی سے بچاؤ کے لیے آگ کی جستجو پر مجبور ہوئے تو ایک جلتی ہوئی جھاڑی نظر آئی یہاں اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے کلام فرمایا اور آپ کو پیغمبری عطا فرمائی۔ آپؑ کو فرعون کی ہدایت کے واسطے متعین کیا گیا۔ عصا اور ید بیضا کے معجزات عطا ہوئے۔ فرعون اپنے جادوگروں کو آپؑ کے مقابلے میں لایا، مگر وہ سب اپنے آپ کو عاجز پا کر ایمان لے آئے۔ فرعون اور اس کے حواری موسیٰؑ کے خلاف ہو گئے۔ موسیٰؑ نے فرعون کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرعون کو راہ راست پر لانے کے لیے تھوڑے تھوڑے وقفے سے سات آفات یعنی قحط، وباء، طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک، اور خون کا نزول ہوا۔ فرعون اور روٴسائے مصر کے رویے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اب ان کی اصلاح ممکن نہیں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جائیں۔ موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر بحیرہ احمر سے معجزانہ طریقے سے نکل

گئے۔فرعون اور اس کا لشکر سمندر پار کرنے کی کوشش میں غرق ہوگیا۔صحرائے سینا میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئی نعمتیں نازل کیں۔صحرا میں حکم الٰہی سے حضرت موسیٰ نے ایک چٹان پر عصا مارا جس سے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔کھانے کے لیے من وسلویٰ عطا کیا گیا۔موسیٰ کوہ طور پر گئے جہاں آپ پر تورات نازل ہوئی۔آپؑ کی غیر موجودگی میں سامری نام کے جادوگر نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش کرنے پر مائل کرلیا۔واپسی پر آپؑ نے بچھڑے کو آگ میں ڈال دیا۔بنی اسرائیل کی غلامانہ عادتوں کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک اس صحرا میں رکھا۔حضرت موسیٰ نے اگلی نسل کی تربیت کرکے انہیں اس قابل بنادیا کہ وہ ان کے نائب یوشع بن نون کی قیادت میں فلسطین کے جابر حکمرانوں سے حکومت چھین لیں اور وہاں ایک عادلانہ نظام قائم کریں جو دوسری دنیا کے لیے نمونہ ہو۔اللہ تعالیٰ کے اس جلیل القدر نبی نے ایک سوبیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

(ابوالکلام آزاد، ''ترجمان القرآن''، جلد سوم، ص ۱۲۱۔۱۳۵)

موسیٰ بن نصیر: ۲A۔۱۱۲

فاتح اندلس، گورنر افریقہ، اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے تین نامور سپہ سالاروں میں سے ایک افریقہ اور اندلس انہی کی قیادت میں فتح ہوئے۔افریقہ میں مسلمانوں کی فتوحات کا آغاز اگرچہ حضرت عثمانؓ کے خلافت راشدہ کے زمانے ہی سے ہوگیا تھا لیکن اقتدار مستحکم نہ ہوسکا، مگر موسیٰ کے افریقہ آنے کے چند سالوں کے اندر ہی کایا پلٹ گئی۔موسیٰ نے اپنے نائب طارق بن زیاد کو آبنائے جبل الطارق کے راستے اندلس کی مہم پر روانہ کیا۔کچھ عرصہ بعد موسیٰ بھی اس کے پیچھے اندلس پہنچ گیا اور اس کے شمالی حصوں کو فتح کرنے کے بعد افریقہ کے راستے شام واپس آیا۔ان کے زمانے میں پورا مفتوحہ افریقہ حلقہ بگوش اسلام ہوا۔موسیٰ کا انتقال سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں ہوا۔بعض مورخین کا خیال ہے کہ خلیفہ نے انہیں قتل کرادیا تھا۔

(مولانا ریاست علی ندوی، ''تاریخ اندلس''، لاہور: مکی دارالکتب، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸۔۱۴۴)

مومن، حکیم مومن خاں: ۵۔۲۶۵

(۱۸۰۰ء۔۱۸۵۲ء) مومن خاں نام، مومن ہی تخلص تھا۔یہ نام شاہ عبدالعزیزؒ نے رکھا تھا۔روایت ہے کہ عربی کی تعلیم شاہ عبدالعزیز اور عبداللہ خاں علوی سے، فارسی اور طب باپ سے اور نجوم چچا سے سیکھا۔رمل اور ریاضی سے بھی دلچسپی تھی۔شطرنج کے بڑے ماہر تھے۔تاریخ گوئی، موسیقی اور عملیات میں بھی دخل تھا۔پہلے فارسی میں شعر لکھے۔بعد میں اردو کی طرف راغب ہوئے۔ابتدا میں شاہ نصیر کو کلام دکھاتے تھے۔شاعری یا طبابت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ان کی زندگی اور شاعری پر دو چیزوں نے بہت اثر ڈالا۔ایک ان کی رنگین مزاجی، دوسری مذہب کے ساتھ گہری وابستگی اور بزرگان دین کے ساتھ عقیدت ومحبت۔مومن کو قصیدہ، مثنوی اور غزل پر یکساں قدرت حاصل تھی۔مومن کے اردو کلیات میں نو قصیدے، تقریباً اتنی ہی مثنویاں (ہم عصروں کے نزدیک یہ اُن کی آپ بیتیاں ہیں) اور غزلیں ہیں۔مومن کی غزل کی سب سے بڑی

خصوصیت یہ تسلیم کی گئی ہے کہ اردو شاعری میں عورت محبوب ہے۔ یہ خصوصیت مومن کے انداز حیات کی بدولت غزل کو ملی ہے۔ حقیقت میں مومن کی شہرت اور شاعرانہ عظمت کا انحصار ان کی غزل پر ہے۔ خواجہ محمد زکریا کے مطابق ضیاء احمد ضیاء بدایونی کے مرتبہ دیوان کا متن سب سے صحیح ہے۔ [۱]

مومن نے شاعری کو کبھی ذریعہ معاش نہ بنایا۔ دادا شاہ عالم کے شاہی طبیب تھے جس کی وجہ سے انہیں جاگیر عطا ہوئی تھی۔ اس جاگیر کا کچھ حصہ مومن کو بھی ملتا تھا۔ مومن جوانی میں رنگین مزاج تھے، بعد میں یہ رنگینیاں چھوڑ کر سید احمد بریلویؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ اپنے گھر کی چھت سے گر کر پانچ ماہ بیمار رہ کر وفات پائی۔ مومن نے اپنا تخلص بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال لیں
مومن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم
شب جو مسجد میں جا پھنسے مومن
رات کاٹی خدا خدا کر کے
دشمن مومن ہی رہے تب سدا
مجھ سے میرے نام نے یہ کیا کیا

(پروفیسر ظہیر احمد صدیقی، ''مومن: شخصیت اور فن''، دہلی: غالب اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، ص ۸۳۔۱۴۷)

میر حسن: ۵۔۲۶۷

(۱۷۳۶ء۔۱۷۸۶ء) میر حسن، میر غلام حسین ضاحک کے بیٹے تھے۔ میر حسن نے ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد خواجہ میر درد کی شاگردی اختیار کی۔ انہوں نے میر ضیاء الدین ضیاء، میر تقی میر اور سودا سے بھی فیض حاصل کیا۔ میر حسن عربی جانتے تھے مگر فارسی میں کمال حاصل تھا۔ دہلی کی تباہی کے بعد والد کے ساتھ فیض آباد چلے گئے اور نواب سالار جنگ کی ملازمت اختیار کی۔ نواب آصف الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ چلے آئے۔ میر حسن کی تمام شہرت کا دارومدار مثنوی "سحر البیان" پر ہے۔ میر حسن کی ذاتی زندگی کے بارے میں بہت کم تفصیلات ملتی ہیں۔ میر حسن بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ "تذکرہ" میں میر حسن لکھتے ہیں کہ میں نے تقریباً آٹھ ہزار اشعار کہے ہیں لیکن اس کے بعد بھی وہ بارہ سال زندہ رہے اور یہی زمانہ ان کی شاعری کی پختگی کا ہے۔

(میر حسن، ''سحر البیان''، مرتبہ: رشید حسن خان، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۔۳۲)

میر محمد معصوم بھکری: ۷۔۶۳

(۱۵۳۸ء۔۱۶۰۶ء) سکھر (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مختلف علوم وفنون میں درجہ کمال حاصل کیا۔ وہ بیک

وقت خطاط بھی تھے، شاعر، منشی، مورخ، طبیب، مرد میدان اور مرد سیاست بھی۔ ابتداء میں وہ سلطان محمود خاں کے مصاحب رہے اور جب اس کی وفات پر مملکت بھکر (پنجاب) سلطنت مغلیہ کا جزو بن گئی تو وہ اکبر کی ملازمت میں منسلک ہو گئے۔ میر محمد معصوم کی قابلیت، سلیقہ مندی اور سیاست دانی کا اثر بادشاہ اکبر کے دل پر اتنا اچھا تھا کہ آپ کو ایران کی سفارت پر بھیجا۔ اکبر کے انتقال پر جہانگیر تخت نشین ہوا تو اس نے آپ کو ضعیفی کے پیش نظر امین الملک بنا کر وطن بھیج دیا جہاں چند ماہ بعد انہوں نے وفات پائی۔ انہوں نے متعدد علمی یادگاریں چھوڑیں لیکن ان میں سے بہت کم محفوظ رہ سکیں۔ ان کی سب سے مشہور تصانیف "تاریخ معصومی" اور مثنوی "حسن وناز" ہیں۔ میر معصوم کی تعمیری یادگاروں میں سکھر کا مینار اب تک محفوظ ہے۔ اس مینار کی چھر کی چوراسی فٹ مدور کرسی اور چوراسی ہی سیڑھیاں ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۹۴۵۔۹۴۸)

میر امن: ۳۰۔۹۳

(۱۷۵۰ء۔۱۸۳۶ء) اصلی نام میر امان، تخلص لطف تھا مگر اپنے عرف میر امن کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے بزرگ شہنشاہ ہمایوں کے وقت میں ہندوستان آئے، اور سلطنت مغلیہ میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ چالیس سال کی عمر میں زمانے کی گردش اور دہلی کی بربادی نے انھیں وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ کچھ مدت عظیم آباد (پٹنہ) میں قیام کیا، پھر کلکتہ چلے گئے اور نواب دلاور جنگ کے بھائی میر محمد کاظم خاں کے اتالیق مقرر ہوئے، پھر میر بہادر علی حسینی میر منشی کی وساطت سے ڈاکٹر گلکرسٹ تک رسائی حاصل ہوئی اور فورٹ ولیم کالج کے شعبہ تصنیف و تالیف میں ملازمت مل گئی۔ یہاں انھوں نے ''باغ و بہار'' نامی کتاب لکھی جو اردو نثر میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ (دیکھیے باغ و بہار) ان کی زندگی کے مفصل حالات پردہ گمنامی میں ہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ اٹھارہویں صدی کے اخیر میں پیدا ہوئے۔ دہلی پر جاٹوں، روہیلوں اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں سے تنگ آ کر اصلی وطن کو خیر باد کہہ دیا اور عظیم آباد چلے گئے۔ بعد میں کلکتے میں قیام رہا اور وہیں وفات پائی۔

(ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مرتبہ: ''باغ و بہار'' لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء، متعدد صفحات)

میر تقی میر: ۱۸۔۳۲۲

(۱۷۲۲ء۔۱۸۱۰ء) میر محمد تقی نام اور میر تخلص تھا۔ تذکرہ نگاروں نے والد کا نام سید عبداللہ لکھا ہے لیکن وہ علی متقی کی عرفیت سے مشہور ہوئے۔ میر کے والد درویش صفت انسان تھے۔ برصغیر میں نہ سہی کم از کم اکبر آباد میں اپنے زہد وتقویٰ کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ ابھی میر دس گیارہ سال کے تھے کہ والد انتقال کر گئے۔ باپ کی وفات کے بعد سوتیلے بھائی نے تمام ترکہ پر قبضہ کر لیا۔ حالات سے مجبور ہو کر وہ اکبر آباد چھوڑ کر دہلی چلے آئے۔ اپنے سوتیلے ماموں سراج الدین خاں آرزو کے یہاں قیام کیا۔ اپنے سوتیلے ماموں کے ہاں سات سال رہے جس سے وہ بعد میں منکر ہو گئے۔ خان آرزو ہی کے مشورے

سے ریختہ گوئی شروع کی۔ انہیں جنون کا مرض لاحق گیا۔ جنون میؔر کا خاندانی مرض تھا۔ ان کے چچا اسی بیماری سے فوت ہوئے تھے۔ میر ایک سال تک جنوں میں مبتلا رہے۔ ان کی بد دماغی کا دور ۱۷۷۱ء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ پہلو ان کی شخصیت پر غالب آتا گیا اور لکھنؤ پہنچ کر افسانہ بن گیا۔ تذکروں میں ان کی انانیت وخود پرستی کے جتنے واقعات درج ہیں وہ سب اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ میؔر زمانے کی کشمکش سے الگ تھلگ رہ کر صرف اپنے غموں ہی میں محو نہیں رہے بلکہ وہ اس دور کے سیاسی واقعات کے عینی شاہد اور ان میں شریک تھے۔ انہوں نے وہ سب کچھ کیا جو ان حالات میں ایک آدمی کو کرنا چاہیے تھا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ میر سے زیادہ سفر اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کیے۔ "ذکر میر" کے لطائف بھی اس دلچسپی کے شاہد ہیں کہ میر دنیا سے بے تعلق نہیں تھے۔ اگر ہوتے تو وہ ایسی شاعری نہ کر سکتے تھے۔ جو آج بھی ہمارے لیے ایک زندہ تخلیقی عمل ہے۔ میؔر کو شدید احساس تھا کہ وہ اتنے بڑے شاعر ہیں کہ ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ لیکن زمانے نے ان کی قدر نہیں کی۔ اسی احساس کے ساتھ وہ زمانے سے ٹکراتے رہے، لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ اُس پرُ آشوب دور میں بھی معاشرے نے ان کی قدر کی۔ ساٹھ سال کی عمر میں وہ دہلی چھوڑ کر لکھنؤ چلے آئے اور نواب آصف الدولہ کے دربار سے منسلک ہوگئے۔ لکھنؤ دہلی سے مختلف نہ تھا۔ یہاں کی تہذیب میں گہرائی اور رچاؤ نہیں تھا۔ میر خود کو لکھنؤ سے ہم آہنگ نہ کر سکے ۔

یارب شہر اپنا یوں چھڑایا تو نے
ویرانے میں مجھ کولا بٹھایا تو نے

اداسی کا تعلق اگر معاشی فراغت سے ہوتا تو وہ میر کو لکھنؤ میں میسر تھی لیکن یہ ان کے لیے ایک پوری تہذیب کا مسئلہ تھا۔ ان سب عوامل نے مل کر میر کی سیرت اور مزاج میں وہ کیفیت پیدا کر دی کہ انہوں نے اپنے غم میں سارے عالم کے غم کو محسوس کیا اور اسی غم کو اردو شاعری کے روایتی اشاروں کے ذریعے بیان کر کے خود کو تسکین دی اور سارے معاشرے کا غم، ساری تہذیب کا المیہ ان کی شاعری کی آواز میں در آیا۔ غم روزگار سے پہلے ہی میر افسردہ تھے۔ غم جاناں اس میں اور شامل ہوگیا۔ ان دو شدتوں نے مل کر انہیں مجنون کر دیا۔ قوت تخیل ان کی تیز تھی۔ انگریزی کے رومانوی شاعر شیلے کی طرح میؔر کو بھی واہمے (Hallucination) ہونے لگے اور چاند میں انہیں ایک شکل نظر آنے لگی۔ میؔر نے شاعری میں صرف درد وغم ہی جمع نہیں کیے بلکہ غموں کو ہضم کر کے انہیں ایک مثبت صورت بھی دے دی۔ ان کا فلسفہ غم، صبر اور تسلیم ورضا کے ذریعے انسان کو غم و نشاط سے بلند اُٹھا دیتا ہے۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ میؔر نے اسی تہذیبی المیے کا اظہار فارسی زبان میں نہیں کیا۔ فارسی تو اُس مٹتی ہوئی تہذیب کی زبان تھی جو اس تہذیب کے ساتھ ہی فنا کے گھاٹ اُتر رہی تھی۔ میؔر نے اپنے تجربے اور احساس کا اظہار اس زبان میں کیا جو دور زوال میں روشن مستقبل کی نشان دہی کر رہی تھی۔

(جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اردو''، جلد دوم، طبع پنجم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء، ص ۵۰۲، ۵۵۷)

نادر شاہ (افشار): B۲۔۴۳

(۱۷۳۴ء۔۱۷۴۷ء) ایرانی فاتح جو خراسان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ باپ بھیڑیں چراتا تھا۔ جوانی کے چار سال ازبکوں کی غلامی میں گزارے۔ خیوا سے فرار ہو کر بائیس سال کی عمر میں علی بیگ افشار گورنر ابی درد کا ملازم ہو گیا۔ افشار نے بہادری اور وفاداری سے خوش ہو کر اپنی بیٹی بیاہ دی۔ افشار کے مرنے پر گورنر بنا لیکن ملک محمود شاہ نے برطرف کر دیا۔ چنانچہ فوج جمع کر کے پہلے نیشا پور اور پھر مشہد فتح کیا۔ افغانوں اور ترکوں کو مختلف لڑائیوں میں شکست دینے کے بعد اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور محمد شاہ کی فوجوں کو شکست دی۔ واپسی پر اپنے ساتھ بے انتہا دولت، کوہ نور ہیرا اور شاہجہاں کا تخت طاؤس بھی لے گیا۔ ہندوستان سے واپسی پر خیوا اور بخارا وغیرہ فتح کیے اور ساتھ ہی کردوں کی بغاوت فرو کرنے جا رہا تھا کہ افشار قبیلے کے آدمیوں کے ہاتھوں اپنے خیمے میں قتل ہوا۔ اسے ایک فقیر نے ''درِ دوراں'' کا خطاب دیا تھا جو کثرت استعمال سے درانی بن گیا۔

(پروفیسر عزیز الدین احمد، ''پنجاب اور بیرونی حملہ آور''، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء، ص ۳۷۔۳۸)

ناسخ، شیخ امام بخش: A۱۔۳۲۲

(۱۷۷۵ء۔ ۱۸۳۸ء) اردو کے مشہور لکھنوی شاعر، شیخ خدا بخش کے بیٹے یا لے پالک تھے۔ ان کے والد کی بابت اختلافات ہیں۔ کوئی ان کو لاہور کے ایک تاجر خدا بخش کا بیٹا کہتا ہے تو متبنیٰ اور کوئی غلام۔ خدا بخش کے مرنے کے بعد ان کے بھائیوں نے ناسخ کو بھائی کا غلام بتا کر وراثت سے محروم کر دیا لیکن عدالت نے ناسخ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اسی موقع پر انہوں نے کہا تھا۔

وارث ہونا دلیل فرزندی ہے
میراث پاسکا نہ کبھی کوئی غلام

ناسخ نے فارسی اور عربی کی تعلیم حافظ وارث شاہ اور علمائے فرنگی محلی سے حاصل کی اور مرزا کاظم علی سے معقولات اور منقولات میں آگہی حاصل کی۔ ناسخ نے شاعری میں میرؔ کا شاگرد بننا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ مصحفیؔ اور تنہاؔ سے بھی مشورہ سخن کیا۔ ناسخ اپنے زمانے کے مشہور پہلوان تھے۔ اس لیے پہلوان سخن کہلائے۔ تین دیوان یادگار ہیں۔ حال ہی میں ڈاکٹر اورنگ زیب عالمگیر نے کلیات مرتب کی ہے۔ پہلی جلد ۲۰۰۶ء میں مغربی پاکستان اکیڈمی لاہور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

(رام بابو سکسینہ، ''تاریخ ادب اردو''، مترجم: مرزا محمد عسکری، ص ۱۷۹۔۱۸۰)

ناصر الدین اللہ: A۲ـ۴۴

چونتیسواں عباسی خلیفہ اور عباسی عہد کا آخری حکمران جو محکم طرزِ عمل پر کار بند رہ سکا۔ ناصر الدین اللہ نے خلافت کو بحال کرنے کی پوری کوشش کی۔ خوارزم شاہ کے ذریعے سلجوقیوں کو شکست دی۔ جب خوازم شاہ نے سلجوقیوں کی ساری مملکت کا وارث بننا چاہا تو خلیفہ نے خوارزم شاہ کے خلاف محاذِ جنگ کھول دیا۔ خوارزم شاہ نے خلیفہ کو نااہل قرار دے کر ایک علوی علاء الملک باشندہ ترمذ کو امام مقرر کر دیا اور بغداد پر حملہ کر دیا۔ خلیفہ نے چنگیز خاں کو خوارزم شاہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ جس نے خوارزم شاہ کو شکست دی۔ اس سے وقتی طور پر ایک خطرناک دشمن سے نجات مل گئی۔ الناصر پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ اس نے تاتاریوں یا مغلوں سے رابطہ کر کے اس عظیم آفت کو در آنے کا راستہ دیا جو اسلامی ممالک پر بلائے بے درمان بن کر نازل ہوئی۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۲۲، ص ۵۶ـ۵۹)

نافع بن الازرق: A۲ـ۲۳۷

خوارج کے فرقہ الازارقہ کا بانی و سربراہ اور ایک انتہا پسند اور متشدد خارجی۔ اول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ میں شامل ہوا۔ ایک مختصر علمی اور فقہی زندگی کے بعد سیاسی معاملات میں حصہ لینا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں میں شامل ہوا۔ پھر حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔ ''تحکیم'' کے معاملے میں حضرت علیؓ کے خلاف ہو گیا۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ خلیفہ بنے تو ان کے ساتھ مل کر بنو امیہ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ برحق ماننے پر عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف ہو گیا۔ نافع جہاں کہیں بھی گیا، قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ بقول ابن حزم اس نے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا اور بچوں اور عورتوں کا قتل عام کیا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۲۲، ص ۶۶)

نسیم، دیا شنکر: ۵ـ۲۰۹

(۱۸۱۱ء۔ ۱۸۴۵ء) پنڈت دیا شنکر کول نام اور نسیم تخلص تھا۔ نسیم کو بچپن ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ بیس سال کی عمر میں آتش کے شاگرد ہوئے۔ نواب امجد علی شاہ کی فوج میں بخشی گری کے عہدے پر مامور تھے۔ صرف ۳۲ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ان کی مشہور تصنیف مثنوی ''گلزارِ نسیم'' ہے جو میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' کے جواب میں لکھی گئی۔ پہلے یہ بہت ضخیم تھی مگر استاد کے کہنے سے اسے مختصر کر دیا۔ شرر نے اس مثنوی کو آتش کی مثنوی قرار دیا تھا۔

(پنڈت دیا شنکر نسیم، ''گلزارِ نسیم''، مرتبہ: پروفیسر رشید حسن خان، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء، ص ۵۳ـ۵۹)

نظام الدین اولیاء: ۷ـ۳۴

(۱۲۳۸ء۔ ۱۳۱۵ء) سلسلہ چشتیہ کے نامور بزرگ اور بدایوں میں پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر تک انہوں نے

لغت، ادب اور فقہ میں قابل قدر دسترس حاصل کرلی تھی۔علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کے لیے بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں اجودھن (پاک پٹن) جا پہنچے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بابا صاحبؒ نے انہیں ''نظام الملۃ والدین'' کا لقب دیا جس سے ان کا لقب ''نظام الدین'' مشہور ہوا۔ انہیں بعد میں دین و دنیا میں کامیابی کی بشارت دیتے ہوئے دہلی جانے کا حکم دیا۔ مرشد کے حکم کے مطابق پہلے ہانسی، پھر دہلی گئے اور عبادت و ریاضت میں منہمک ہوگئے۔ فارسی کے مشہور شاعر امیر خسرو خواجہ صاحب کے خلیفہ تھے۔ جلال الدین خلجی اور اس کے بھتیجے علاؤ الدین کو بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ بعض سلاطین نے انہیں دربار سے وابستہ کرنا چاہا مگر ناکام رہے۔ غیاث الدین تغلق نے علماء کے اصرار پر سماع کے مسئلہ پر مناظرہ کرایا۔ آپ نے قران وسنت سے ''سماع'' کے حق میں دلائل پیش کیے۔ سماع بالمزامیر (آلات موسیقی) کو ناجائز قرار دیا۔ بعد ازاں اسی بادشاہ نے بنگال سے واپس آتے ہوئے یہ حکم بھیجا کہ خواجہ صاحب اس کے دہلی پہنچنے سے پہلے شہر چھوڑ جائیں۔ مگر ہوا یہ کہ خود بادشاہ، تغلق آباد کا محل گرنے سے دنیا چھوڑ گیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے غیاث الدین بلبن)

(مولانا جعفر شاہ پھلواری، ''اسلام اور موسیقی''، ص ۲۳۴۔۲۳۵)

نظم طباطبائی: ۸۔۴۴

(۱۸۵۲ء۔۱۹۳۳ء) علی حیدر نظم طباطبائی ۱۸۵۲ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی پر عبور حاصل تھا۔ میٹا برج کلکتے میں اودھ کے جلاوطن شہزادوں کے اتالیق رہے۔ پھر حیدر آباد (دکن) میں بس گئے۔ پہلے عربی اور فارسی کے استاد رہے پھر دارالترجمہ سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں حیدر آباد میں وفات پائی۔ قدیم رنگ میں غزلیں کہتے تھے۔ چن اور نظمیں بھی متفرق موضوعات پر لکھی ہیں۔ دیوانِ غالب کے مشہور شارح بھی ہیں۔

(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''انتخاب زریں اُردو نظم''، ص ۷۶)

نظیر اکبر آبادی: IB۔۱۷

(۱۷۳۹ء۔۱۸۳۰ء) اردو کے منفرد اور ممتاز شاعر، اصل نام ولی محمد اور تخلص نظیر تھا۔ نادر شاہ کے حملہ کے وقت دہلی میں پیدا ہوئے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملہ کے وقت وہ گھر والوں کے ساتھ آگرہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ انیسویں صدی کے آخر تک تذکرہ نویسوں اور نقادوں نے نظیر سے ایسی بے اعتنائی برتی کہ ان کے حالات زندگی پر پردے پڑتے گئے۔ پروفیسر عبدالغفور شہباز نے نظیر کی ایک ضخیم سوانح عمری "زندگانیءِ بے نظیر" مرتب کی تو کسی حد تک یہ کمی پوری ہوئی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ نظیر کئی بولیاں جانتے تھے۔ ان کی شاعری کی زبان پر ان بولیوں کا اثر نمایاں ہے۔ نظیر نے کسی امیر کی ملازمت اختیار نہ کی۔ انہوں نے والی لکھنؤ نواب سعادت علی خاں اور راجہ بھرت پور کی دعوت بھی ٹھکرا دی۔ کچھ عرصہ متھرا میں معلمی کی۔ اس کے بعد آگرہ میں لالہ بلاس رائے

کے لڑکے کے استاد مقرر ہوئے۔ اپنے دور کے شعرا کے برخلاف مناظر قدرت، ہندو مسلمانوں کے مذہبی تہواروں میلوں ٹھیلوں، سیر تماشوں، موسموں، پرندوں، جانوروں نیز دوسرے عنوانات پر بکثرت نظمیں لکھیں۔ آخری عمر میں فالج میں مبتلا ہوگئے۔ آگرہ ہی میں اپنے مکان کے اندر دفن کیے گئے جہاں ہر سال مسلمان ہندو مل کر عرس مناتے ہیں۔

(رام بابو سکسینہ، ''تاریخ ادب اردو''، مترجم: مرزا محمد عسکری، ص ۲۲۰۔۲۲۸)

نمرود: IB۔۵۹۷

حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں بابل کی آشوری سلطنت کا جابر ومشرک بادشاہ۔ قرآن مجید میں چند ایک مقامات پر اس کا ذکر نام لیے بغیر کیا گیا ہے۔ بائبل کی کتاب پیدائش میں اسے حام کا بیٹا اور نوحؑ کا پوتا بتایا گیا ہے۔ نمرود کی شناخت پر کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس کا زمانہ حکومت چار سو سال تک رہا۔ آزر اس کا وزیر تھا۔ بائبل میں نمرود کا ذکر محض تین مقامات پر آیا ہے۔ مذہبی روایات کے مطابق خدائی کا دعویدار تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کو تبلیغ وارشاد کے ذریعے توحید کی دعوت دی تو مشتعل ہو کر آپ کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا مگر آپؑ کرشمہ خداوندی سے بچ گئے۔ جان ملٹن کی " گمشدہ بہشت " میں لکھا ہے کہ خداوند نے نمرود کے تکبر کی سزا دی اور نسل انسانی کو مختلف زبانیں بولنے کی لعنت سے دوچار کیا جو وہ آپس میں نہیں سمجھ سکتے تھے۔ گمشدہ بہشت میں نمرود کا مقبرہ دمشق (شام) میں بتایا گیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۲، ص ۴۴۷۔۴۴۹)

نوحؑ: IB۔۵۳۰

حضرت آدمؑ کے بعد پہلے صاحب شریعت رسول۔ تورات کے مطابق حضرت آدمؑ ونوحؑ کے مابین آٹھ پشتوں کا واسطہ آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہر جگہ ان کا نام پیغمبرانہ عظمت کے ساتھ آیا ہے جبکہ تورات میں ان کا ذکر تقدیس وعظمت کے منافی ہے۔ حضرت نوحؑ نے ایک ہزار سال کی عمر پائی۔

(غلام رسول مہر، مترجم: ''طبقات ناصری''، جلد اول، ص ۴۶)

نورالدین محمد زنگی: 2B۔۸۶

(۱۱۱۸ء۔۱۱۷۴ء) ابوالقاسم محمود بن عمادالدین زنگی، معروف بہ الملک العادل۔ باپ کی وفات کے بعد اس کی مملکت اس کے دونوں بیٹوں میں تقسیم ہوگئی۔ سیف الدین غازی الموصل پر حکمران ہوا جبکہ نورالدین نے حلب میں اپنی حکومت قائم کی۔ نورالدین کے متعلق ابن الاثیر لکھتا ہے کہ میں نے سلاطین سلف کے حالات کا مطالعہ کیا ہے لیکن خلفائے راشدین اور عمرؓ بن عبدالعزیز کے زمانے سے لے کر آج تک میں نے کوئی ایسا حکمران نہیں دیکھا جس نے اس سے زیادہ پاکیزہ زندگی گزاری ہو۔ نورالدین کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے صلیبی حملوں کو روکا۔ نصاریٰ کو ملک شام اور فلسطین سے نکال

دیا۔شام اورعراق کی سیاسی تاریخ میں نورالدین نے غیر معمولی کردار سرانجام دیا۔اس نے ایک ایسی محکم بنیاد قائم کردی جس پر بعد کے زمانے میں صلاح الدین ایوبی شاندار عمارت کھڑی کرنے کے قابل ہوا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''،جلد۲۲،ص ۴۹۵۔۵۰۵)

نپولین (Napoleon): ۷۔۹۹

(۱۷۶۹۔۱۸۲۱ء)عظیم جرنیل اور تقریباً سارے یورپ کا فاتح۔فرانس کے شہنشاہ کی حیثیت میں نپولین بونا پارٹ نے دوعشروں سے زیادہ عرصہ تک یورپی سیاست اور عسکری زندگی پر غلبہ قائم رکھا۔اس نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ایک کارکن کی حیثیت سے کیا اور ساتھ ہی فوج میں اس کی ذمہ داریاں بڑھتی گئیں اور بریگیڈیر جنرل کے عہدے تک پہنچ گیا۔۹ر نومبر ۱۷۹۹ء کو ایک کامیاب سازش کے بعد وہ فرانس کا پہلا قونصل اور بلاشرکت غیرے حکمران بن گیا۔۱۸۰۲ء میں فرانسیسی آئین پر نظر ثانی کرکے خود کو "تاحیات قونصل" بنالیا اور ۱۸۰۴ء کو اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کیا۔اس کا زوال ۱۸۱۳ء میں اس وقت شروع ہوا جب روس، پروشیا، برطانیہ اور سویڈن نے مل کر فرانس پر حملہ کیا۔فرانس کو شکست ہوئی اور نپولین کو جلاوطن ہونا پڑا۔ایلبا جزیرے سے فرار ہوکر فرانس میں دوبارہ منظم ہوا تاہم نپولین کا نیا دورِ حکومت صرف ایک سودن کا تھا۔۱۸ جون ۱۸۱۵ء کو واٹرلو کے مقام پر عبرتناک شکست ہوئی اور ایک دور افتادہ برطانوی جزیرے سینٹ ہیلنا میں جلاوطن ہونا قبول کیا اور وہیں وفات پائی۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''،جلد دوم،ص ۲۰۹۷۔۲۰۹۸)

نیرو: IB۔۱۴۵

(۳۷ء۔۶۸ء) سلطنت روما کا شہنشاہ، نہایت ظالم اور سفاک فرمانروا تھا۔اپنی ماں، دو بیویوں اور شہنشاہ کلاڈیس کے بیٹے کو قتل کروایا۔روم میں آگ لگی تو لاتعداد عیسائیوں کو قتل کروایا پھر نئے شہر میں نہایت خوبصورت عمارتیں بنوائیں۔فوج نے اس کے ظلم وستم کے خلاف بغاوت کردی تو نیرو روم سے بھاگ گیا۔سینیٹ نے اسے موت کی سزادی مگر پھانسی سے پیشتر اس نے خودکشی کرلی۔کہتے ہیں جب روم میں آگ لگی تو نیرو بانسری بجا بجا کر اس نظارے سے لطف اندوز ہورہا تھا۔اسے مصوری کا بھی شوق تھا۔وفات سے چند ثانیے قبل اس نے کہا تھا کیسا مصور فنا ہورہا ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''،ص ۱۴۴۹)

واثق باللہ: ۷۔۲۲۳

ابوجعفر ہارون بن المعتصم، عباسی خلیفہ۔اس کی ماں ایک یونانی کنیز تھی۔واثق کی جانشینی کا اعلان اس کے والد معتصم باللہ کی وفات کے روز کیا گیا۔واثق کا عہد حکومت مختصر ہے۔اس کا اخلاق بھی ایسا نہ تھا کہ لوگ اس کے گرویدہ ہوتے۔

(شاہ معین الدین احمد ندوی،''تاریخ اسلام''،جلد سوم،ص ۱۷۸۔۱۸۷)

واجد علی شاہ: IB۔۶۸۱

شاہ اودھ۔فروری ۱۸۴۷ء کو چوبیس پچیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔نوجوان بادشاہ نے زمام حکومت سنبھالتے ہی نظم ونسق کی طرف توجہ دی لیکن یہ سرگرمیاں انگریزوں کو پسند نہ آئیں۔ریذیڈنٹ نے ہر معاملے میں دخل انداز ہوکر اور طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگا کر حوصلہ مند بادشاہ کو بے دل کردیا۔جس سے وہ تبخیر قلب ودماغ میں مبتلا ہوگیا اور اسے خاموشی اور افسردگی کے طویل دورے پڑنے لگے۔اپنی بیماری سے مجبور ہوکر اس نے انتظام سلطنت عارضی طور پر اپنے وزیر اور خسر نواب علی نقی خاں کے سپرد کردیا اور ہدایت کے لیے ایک کتاب "دستور واجدی" کے نام سے مرتب کرکے دے دی۔اس طرح کے حالات سے مجبور ہوکر واجد علی شاہ کو امور سلطنت سے بڑی حد تک دست بردار ہونا پڑا۔اب اس کا بیشتر وقت کتب بینی،شاعری،تصنیف وتالیف اور تفریحی مشاغل میں گزرنے لگا۔واجد علی شاہ اپنی عام زندگی میں اسلامی احکام پر عمل پیرا تھا۔اسے موزونیت طبع فطرت کی طرف سے ودیعت ہوئی تھی۔فارسی نظم ونثر کی ضخیم کتابوں کا اردو میں ترجمہ اس رفتار سے کرتا تھا جس طرح کوئی کتاب نقل کرتا ہے۔اودھ کے انگریز ریذیڈنٹ اپنے حکام بالا کے ایما پر ملک میں بدنظمی کی خود ساختہ شکایت لکھ کر یا دوسروں سے لکھوا کر گورنر جنرل کے پاس بھیجتے رہتے تھے۔انہیں کی بنا پر فروری ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے واجد علی شاہ کی معزولی کا فیصلہ کرلیا۔اپنے محبوب بادشاہ کی معزولی اور اپنے ملک پر غیر ملکیوں کا قبضہ ایسی باتیں نہ تھیں کہ اودھ کے عوام خاموشی سے برداشت کرلیتے۔وہ موقع کے منتظر رہے اور اگلے ہی سال ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔واجد علی شاہ کو کلکتے کے قلعہ فورٹ ولیم میں نظر بند کردیا گیا[۱]۔ ۱۸۵۹ء کو رہائی پاکر بادشاہ نے نواح کلکتہ میں ''مٹیابرج'' میں سکونت اختیار کرلی۔بادشاہ نے یہاں خوشنما عمارتیں بنوائیں۔ایک چڑیا گھر قائم کیا۔ہر طرح کے اہل فن جمع کیے اور مٹیا برج کو ایک چھوٹا سا لکھنؤ بنا دیا[۲]۔

[۱] (رئیس احمد جعفری،''واجد علی شاہ اور ان کا عہد''،لاہور: کتاب منزل،س۔ن،ص ۱۷۔۱۸)

[۲] (عبدالحلیم شرر،''جانِ عالم''،لاہور: نقوش،۱۹۵۱ء،متعدد صفحات)

واقدی: 2A۔۵۳

(۷۴۷ء۔۸۲۲ء) ابو عبداللہ محمد واقدی،عرب مورخ،مدینہ منورہ میں پیدا ہوا۔حج کے زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے وزیر یحییٰ برمکی کا معلم حج ہوتا تھا۔واقدی نے برامکہ کے زوال کے بعد بھی یحییٰ برمکی کے ساتھ اپنی احسان مندی کے اظہار میں کبھی اخفا سے کام نہیں لیا۔تاریخ کی تین کتابیں المغازی،فتوح الشام اور فتوح مصر تالیف کیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''،جلد ۲۲،ص ۵۸۵۔۵۸۷)

ولید بن عبدالملک: ۶۔۱۴۹

(دور خلافت ۷۰۵ء۔ ۷۱۵ء) چھٹا اموی خلیفہ جس کے عہد میں اسلامی سلطنت کو انتہائی عروج اور وسعت حاصل ہوئی۔ اس کے سپہ سالاروں نے مغرب میں بازنطینیوں (رومیوں) کو شکست دی اور یلغار کرتے ہوئے قفقاز، مغربی افریقہ، جزیرہ سسلی اور ہسپانیہ تک جا پہنچے۔ دوسری طرف مشرق میں قتیبہ بن مسلم نے سمرقند، بخارا، خوارزم، فرغانہ اور تاشقند پر اسلامی پرچم لہرایا اور چین کی سرحد پر جا کر رُکا۔ ہندوستان پر محمد بن قاسم نے حملہ کیا اور سندھ کا علاقہ ملتان تک فتح کر کے اس کو اسلامی قلمرو میں شامل کیا۔

(مولانا سعید احمد دہلوی، ''مسلمانوں کا عروج وزوال''، لاہور: ادرہ اسلامیات، ۱۹۸۳ء، ص ۶۳)

ہابیل وقابیل: 8A۔۲۷

حضرت آدمؑ کے دو بیٹے، جن کا ذکر بائبل کی کتاب پیدائش کے علاوہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ بعض روایات کے مطابق ان دونوں میں ایک لڑکی کے متعلق جھگڑا ہوگیا، جس کی بنا پر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ بعض نے قتل کی وجہ کھیتی باڑی کے متعلق نااتفاقی بتائی ہے۔ یہ دنیا میں پہلا انسانی قتل اور پہلی انسانی موت تھی۔ قتل کے بعد قابیل کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ لاش کو کس طرح ٹھکانے لگائے۔ آخر جب ایک کوے نے دوسرے مردہ کوے کو چونچ سے زمین کھود کر اس میں دبا دیا تب تدفین کا طریقہ اسکی سمجھ میں آیا چنانچہ اس وقت سے مردوں کو دفن کرنے کا رواج ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۷۲۔ ۷۶)

ہاروت وماروت: 1A۔۳۱۰

ہاروت وماروت کا ذکر قرآن مجید میں صرف ایک بار آیا ہے (البقرہ: ۱۰۲) اسرائیلی روایات میں ان کو فرشتے کہا گیا ہے۔ انہی روایات کے پیش نظر کعب الاحبار کی زبانی یہ روایات ہمارے سرمایہ تفسیر وحدیث میں بھی در آئیں۔ جبکہ دوسرا گروہ ان محقق علماء کا ہے جو ہاروت وماروت کو ایسے دو انسان مانتے ہیں جو بظاہر صلاح وتقوی کا ادعا کرتے اور لوگوں سے خیر خواہی کا انداز گفتگو اختیار کر کے انہیں اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ لوگ ان کے بظاہر جذبہ خیر خواہی اور صلاحیت سے متاثر ہو کر انہیں فرشتہ خصلت انسان کہنے لگے۔ لوگوں کے حسن اعتقاد نے انہیں فرشتہ مشہور کر دیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۸۰۔ ۸۳)

ہارونؑ: ۸۔۱۷۴

پیغمبر خدا حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی۔ جب حضرت موسیٰؑ کو خدا کا حکم موصول ہوا کہ فرعون کے پاس جا کر خدا کا پیغام پہنچائیں تو انہوں نے اس موقع پر درخواست کی کہ ان کے بھائی ہارون کو بطور مددگار دیا جائے۔ یہ درخواست قبول ہوئی۔

چنانچہ حضرت ہارونؑ کو بھی جو فرعون کی مجلس وزراء کے رکن تھے، منصب رسالت سپرد ہوا۔ حضرت موسیٰؑ جب احکام عشرہ لینے جبل طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کا نگران مقرر کر گئے تھے۔ اسی دوران میں بچھڑے اور سامری کا واقعہ پیش آیا تھا۔

(مولوی غلام رسول مہر، مترجم: ''طبقاتِ ناصری''، جلد اول، ص ۴۲۔۴۷)

ہارون الرشید: ۸۔۱۷۴

(۷۶۶ء۔۸۰۹ء) چوتھا عباسی خلیفہ، جو خیزران کے بطن سے خلیفہ مہدی کا دوسرا بیٹا تھا۔ عباسیوں میں یہ سب سے بڑا صاحب سلطنت خلیفہ شمار ہوتا ہے۔ اس کے زمانے میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں جن کو عرصے سے دنیا فراموش کر چکی تھی، بغداد میں آکر عربی زبان میں منظر عام پر آئیں۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام محمدؒ اور امام موسیٰ کاظمؒ اس دور کے نامور علماء میں سے تھے۔ امام یوسف قاضی القضاۃ تھے۔ ہارون الرشید ایک سال حج کرتا اور دوسرے سال جہاد۔ ہارونی عہد کی تمام علمی وتمدنی ترقیاں برامکہ کے حسن انتظام کی مرہونِ منت تھیں۔ برامکہ سے ہارون الرشید ایسا بدگمان ہوا کہ جعفر کو قتل کرادیا۔ یحییٰ اور فضل قید کر دیئے گئے۔ ہارون الرشید کو رومیوں پر متعدد بار فوج کشی کرنا پڑی اور ہمیشہ فتح یاب ہوا۔

(رئیس احمد جعفری، مترجم: ''ہارون الرشید''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۱۹۸۶ء، متعدد صفحات)

ہشام اول: ۲۸A۔۵۱

قرطبہ کا دوسرا اموی امیر اس نے کئی عشروں کے بعد ایک بار پھر اسلامی لشکر کے ساتھ مسیحی ممالک میں شمال کی جانب پیش قدمی کی۔ اس نے اپنے مدنی ہم عصر امام مالکؒ کے مذہب فقہ کو اندلس میں تقویت پہنچائی اور اس مسلک کے اثر کو پھیلایا۔ اس قابل حکمران کا انتقال صرف ۴۷ سال کی عمر ہی میں ہوگیا۔

(سید امیر علی، ''تاریخ اسلام''، لاہور: الفیصل، س۔ن، ص ۹۸۔۱۱۳)

ہمایوں: ۷۔۳۶

(۱۵۰۸ء۔۱۵۵۶ء) نصیر الدین ہمایوں، مغلیہ خاندان کا دوسرا بادشاہ۔ کابل میں پیدا ہوا۔ ۱۵۳۰ء کو ہندوستان کے تخت پر بیٹھا۔ ہمایوں خود ایک ادیب اور ریاضی دان تھا۔ مگر قدرے آرام طلب اور افیون کھانے کا عادی۔ شیر شاہ سوری سے دوبارہ شکست کھانے کے بعد ایران کی طرف بھاگنا پڑا۔ ۱۵۵۵ء میں سرہند کے مقام پر سکندر لودھی کو شکست دے کر دوبارہ حکمران بنا۔ ہمایوں صاحب دیوان شاعر بھی تھا۔ کتب خانے کی چھت سے گر کر وفات پائی۔

(جمیل یوسف، ''بابر سے ظفر تک''، راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، ۱۹۸۹ء، ص ۳۴۔۴۷)

ہندوستان کے حکمران:

(خاندان موریہ)

چندر گپت موریہ	:	....
بندوسار	:	۳۲۲ تا ۲۹۸ ق م
اشوک	:	۲۹۸ تا ۲۷۲ ق م
دسترتھ	:	۲۷۳ تا ۲۳۲ ق م
سمیرتی	:	۲۳۲ ق م تا نامعلوم

(کنشک خاندان)

کنشک	:	۱۲۵ء تا ۱۶۲ء
ہوشک	:	۱۶۲ء تا نامعلوم
واسدیو	:	ہوشک کے بعد تخت پر بیٹھا

(گپت خاندان)

چندر گپت اول	:	۳۲۰ء تا ۳۳۰ء
سمدر گپت	:	۳۳۰ء تا ۳۷۵ء
چندر گپت وکرمہ دتیہ	:	۳۷۵ء تا ۴۱۴ء
کمار گپت	:	۴۱۵ء تا ۴۶۵ء
سکندا گپت	:	نامعلوم
برہم گپت	:	۵۹۸ء تا ۶۰۴ء
برش وردھن	:	۶۰۴ء تا ۶۴۷ء

(انگریز گورنر و وائسرائے)

لارڈ کلائیو (پہلا دور)	:	۱۷۵۸ء۔۱۷۶۰ء
لارڈ کلائیو (دوسرا دور)	:	۱۷۶۵ء۔۱۷۶۷ء
وارن ہیسٹنگز (گورنر جنرل)	:	۱۷۷۲ء۔۱۷۸۵ء
لارڈ کارنوالس (گورنر جنرل)	:	۱۷۸۶ء۔۱۷۹۳ء

سرجان شور : ۱۷۹۳ء۔۱۷۹۸ء

لارڈ ولزلی : ۱۷۹۸ء۔۱۸۰۵ء

سرجارج بارلو : ۱۸۰۵ء۔۱۸۰۷ء

لارڈ منٹو : ۱۸۰۷ء۔۱۸۱۳ء

لارڈ ہیسٹنگز : ۱۸۱۳ء۔۱۸۲۳ء

لارڈ ایمہرسٹ : ۱۸۲۳ء۔۱۸۲۸ء

ولیم بنٹنگ : ۱۸۲۸ء۔۱۸۳۶ء

آک لینڈ : ۱۸۳۶ء۔۱۸۴۲ء

ایلن برا : ۱۸۴۲ء۔۱۸۴۴ء

لارڈ ہارڈنگ : ۱۸۴۴ء۔۱۸۴۸ء

لارڈ ڈلہوزی : ۱۸۴۸ء۔۱۸۵۶ء

لارڈ کیننگ (وائسرائے) : ۱۸۵۷ء۔۱۸۶۲ء

لارڈ ایلگن : ۱۸۶۲ء۔۱۸۶۳ء

لارڈ لارنس : ۱۸۶۴ء۔۱۸۶۹ء

لارڈ میو : ۱۸۶۹ء۔۱۸۷۲ء

لارڈ نارتھ برک : ۱۸۷۲ء۔۱۸۷۶ء

لارڈ لٹن : ۱۸۷۶ء۔۱۸۸۰ء

لارڈ رپن : ۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء

لارڈ لینسڈون : ۱۸۸۸ء۔۱۸۹۴ء

لارڈ ایلگن دوم : ۱۸۹۴ء۔۱۸۹۹ء

لارڈ کرزن : ۱۸۹۹ء۔۱۹۰۵ء

لارڈ منٹو : ۱۹۰۵ء۔۱۹۱۰ء

لارڈ ہارڈنگ دوم : ۱۹۱۰ء۔۱۹۱۶ء

لارڈ چیمسفورڈ : ۱۹۱۶ء۔۱۹۲۱ء

لارڈ ریڈنگ : ۱۹۲۱ء۔۱۹۲۶ء

لارڈ ارون (ہیلی فیکس)	:	۱۹۲۶ء۔۱۹۳۱ء
لارڈ ولنگڈن	:	۱۹۳۱ء۔۱۹۳۶ء
لارڈ لنلتھگو	:	۱۹۳۶ء۔۱۹۴۳ء
لارڈ ویول	:	۱۹۴۳ء۔۱۹۴۷ء
لارڈ مونٹ بیٹن	:	جنوری ۱۹۴۷ء۔۱۴ راگست ۱۹۴۷ء

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''،ص ۱۲۲۹)

یاقوت الحموی: ۲A۔۳۹۷

(۱۱۷۸ء۔۱۲۲۹ء) اصل نام شہاب الدین ابوعبداللہ الرومی۔ صغرسنی ہی میں اسیر ہو کر بغداد میں بطور غلام ایک مقامی تاجر عکر بن ابراہیم الحموی کے ہاتھ لگا۔ عکر خود ناخواندہ تھا۔ اس نے اپنا حساب کتاب رکھنے کے لیے یاقوت کو تعلیم دلوائی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد یاقوت کو اپنے آقا کی خاطر تجارت کے سلسلے میں دور دراز کے سفر کرنے پڑے۔ کاروبار کی مصروفیات کے باوجود یاقوت نے اپنا ذوق ادب زندہ رکھا۔ یاقوت اور اس کے آقا میں ان بن ہوگئی تو عکر نے اسے آزاد کردیا۔ یاقوت نے تاریخ اور ادب پر کئی کتب لکھیں۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۲۳،ص ۲۶۷۔۲۶۹)

یحیٰی بن اکثم: ۲A۔۳۸۲

یحیٰی بن اکثم تقریباً بیس سال کی عمر میں قاضی کے عہدے پر مامور ہوئے تو کسی نے طنزاً پوچھا کہ تمہاری عمر کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا۔ ''میرا سن زیادہ ہے، عتاب بن اسید کے سن سے جبکہ نبیؐ نے ان کو مکہ کا والی بنایا تھا اور معاذ بن جبل کے سن سے جبکہ نبیؐ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ نیز کعب بن سور کے سن سے جبکہ حضرت عمرؓ نے اس کو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔''

(شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، ''تاریخ کی تاریخ''، مترجم: ڈاکٹر سید محمد یوسف،
لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۲۰۰۷ء، ص ۳۵)

یحیٰی بن خالد برمکی: ۷۔۵۱

خالد برمکی کا بیٹا۔ عباسی خلیفہ منصور کے جانشین مہدی نے اپنے لڑکے ہارون الرشید کی تعلیم یحیٰی کے سپرد کی۔ جب ہارون الرشید اپنے بھائی ہادی کی مختصر سی حکمرانی کے بعد مسندِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے یحیٰی برمکی کو جسے وہ اپنے باپ کی طرح سمجھتا تھا، غیر محدود اختیارات دے کر اپنا وزیر مقرر کیا۔ اس کے دولڑکے فضل اور جعفر ۷۸۶ء سے ۸۰۳ء تک وزارت اور

حکمرانی کے کام پر مامور رہے۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد ۲۳، ص ۲۸۱۔۲۸۲)

یزید بن عبدالملک: ۳۳۱۔۲A

اموی خلیفہ، جو ۷۲۰ء میں تخت نشین ہوا۔ عمل سے عاری اس بادشاہ کا عہد اپنے پیش رو خلیفہ سے بالکل مختلف تھا۔ اس نے اپنے آبا و اجداد آلِ ابوسفیان کی ایسی کوئی صفت ورثے میں نہیں پائی تھی۔ مدینہ کی دو گانے والیوں سلامہ اور حبابہ کی صحبت میں رہنا پسند کرتا تھا۔ اس نے صرف چار سال حکومت کی۔

(عبدالسلام قدوائی، "ہماری بادشاہی"، لاہور: دارالبیان، س۔ن، ص ۷۰۔۷۲)

یعقوب الحضرمی: ۳۹۶۔۲A

(۷۳۵ء۔ ۸۲۱ء) یعقوب بن اسحاق بن زید الحضرمی البصری، بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار دس مشہور ترین قاریوں میں ہوتا تھا۔ وہ حمزہ اور الکسائی کے شاگرد تھے۔ جبکہ ابوحاتم السجستانی خود ان کے شاگرد تھے۔ یعقوب الحضرمی قرأت اور نحو کے عالم تھے۔ بصرہ میں انتقال کیا۔

(مولوی عبدالرحمٰن، "عظیم مسلمان دانشور"، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۸)

یوسفؑ: ۵۔۱۶۳

حضرت اسحاقؑ کے پوتے اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹے۔ حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں نے حسد کی بنا پر ان کو باہر لے جا کر کنویں میں پھینک دیا۔ ایک تجارتی قافلے نے آپ کو کنویں سے نکال کر مصر میں فروخت کر دیا۔ مالک کی بیوی زلیخا آپ پر فریفتہ ہوگئی۔ آپ کو ورغلانے کی تمام تدبیریں ناکام رہیں تو الزام لگا کر جیل بھجوا دیا۔ آپ کی پاک دامنی ثابت ہونے پر آپ کو بری کر دیا گیا۔ فراست کی بنا پر شاہِ مصر نے آپ کو وزارت خوراک کا منصب دیا۔ قحط سالی کے دوران غلے کی فراہمی کا انتظام اس حسن و خوبی سے کیا کہ سات سالہ خشک سالی کے تباہ کن اثرات سے رعایا محفوظ رہی۔ وزارت کے دوران ہی غلہ حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے بھائی بھی مصر غلہ لینے آئے۔ بعد میں حضرت یعقوبؑ اور آپ کا تمام خاندان بھی مصر پہنچ گیا۔ حضرت یوسفؑ نے ایک سو دس برس کی عمر میں مصر میں وفات پائی۔

(ابوالکلام آزاد، "ترجمان القرآن"، جلد دوم، ص ۲۱۹۔۲۶۶)

یونسؑ: ۶۵۹۔1B

قرآن مجید میں حضرت یونسؑ کا ذکر چھ مقامات پر آیا ہے۔ تورات میں آپ کا نام یوناہ (Jonah) ہے جو یونس کا عبرانی تلفظ ہے۔ آپ یروشلم میں تھے کہ آپ کو نینوا جا کر قوم ثمود کو وعظ و نصیحت کرنے کا حکم ملا۔ اس نافرمان اور سرکش قوم نے

ایک نہ سنی۔ قوم سے مایوس ہو کر ان کے لیے عذاب الٰہی کی بددعا کرتے ہوئے غصے میں اُن کو چھوڑ کر چلے گئے۔ دورانِ سفر کشتی میں سوار تھے کہ دریا میں طوفان آ گیا جو اس وقت کی روایت کے مطابق کشتی میں کسی ایسے آدمی کے سوار ہونے کی علامت تھی جو اپنے آقا کا نافرمان ہوتا تھا۔ چنانچہ قرعہ اندازی کے بعد حضرت یونسؑ کو دریا میں پھینک دیا گیا۔ ایک مچھلی انہیں زندہ نگل گئی۔ تین روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اس کے بعد مچھلی نے آپ کو اُگل دیا۔ تندرست ہونے کے بعد انہیں حکم ہوا کہ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں جو ان کی غیر حاضری میں ایمان لا چکی تھی۔ حضرت یونسؑ کے واقعہ میں عبرت کا بڑا سامان ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر شخص کے لیے احکام الٰہی کی اطاعت و پابندی ضروری ہے۔ نافرمانی سے انسان عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے اور توبہ و استغفار سے نافرمان عذاب الٰہی سے بچ بھی سکتا ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۳۴۹۔۳۵۱)

باب چہارم

مقامات / اماکن

آذر بائیجان (Azarbajan) :A۲۔۳۸۴

سابقہ روس کی ایک نو آزاد ریاست جو ۸۸۰۰۰ مربع کلو میٹر کے رقبے پر پھیلا ہے۔ یہ ۱۹۲۲ء کو روس کی یونین میں شامل کیا گیا تھا اور تقریباً ۷۹ سال کے بعد ۱۹۹۱ء میں آزاد ہوا۔ ۵۰ فیصد لوگ کاشت کاری کرتے ہیں۔ ملک کا صدر مقام باکو ہے۔ روسی تسلط کے دوران یہ سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا علاقہ رہا ہے۔ صنعتی اعتبار سے یہ ایک اہم اور ترقی یافتہ ملک ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۲ء، ص ۱۵۶۔۱۵۷)

آرمینہ (Armenia) ۸۔۱۱۶

سابقہ روس کا ایک چھوٹا سا نو آزاد ملک جو کہ آذر بائیجان کے شمال میں اور جارجیا کے جنوب میں واقع ہے، شمال مشرق میں ترکی، جنوب مشرق میں ایران، اس کا کل رقبہ ۱۱،۵۰۰ مربع میل ہے اور صدر مقام اریوان (Erivan) ہے۔
(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۱۵۷)

آسٹریا (Austria) :۴۔۱۱۶

وسطی یورپ کی ایک جمہوریہ۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ویانا ہے۔ زبان میں جرمن، مذہب کیتھولک، سکہ شلنگ اور اس کے نو صوبے ہیں۔ قدرتی مناظر کی دل کشی کی وجہ سے آسٹریا یورپ میں سیاحت کا بڑا مرکز ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب نازی جرمنی کا خاتمہ ہوا تو آسٹریا کے علاقے کو بھی چار حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ روس، برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے ایک ایک حصہ اپنی تحویل میں لے لیا۔ ۱۹۴۵ء میں اتحادیوں کے ایما پر آسٹریا میں نئی حکومت قائم ہوئی اور ویانا میں اتحادی کنٹرول کونسل کے قیام کے بعد آسٹریا کی، آزادی کو ۱۹۵۵ء میں تسلیم کر لیا گیا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، لاہور: فیروز سنز، چوتھا ایڈیشن ۲۰۰۵ء، ص ۳۶)

آکسفورڈ یونیورسٹی (Oxford University) :۶۔۷۹

انگلش بولنے والی دنیا میں قدیم ترین تعلیمی اداروں میں سے ایک یونیورسٹی بارہویں صدی میں یونیورسٹی کے قیام سے پہلے ہی آکسفورڈ کا قصبہ ایک اہم تعلیمی مرکز بن چکا تھا۔ اس یونیورسٹی کی بنیاد قدیم زمانے سے رکھی گئی تھی، لیکن منظم تدریس کا آغاز ۱۱۳۳ء سے ہوا جب پیرس کے رابرٹ پولین نے یہاں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے یونیورسٹی کی صورت ۱۱۶۳ء میں اختیار کی۔ اس میں پچیس کالج ہیں جن کی اقامت گاہیں بھی ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کی شہرہ آفاق بوڈلین لائبریری دنیا بھر کی سب سے بڑی لائبریری ہے۔ اس کی مزید توسیع ۱۹۴۹ء میں ہوئی، جس میں پچاس لاکھ کتابوں کی گنجائش

رکھی گئی۔ اس کا نام سر تھامس باڈلے (۱۵۴۵۔۱۶۱۳ء) کے نام پر رکھا گیا۔ انیسویں صدی کے دوران زبانی امتحان کی جگہ داخلے کے تحریری ٹیسٹ لینا شروع کئے، مذہبی اختلافات رائے کو زیادہ جگہ دی گئی اور عورتوں کے لئے چار کالج بھی قائم کئے گئے۔ ۱۹۲۰ء کے بعد سے طالبات کو بھی مساوی حقوق حاصل ہوئے۔

(http:\\em.wikipedia.org\university-of-oxford. {Site visited:12-09-2010})

آگرہ (Agra):2A-۴۲

شمالی ہندوستان کی ریاست اتر پردیش میں دریائے جمنا کے کنارے ایک شہر، ضلع آگرہ کا صدر مقام۔ سلطنت مغلیہ کے بانی شہنشاہ بابر نے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ شاہ جہاں نے اپنی ملکہ ممتاز کا مقبرہ تاج محل تعمیر کرایا۔ آگرہ کی اہمیت ۱۶۵۹ء سے کم ہونا شروع ہوئی جب عالمگیر نے پایہ تخت دہلی منتقل کر لیا۔ ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک (Lake) نے اسے مرہٹوں سے فتح کر کے انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا۔

(یاسر جواد، مرتبہ: ''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد اول، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۹ء، ص ۴۴)

اٹک، دریا (Attock River):1B-۴۷۵

شمالی پاکستان کا ایک دریا کوہ ہندوکش کے پہاڑوں سے نکل کر شمالی مغرب سے جنوب مشرق میں بہنے والا ایک چھوٹا دریا جو اٹک کے مقام پر دریائے سندھ سے جا ملتا ہے یہ دریائے سندھ کا معاون دریا ہے۔

(بشریٰ افضال، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۹)

اٹلی، جمہوریہ (Italy, Republic of)2A-۱۱۶

جنوبی یورپ کی ایک جمہوریہ، غالب اکثریت کی زبان کی زبان اطالوی ہے۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر روم ہے۔ اٹلی یورپی برادری کی ان بارہ رکن ریاستوں میں سے ایک ہے جنہوں نے یورو کو بطور کرنسی اپنایا۔ ۱۹۴۶ء کو اٹلی جمہوریہ بنا جب عوامی ریفرنڈم کے ذریعے بادشاہت ختم ہوئی۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۹۶۔۹۸)

اٹلانٹک، بحر (Atlantic oceans)5-۷۵

یہ سمندر سطح زمین پر دوسرا بڑا بحر ہے۔ جو کہ ایک بڑے (S) ایس کی شکل میں یورپ افریقہ اور شمالی جنوبی امریکہ کے درمیان واقع ہے۔ یورپ اس کے شمال مشرق میں جبکہ افریقہ اس کے جنوب مشرق میں ہے۔ اسی طرح شمالی امریکہ اس کے شمال مغرب میں تو جنوبی امریکہ اس کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ شمالی جانب یہ بحر منجمد شمالی سے ملا ہے اور جنوب میں یہ بحر منجمد جنوبی سے ملا ہے۔ اس کی کل لمبائی ۸۵۰۰ میل ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی ۵۰۰۰ میل جبکہ کم از کم چوڑائی

افریقہ اور برازیل کے درمیان ۱۸۰۰ میل ہے۔ اس کا کل رقبہ ۳۴،۰۰۰،۱۰۰ مربع ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۱۱۳)

اجودھیا (Ajodeha): ۲A-۱۰

بھارت کی ریاست اتر پردیش میں ایک قدیم مذہبی، اہمیت کا شہر جو لکھنو سے مشرق میں واقعہ تھا مذہبی اہمیت رکھتا ہے اب کھنڈر بن چکا ہے، نزدیک نیا شہر مختصر اور غیر معروف ہے ہندوؤں کا مذہبی شہر رام چندر جی کا وطن ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۵۰)

احمد نگر (Ahmad Nagar): ۲B-۱۶

ہندوستان کے صوبہ بمبئ میں ضلع احمد نگر کا صدر مقام، جو دریائے شیوا کے کنارے آباد ہے۔ یہ شہر ۱۴۹۴ء میں نظام شاہی خاندان کے بانی احمد نظام شاہ نے بسایا تھا۔ اس خاندان نے کوئی ایک صدی تک احمد نگر میں حکومت کی، یہاں تک کہ چاند بی بی کی دلیرانہ مدافعت کے باوجود اکبر کی فوجوں نے اس پر قبضہ کر کے اسے سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد احمد نگر مرہٹوں کے قبضے میں آ گیا اور ۱۸۰۳ء میں دولت راو سندھیا کو یہ شہر ڈیوک آف ونگٹن کے حوالے کرنا پڑا۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ''مولانا قاضی اطہر مبارکپوری''، لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۸۹ء، متعدد صفحات)

ارارات (Arart): ۶-۸۶

ایران، ترکی اور عراق کے درمیان پائی جانے والی سطح مرتفع آرمینیا پر واقع ایک پہاڑی سلسلہ جو کہ ۱۶۰۰۰ فٹ کی بلندی لئے ہوئے ہے۔ اس کی دو آتش فشانی چوٹیاں ۱۷۳۰۰ فٹ اور ۱۸۹۰ء فٹ کی بلندی لئے ہوئے ہیں اور برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ دریائے فرات اور آراکس کے منبع انہیں پر ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۵۶)

اسکندریہ (Alexanderia): ۲A-۱۰

بحیرہ روم کی ایک اہم بندرگاہ اور مصر کا دوسرا بڑا شہر۔ ملک کی زیادہ تر تجارت اسی بندرگاہ سے ہوتی ہے یہ اپنی تاریخی عمارات جیسے فرعون کے مقبرے، پہلا روشنی کا مینار کی وجہ مشہور ہے۔

(حبیب الرحمان خان شیروانی، ''علمائے سلف و نابینا علما''، کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۶۱ء، ص ۴۰۵-۴۰۶)

اصفہان (Isfahan): ۲A-۲۵۲

ایران کے وسطی حصے میں پایا جانے والا ایک شہر جو دریائے زین دہ پر آباد اور تہران سے ۲۱۰ میل جنوب میں واقع

ہے۔ یہ ایک تجارتی، صنعتی، تاریخی خوبصورت شہر ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۷۰)

افریقہ (Africa): 2A-۵

کرہ ارض کے سات براعظموں میں دوسرا سب سے بڑا براعظم جو دنیا کے کل رقبے کا ۲۳ فیصد گھیرے ہوئے ہے۔ براعظم افریقہ کا کل رقبہ تین کروڑ مربع میل ہے۔ اس براعظم میں دنیا کی ۱۳ فیصد آبادی ہے۔ اسے نہر سویز ایشیا سے اور تنگنائے جبل الطارق یورپ سے جدا کرتی ہے۔ افریقہ میں ۵۳ مختلف ممالک ہیں، بشمول مین لینڈ کے ۴۶ اور اردگرد کے جزائر پر ۶ ممالک کے۔ دنیا کا سب سے بڑا صحرائے صحارا اسے دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ افریقی لوگوں کا عام پیشہ زراعت، گلہ بانی اور کان کنی ہے۔ براعظم کا بیشتر حصہ میدان میں بہت پس ماندہ ہے، کوئلہ، پٹرولیم، زرخیز زمینیں اور صنعتی ترقی اکثر حصوں میں ناپید ہیں۔ گرم آب و ہوا کے علاقوں میں حشرات الارض خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ ان میں سب سے خطرناک ایک قسم کی زہریلی مکھی ہے جس کے کاٹنے سے خوابیدگی کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ اس مکھی کے سبب بہت سے علاقوں میں مویشی پالنا تقریباً ناممکن ہے۔

یورپ کے لوگ افریقہ کو تاریک براعظم کہتے ہیں حالانکہ یہاں تین ہزار سال قبل مسیح دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک تہذیب (مصری) نے جنم لیا۔ ۱۴۹ ق م میں یہاں سلطنت روما کا عمل دخل ہوا۔ ساتویں صدی عیسویں اور گیارہویں صدی عیسوی کے دوران افریقہ کے کئی علاقے عربوں کے زیر نگین آ گئے اور انھوں نے یہاں کے لوگوں کو اسلام سے روشناس کرایا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۶۸۔۱۶۹)

افغانستان (Afhanistan): IB-۴۷۸

وسطی ایشیا کا ایک ملک، سرکاری نام جمہوریہ افغانستان پہاڑی علاقہ ہے۔ ان کی وادیاں زرخیز ہیں۔ لوگوں کا عام پیشہ زراعت اور مویشی پالنا ہے۔ ہزاروں برس پہلے یہ علاقہ آریائی قوموں کا مسکن تھا۔ ۵۱۶ ق م میں اس پر دارا اول نے قبضہ کر لیا۔ ۳۲۶ ق م ہیں یہ سکندر اعظم کے زیر تسلط آیا۔ ساتویں صدی عیسوی میں اسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی نے یہاں ایک طاقت ور سلطنت قائم کی۔ بعد ازاں منگولوں نے حکومت کی۔ سولھویں صدی میں بابر نے اسے مرکز بنا کر ہندوستان پر حملہ کیا۔ اٹھارویں صدی میں احمد شاہ ابدالی نے یہاں متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ افغانستان نے اپنی آزادی کے لئے انگریزوں سے تین جنگیں لڑیں۔ ۱۹۱۹ء کو برطانوی حکومت نے افغانستان کی مکمل خودمختاری تسلیم کر لی، ۱۹۷۹ء کو روسی فوجوں نے افغانستان پر فوج کشی کر کے کیمونسٹ حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جو ناکام رہی۔ ۱۱ستمبر کے

واقعات کے بعد امریکہ نے افغانستان پر الزام لگاتے ہوئے ۲۰۰۱ء کو حملہ کر دیا اور ایک بار پھر نہتے افغان شہری جنگ کی بھٹی میں جھونک دیئے گئے۔ اسلامی ملک ہے۔ صدر مقام کابل ہے۔

(''مسلم دنیا ۱۹۹۰ء''، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، شمارہ نمبر ا''، ۱۹۹۰ء، ص ۳۱۔۴۹)

البانیہ (Albania): ۶۔۸۱

جنوب مشرقی یورپ میں، جزیرہ نمائے بلقان کے مغربی ساحل پر ایک جمہوری ملک۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ترانہ، زبان، البانوی، سکہ، لیک، انتظامی لحاظ سے ۲۶ ضلعوں میں منقسم ہے۔ ۷۰ فیصد آبادی کے ساتھ البانیہ یورپ کی واحد غالب اسلامی ریاست ہے۔ کمیونسٹ حکومت نے ۱۹۶۷ء میں تمام مذاہب کو غیر قانونی قرار دے کر البانیہ کو دنیا کا پہلا سرکاری طور پر ملحد ملک بنا دیا تھا۔ ۱۹۹۸ء میں ملک کو ایک پارلیمانی جمہوریہ بنانے کا اعلان کیا گیا اس نئے آئین میں کثیر الجماتی انتخابات، تحریر وتقریر، مذہب، اجتماع اور تنظیم سازی کی اجازت دی گئی ہے۔ ملک میں ساحلی علاقے میں بڑی بڑی جھلیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اہم زرعی پیداوار گندم، کپاس، چقندر، چنے اور تمباکو ہے۔ اہم معدنیات میں نکل، تانبا، پٹرولیم اور کروم ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۸۵۔۱۵۶)

الپس (Alps):

یہ پہاڑوں کا سلسلہ خلیج جنیوا سے شروع ہو کر ویانا تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ پہاڑ ایک کمان کی شکل اختیار کئے ہوئے ہیں۔ برفانی پہاڑ ہیں اور گلیشیر سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ان پہاڑوں میں سے نکلنے والے اہم دریا ''رائن'' اور ''ڈینیوب'' ہیں۔ ان پہاڑوں میں اہم معدنیات ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۸۶۔۸۷)

الجیریا (Algeria): ۲A۔۶

مغربی شمالی افریقہ کی جمہوریہ۔ الجیریا سلطنت روما کا ایک صوبہ ہوا کرتا تھا۔ ساتویں صدی عیسوی میں اسے عربوں نے اپنا مطیع بنایا۔ سولھویں صدی عیسوی میں یہاں ترک آئے انیسویں صدی میں فرانس کے زیر نگیں آیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایک رائے شماری کے ذریعے فرانس سے آزادی ملی۔ سرکاری اور ۸۳ فیصد آبادی کی زبان عربی ہے۔ ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۹۱۔۱۹۲)

امریکہ (America):۴۔۱۴۷

براعظم شمالی امریکہ کی ایک وفاقی جمہوریہ، جو (ہوائی اور الاسکا کے علاوہ) مشرق میں اوقیانوس سے مغرب میں بحر الکاہل تک اور شمال کینیڈا سے جنوب میں میکسیکو اور خلیج کیلفورنیا تک پھیلی ہوئی ہے۔ اسے عام طور پر امریکہ کہا جاتا ہے۔ زبان: انگریزی، مذہب، پروٹسٹنٹ رومن کیتھولک، یہودی، آرتھوڈاکس، سکہ، سکہ: ڈالر، دارالحکومت واشنگٹن ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پچاس ریاستیں شامل ہیں۔ امریکہ (جسے نئی دنیا کہا جاتا ہے) کو اطالوی جہاز راں وسیاح کولمبس نے ۱۴۹۲ء میں دریافت کیا۔ ۱۶۰۹ء میں ایک انگریز جہاز ران ہنری ہڈسن یہاں وارد ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یورپ کے تارکین وطن کی آمد شروع ہوئی۔ برطانیہ، سپین اور فرانس نے یہاں نوآبادیاں قائم کیں۔ سیاسی اعتبار سے آزاد امریکہ کی تاریخ کا آغاز ۱۷۷۶ء سے ہوتا ہے۔

("اردو انسائیکلوپیڈیا"، ص ۱۹۵۔۱۹۷)

اندلس (Andalusia):۸۔۲۴

اوقیانوس، آبنائے جبل الطارق اور بحیرہ روم سے ملحق جنوبی ہسپانیہ کا بہت بڑا اور خود مختار گنجان علاقہ۔ عرب مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں اس علاقے کو بڑی ترقی دی اور یہاں عالی شان عمارتیں بنوائیں۔ اسلامی دورِ حکومت میں یہ تمام علاقہ جہاں اب سپین ملک آباد ہے، اندلس کہلاتا تھا۔

(منظور الٰہی، "نیرنگ اندلس"، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)

انگلستان (England):۸۔۱۳۱

جزیرہ برطانیہ کا جنوبی حصہ، مجموعہ الجزائر میں سب سے بڑا جزیرہ کا تقریباً نصف حصہ انگلستان کہلاتا ہے۔ یہ چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے۔ اس کا کوئی مقام بھی پانی سے ۱۰۰ میل سے زیادہ دوری پر نہیں ہے۔ جرمنی کی اینگلز قوم پانچویں صدی میں اس ملک پر حملہ آور ہوئی، جس کے نام پر اس ملک کا نام رکھا گیا۔ ۱۷۰۷ء میں سکاٹ لینڈ کا اتحاد و الحاق ہوا۔ قبل ازیں انگلستان اور ویلز مل کر ایک علیحدہ ریاست تھے۔

(علی ناصر زیدی، "ایشیائی سٹریٹ: انگلستان"، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات)

اہرامِ مصر (Pyramids of Egypt):IB۔۴۸۷

اہرام ہرم کی جمع ہے۔ ہرم عربی زبان میں پرانی چیز کو کہتے ہیں۔ جب عربوں نے مصر فتح کیا تو ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا چیز ہے اس لئے وہ ان کو اہرام کہنے لگے۔ اہرام مصر قدیم مصری بادشاہوں کے مخروطی شکل کے مقبرے ہیں۔ جو مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے قریب ہیں۔ سب سے بڑا ہرم فرعون چیوپس کا ہے۔

("اردو انسائیکلوپیڈیا"، ص ۹۸)

ایتھنز (Athens):۱A۔۴۱

یونان کا دارالحکومت۔ یونانی علم وفن کا قدیم شہر جس میں بڑے بڑے صاحبان کمال ہو کر گزرے ہیں۔ دریائے سفیوس اور الیوس اس کے مشرق اور مغرب میں بہتے ہیں۔ یہ بڑا خوبصورت شہر ہے اور پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں نئی صدی کی دوسری اولمپکس اسی شہر میں منعقد ہوئی تھیں۔ اسی نام کا شہر جارجیا (امریکہ) میں بھی ہے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۲۴۶)

ایران (Iran):۱B۔۲۶۵

جنوب مغربی ایشیا کی ایک اسلامی جمہوریہ۔ ۱۹۳۵ء تک اس کا نام فارس تھا۔ موجودہ نام فارسی لفظ آریانا (بمعنی آریاؤں کا ملک) سے ماخوذ ہے۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر تہران ہے۔ زبان: فارسی، مذہب: اسلامی، سکہ: ریال ہے۔ ایران کی تاریخ بھی طویل ہے۔ آریہ، سائرس اعظم، سکندر اعظم، مسلمانوں نے ساتویں صدی عیسوی میں اسلامی علم لہرایا۔ عربوں کے بعد ترکوں، منگولوں نے لی، صفوی خاندان کے بعد نادر شاہ نے ایرانی تخت پر قبضہ کیا۔ ۱۷۹۴ء میں قاچار قبیلے کا ایک سردار آغا محمد خاں تخت پر بیٹھا۔ ۱۹۲۱ء میں ایرانی جنرل رضا خاں نے قاچار خاندان کا تخت الٹ کر پہلوی خاندان کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۷۹ء میں امام خمینی نے ایک انقلاب کے ذریعے اسلامی جمہوریہ نظام قائم کیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، ص ۲۵۲۔۲۵۳)

ایلورا (Ellora)۱B۔۴۲۰

جنوبی ہند کے مصنوعی غار، جو قدیم زمانے کے کاریگروں نے پہاڑ تراش کر بنائے گئے ہیں۔ دراصل یہ مندر میں جو حیدرآباد دکن کے نزدیک اورنگ آباد سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہیں۔ چٹانوں کو کاٹ کر دو منزلہ اور سہ منزلیں عمارتیں تیار کی گئی ہیں۔ ان کا زمانہ پانچویں سے دسویں صدی عیسوی خیال کیا جاتا ہے۔ کل غاریں یا عمارتیں چونتیس ہیں۔ ان میں بدھ مت کی بارہ، برہمنوں کی سترہ اور جینیوں کی پانچ ہیں۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۳۳۰)

بابل (Babylon):۸۔۸۱

قدیم شہر، لفظی مطلب ''خدا کا دروازہ''، جس کے آثار دریائے فرات کے مشرق اور بغداد سے ۹۰ کلومیٹر جنوب میں ملے ہیں۔ بخت نصر نے دریا پر پل بنوایا۔ اس بادشاہ کے عہد میں یہاں معلق باغات بنے، جن کا شمار دنیا کے سات عجائبات میں ہوتا ہے۔ اب اس کے صرف کھنڈر باقی ہیں۔

(سید مبارک حسین، ''ارتقائے تمدن''، حیدرآباد: آریا ایچ احمد اینڈ برادرس، ۱۹۵۹ء، ص ۴۲۔۵۷)

باختر (Bactria): ۷۔۱۵۱

ایک قدیم ایشیائی سلطنت، جو موجودہ افغانستان، ترکمانستان اور ازبکستان کے علاقوں پر مشتمل تھی۔ باختر کا دارالسلطنت شہر بکتر (بلخ) تھا، جواب افغانستان میں شامل ہے۔

("اردو انسائیکلوپیڈیا"، ص ۲۸۱)

بالٹک، بحیرہ (Baltic Sea): ۵۔۷۶

شمالی یورپ میں واقع ایک بحیرہ جو تین اطراف سے زمین سے گھرا ہے۔ اس پر ڈنمارک، جرمنی، لیتھونیا، لیٹویا، اسٹونیا، روس، فن لینڈ اور سویڈن کے ممالک ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، "جغرافیائی معلومات"، ص ۱۷۷)

بخارا (Bukhara or Bokhhara): A۲۔۲۵۲

ازبکستان کا ایک تاریخی شہر، عہد قدیم میں وسط ایشیا کی ایک اسلامی ریاست کا دارالحکومت اور قدیم ترین تجارتی وثقافتی مرکزوں میں سے ایک تھا۔ ۷۰۹ء میں ولید اول کے زمانے میں مسلمانوں نے اس قبضہ کیا۔ ۱۹۲۵ء میں اسے سوویت یونین میں شامل کرلیا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں ازبکستان کی آزادی کی وجہ سے یہ آزاد ملک بن گیا ہے۔ ابن سینا اور امام بخاریؒ یہیں پیدا ہوئے تھے۔

(آرمینیس ویمبرے، "تاریخ بخارا"، مترجم: نفیس الدین احمد، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۹ء، متعدد صفحات)

برٹش میوزیم (British Museum) ۵۔۱۶۲

لندن کا عجائب گھر، نادر ذخائر کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ۱۷۵۳ء میں قائم کیا گیا۔ لندن کے قریب بلز مذبری کے مقام پر واقع ہے۔

("اردو انسائیکلوپیڈیا"، ص ۳۰۷)

برلن (Berlin): ۴۔۱۲۷

جرمنی کا دارالحکومت، دوسری جنگ عظیم کے بعد اس کے دو حصے ہو گئے۔ مشرقی حصے پر روس قبضہ کرلیا بہت سے لوگ ہجرت کر کے مغربی برلن میں آ گئے۔ ۱۹۶۱ء میں دونوں حصوں کے درمیان ایک ۲۹ میل لمبی دیوار بنا دی گئی۔ ۱۹۹۶ء میں اس دیوار کو توڑ دیا گیا اور دونوں حصوں کو ایک کر دیا گیا۔

(بشریٰ افضال عباسی، "جغرافیائی معلومات"، ص ۲۲۸)

بعلبک (Baalbek):B۔۴۱۹

ماضی کا ایک عظیم شہر جس کے آثار مشرق لبنان میں ملے ہیں۔ پہلی یا تیسری صدیوں کے درمیان بنایا گیا۔ لفظی مطلب ''بعل کا شہر'' اس کا نام بعل کی پرستش سے منسوب تھا۔ عرب مسلمان ۶۳۵ء میں شہر پر قابض ہوئے اور معبد کمپلیکس کو ایک قلعے میں تبدیل کر دیا۔ یکے بعد دیگرے کئی حملہ آوروں نے اس خطے کو فتح کیا۔ صدیوں کے دوران لوٹ مار اور زلزلوں نے معبدوں اور دیواروں کو تباہ کر دیا۔ آج کل یہاں ایک فلسطینی پناہ گزین بستی ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۴۶۳)

بغداد (Baghda):A۲۔۳۲۰

عراق کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر۔ دریائے دجلہ کے دونوں طرف آباد ہے۔ برلن بغداد ریلوے اس شہر کو مغربی یورپ سے ملاتی ہے۔ ۷۶۲ء میں عباسی خلیفہ منصور نے یہ شہر آباد کیا اس وقت سے خلافت عباسیہ کے خاتمے تک یہ برابر دارالخلافہ رہا اور صدیوں تک عالم اسلام کا ثقافتی مرکز رہا۔ ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان نے اسے تباہ کر دیا اور اس کی عظمت داستان پارینہ بن گئی۔ ۱۹۲۱ء میں یہ شہر عراق کا دارالحکومت بنا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ، امام اعظمؒ، امام کاظم، حضرت جنید بغدادی اور امام یوسفؒ کے مزار اسی شہر میں واقع ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۲۳۸۔۲۷۶)

بلجیم (Belgium):۴۔۱۲۳

بحیرہ شمالی (یورپ) کے ساحل پر ایک آئینی بادشاہت۔ اس کی سرحدیں نیدرلینڈ، جرمنی، لکسمبرگ اور فرانس سے ملتی ہیں۔ دارالحکومت: برسلز، زبان، ڈچ، فرانسی اور جرمن، مذہب، رومن کیتھولک، سکہ: بلجیئن فرانک ہے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۳۳۔۳۳۲)

بلغاریہ (Bulgaria):A۲۔۱۹۶

جنوب مشرقی یورپ کا ایک ملک جس کی سرحدیں یونان، یوگوسلاویہ، اور مشرق میں بحیرہ اسود جنوب میں بحیرہ مادمورا واقع ہے۔ اس کا صدر مقام صوفیہ ہے۔ اہم معدنیات میں کوئلہ، تانبا اور میگنز شامل ہیں اور زرعی پیداوار میں گندم، باجرہ اور چنے شامل ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۲۴۴)

بلقا: ۷۔۱۲۱

یہ نام آج بھی پوری صحت کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا۔ عرب جغرافیائی دانوں نے یہ نام یا تو شرق اردن کے ان تمام

علاقوں کے لئے استعمال کیا ہے یا اس کے وسطی حصوں کے لئے جس کا مرکزی شہر مختلف وقتوں میں عمان حسبان یا السط رہا ہے۔ اصحاب الکہف کے غار کا محل وقوع بھی یہی بیان کیا جاتا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۸۲۲)

بلکان (Balkans): ۴۔۱۱۶

بلکان (بلقان) ایک سرزمین جو تین اطراف سے بحیرہ ہائے روم، ایڈریاٹک اور اسود سے گھری ہوئی ہے۔ کئی دریا اس سرزمین کو سیراب کرتے ہیں بلکان کا رقبہ ۲ لاکھ مربع میل کے لگ بھگ ہے۔ اس سرزمین نے تاریخ عالم میں کئی عروج و زوال دیکھے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد سربیا، مانٹی نیگرو، آسٹریا، ہنگری کے کچھ علاقوں کو ملا کر یوگوسلاویہ کی ریاست میں بنائی گئی۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص۳۳۴)

بنارس (Benares): ۵۔۱۱۸

اصل نام وراناسی ہے، جو بگڑ کر بنارس ہو گیا۔ اتر پردیش (بھارت) کا ایک تاریخی شہر، دریائے گنگا کے کنارے واقع ہیں۔ ایک سو سے زیادہ مندر ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۹۰۸۔۹۰۹)

بودلین لائبریری (Bodleian Libaray): ۵۔۱۲۸

آکسفورڈ یونیورسٹی کی ایک اہم لائبریری جو ۱۴۰۹ء میں قائم ہوئی اور ۱۵۹۸ء اور ۱۶۱۰ء کے دوران تھامس بوڈلے نے اسے بحال اور وسیع کیا۔ ۱۶۱۰ء سے اسے برطانیہ میں شائع ہونے والی ہر کتاب کی ایک مفت جلد کا مستحق قرار دیا گیا۔ اس میں ۲۵ لاکھ سے زائد کتب موجود ہیں۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص۴۹۶)

بوسنیا اور ہرزیگووینا (Bosnia and Herzegorina): ۶۔۸۱

جنوب مشرقی یورپ میں بلکان جزیرہ نما پر ایک ملک۔ قبل ازیں یہ یوگوسلاویہ میں شامل ایک جمہوریہ تھی۔ مارچ ۱۹۹۲ء میں آزادی کا اعلان کیا۔ ۲۰۰۳ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی آبادی ۴۳ فیصد ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص۵۰۳،۵۰۴)

بھنبھور: ۷۔۵۷

بھنبھور کا نام مشہور عشقیہ داستان سسی پنوں سے وابستہ ہے۔ اس داستان کو فارسی میں بعنوان ''مثنوی حسن و ناز''

پہلی بار میر محمد معصوم بکری نے منظوم کیا تو شہر بھنبور کا ذکر پہلی بار ملتا ہے۔ اس داستان کا جغرافیائی پس منظر سندھ سے عراق جانے والی شاہراہ پر بلوچستان کا ایک خطہ اور شہر ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۳۳۸۔۳۳۹)

بھوپال (Bhopal):۲A۔۱۲۷

وسطی بھارت (مدھیا پردیش) کی ایک سابق اسلامی ریاست۔ اوائل اٹھارویں صدی عیسوی میں اس ریاست کی بنیاد پڑی۔ ۱۸۴۴ء سے ۱۹۲۶ء تک اس پر بھوپال کی بیگمات حکمران رہیں۔ آخری فرمانروا نواب حمید اللہ خاں مرحوم شہزادگان ہند کی جماعت کے صدر بھی رہے۔ اس سے قبل ان کی والدہ سربراہِ ریاست تھیں۔ ۱۹۵۶ء میں ریاست بھوپال کو صوبہ مدھیا پردیس میں شامل کر لیا گیا اور شہر بھوپال جو پہلے ریاست کا صدر مقام تھا اب صوبے کا دارالحکومت ہے۔

(ڈاکٹر رضیہ حامد، ''نقوش بھوپال''، مرتبہ: رفعت سلطان، دہلی: باب علم پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)

بیت المقدس:۲A۔۳۵۶

حضرت ابراہیمؑ نے عبادت کیلئے اللہ رب العزت کے حکم سے روئے زمین پر خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اس جگہ کو مسلمانوں کے یہاں سب سے مقدس اور بابرکت مقام سمجھا جاتا ہے۔ مسجد نبویؐ بھی مسلمانوں کیلئے ایک نہایت بابرکت اور مقدس جگہ ہے۔ ان دو جگہوں کے علاوہ روئے زمین پر ایک اور ایسا مقدس مقام موجود ہے جو مسلمانوں میں انتہائی عزت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، یہ مسلمانوں کا قبلہ اول اور بابرکت مقام بیت المقدس مسجد اقصیٰ ہے۔ اسے دنیا میں مسلمانوں کیلئے تین مقدس ترین مقامات میں سے ایک کی حیثیت حاصل ہے۔

تاریخ کی بعض کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے سب سے پہلے حضرت یعقوبؑ اور بعض روایات کے مطابق حضرت داؤدؑ نے تعمیر کیا۔ مسلم سکالرز کے بقول بیت المقدس کے مقام پر سب سے پہلے حضرت داؤدؑ نے ایک مسجد تعمیر کی۔ اس کے بعد اس میں حضرت سلیمانؑ نے جنوں کی مدد سے توسیع کی کیونکہ حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے ہواؤں اور جنوں پر بھی حکمرانی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ اسی مقدس مقام کے نیچے ایک غار ہے جسے اکثر انبیاء کرام عبادت اور آرام کیلئے استعمال کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنے دور میں اسی مقام کو ہی قبلہ بنایا اور اللہ کے حکم سے انہوں نے اس کے گرد ایک اونچی مسجد تعمیر کی۔ ہمارے پیارے نبی پاکؐ بھی پہلے اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کیا کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبلہ تبدیل ہوا تو انہوں نے نماز کے دوران ہی اپنے چہرہ انور کا رخ یہاں سے ہٹا کر بیت اللہ کی طرف کر لیا اور اس طرح یہ مسلمانوں کا نیا قبلہ قرار پایا۔ معراج شریف کی رات نبی کریمؐ نے اسی مقام پر تمام انبیائے کرامؑ کی نماز میں امامت کی کیونکہ ابھی تک بیت اللہ کو قبلہ قرار نہیں دیا گیا تھا۔ اس عظیم مسجد کو سب سے پہلے فرعون مصر نے تباہ کیا اس کے بعد رومن، عیسائیوں

اور دیگر اقوام نے مختلف زمانوں میں اِسے تباہ کیا۔ اس طرح اس کی تعمیر و تباہی چلتی رہی۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں مسلم افواج نے فلسطین کی سرزمین پر قدم رکھا۔ فتح کے بعد فوری طور پر اس مقدس جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ انہیں ایک جگہ سے عمارتی لکڑی کا ایک ملبہ نظر آیا' حضرت عمر فاروق ؓ نے اس ملبہ کے ڈھیر کے گرد مقام مقدس کے نزدیک ایک پتھر کی سلیب دیکھی' انہوں نے اس کو پہچان لیا۔ مسلمانوں نے اس جگہ کو انتہائی احترام اور عزت کے ساتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے بڑی عقیدت کے ساتھ اس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ انہوں نے ایک ایسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی جہاں ایک مسجد تعمیر کی جا سکے۔ چنانچہ کافی تلاش اور سوچ بچار کے بعد ایک جگہ کا انتخاب کیا گیا اور وہاں ایک خوبصورت مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ فلسطین مکہ مکرمہ کے شمال میں واقع ہے اور مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ ۱۳۰۰ کلو میٹر ہے۔

مسجد کی توسیع کا ایک بار پھر کام مسلم حکمران سلطان مالک بن مروان کے دور میں ہوا۔ اس نے مقدس مقام کے اوپر ایک خوبصورت گولڈن رنگ کا گنبد بھی بنوایا۔ اس کے بعد جب صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں فلسطین پر چڑھائی کی گئی تو سلطان مالک بن مروان کی تعمیر کردہ حصے کو کافی حد تک مسمار کر دیا گیا۔ عیسائیوں نے اس گنبد کے اوپر صلیب کا نشان لگا دیا اور مسجد کو چرچ میں تبدیل کر دیا گیا۔ عیسائیوں کے قبضہ میں جانے کے بعد مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار صلاح الدین ایوبی نے قبلہ اول کی پکار سنتے ہوئے اسے عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرایا اور دوبارہ مسجد کو تعمیر کرایا۔ صلاح الدین ایوبی نے اس مقدس پتھر کے اردگرد حفاظتی باڑ بھی لگوا دی کیونکہ لوگ یہاں سے برکت کیلئے ٹکڑے لے جانا شروع ہو گئے تھے۔ ترکش سلاطین نے ۱۹۲۸ء تک فلسطین پر حکومت کی۔ اس دوران یہ مسجد اور جگہ ان کے زیر اثر رہی۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۸ء تک یہ علاقہ برطانیہ کے زیر اثر رہا۔ ۱۹۴۸ء میں برطانیہ اور امریکہ نے ایک سازش کے تحت فلسطین کا علاقہ یہودیوں کو دے دیا جس نے یہاں اسرائیلی ریاست کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے یہاں موجود مسلمانوں کو بے گھر اور مزاحمت کرنیوالوں کو شہید کر دیا۔ ۱۹۶۷ء میں اسی مسئلہ پر ہونیوالی عرب اسرائیل جنگ کے بعد یہودی بیت المقدس میں داخل ہو گئے' وہ اس مقدس مقام اور وہاں موجود گنبد کو دھماکہ خیز مواد سے اڑانا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اتنے بدحواس ہو گئے کہ انہوں نے قبضہ کرنے کے چند گھنٹوں کے اندر ہی یہ جگہ خالی کر دی۔ موجودہ مسجد اقصیٰ تقریباً ۱۴۰ ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔ بیت المقدس کے درمیان میں مقدس مقام واقع ہے جو ایک پتھر کی سلیب ہے اور اسی کو مسلمانوں کا پہلا قبلہ قرار دیا گیا تھا۔

مسجد اور مقدس مقام کی کیسے تفریق کر سکتے ہیں تو اس کیلئے حرم شریف کے اندر اسکی حدود ہیں اور یہ ساری جگہ ہی مقدس اور بابرکت ہے۔ ہمیں آج جو مسجد دکھائی دیتی ہے یہ بیت المقدس کا جنوبی حصہ ہے جسے پہلی بار حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں تعمیر کیا گیا تھا جبکہ بعد میں متعدد حکمرانوں نے اس کی از سر نو تعمیر کی۔ اس عظیم مسجد کی ابتدائی ایام میں آنے والے پیغمبروں نے تعمیر کی جبکہ اسلام کے دشمن اسے تباہ کرتے رہے۔ مسجد اقصیٰ میں واقع مقدس مقام مسجد کے درمیان میں واقع

ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں پیغمبرؐ اللہ کی عبادت کرتے اور اپنی دعائیں قبول کراتے تھے، یہی قبلہ اول ہے۔ یہاں پر اللہ کی رحمت مسلسل برستی رہتی ہے۔ یہی وہ مقدس جگہ ہے جہاں سے حضرت جبرائیلؑ جنت کی براق پہن کر نبی پاکؐ کو آسمانوں کی سیر کیلئے لے گئے۔

اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو گرانے کیلئے آہستہ آہستہ اس کی بنیادیں کمزور کرنا شروع کر دیں۔ پہلے تو کوئی بھی ذی ہوش انسان مسجد کو گرانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور اگر بفرض محال اس کی ضرورت آن ہی پڑے تو وہ دوبارہ پہلے سے بھی شان و شوکت سے تعمیر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر کوئی انسان بلاوجہ مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بظاہر اللہ تعلالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہے اور اس کا انجام نہایت دردناک ہے۔ یہودی اس مسجد اور مقدس مقام کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ بیت المقدس کا مکمل کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے بقول یہ جگہ ان کے ایک سابقہ بادشاہ کی ملکیت ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی از سر نو تعمیر کی اسی لیے یہودی اسے ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت اس مقدس مقام کی حفاظت فرمائے، فلسطینی بھی بیت المقدس کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے اور ایک بار پھر مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال ہو کر یہ مسجد اور مقدس مقام مسلمانوں کے مکمل کنٹرول میں آئے[۲]۔

[۱] (عبدالحلیم شرر، ''تاریخ ارض مقدس''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۹ء، متعدد صفحات)

[۲] (روزنامہ خبریں، لاہور، ۲۹/جنوری ۲۰۱۰ء)

بیروت (Beriut): ۲A۔۳۳۵

لبنان کا صدر مقام۔ ایک نہایت مصروف بندرگاہ اور ہوائی اڈا۔ لیکن یہ جنگوں کے باعث بری طرح تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ یہ شہر ایک بڑا تجارتی، صنعتی، ثقافتی اور تعلیمی مرکز ہے۔ یہ ایک نہایت خوبصورت اور جدید شہر تھا جو بالکل کھنڈر بن گیا اسے دوبارہ سے زیر تعمیر کیا جا رہا ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۲۶۲)

پالن پور: ۲A۔۱۱۲

غیر منقسم ہندوستان کی ایک مسلم ریاست آج کل بھارت کے صوبہ بمبئی میں شامل، ریاست پالن پور کو سولھویں صدی عیسوی کے خاتمے پر لوہانی پٹھانوں نے فتح کیا۔ مغل اور انگریزوں کے عہد میں بھی یہ ریاست خود مختار رہی۔ ۱۰ جون ۱۹۴۸ء کو یہ ریاست انڈین یونین (موجود بھارت) کی ریاست بمبئی میں مدغم کر دی گئی۔ غالب اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ باشندوں میں اکثر و بیشتر لوگ گجراتی زبان بولتے ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۵۷۵)

پامیر (Pamirs):IB_۳۱۹

وسط ایشیا کا ایک کوہستانی خطہ۔ یہ زیادہ تر تاجکستان میں واقع ہے اور شمال مشرقی افغانستان اور شمالی مغربی چین تک پھیلا ہوا ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۵۸۴)

پٹیالہ: ۲A_۶۹

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے پہلے صوبہ پنجاب میں سکھوں کی سب سے بڑی ریاست تھی۔ جب بھارت نے ریاستوں کے نظام کو ختم کر دیا تو پٹیالے کو پنجاب میں مدغم کر دیا گیا۔ ۱۹۲۶ء میں جب لسانی اعتبار سے پنجاب کی تقسیم عمل میں آئی تو پٹیالہ پنجابی صوبے میں شامل کیا گیا۔ ۱۹۶۰ء میں یہاں پنجابی یونیورسٹی قائم ہوئی۔

(خلیفہ سید محمد حسن خاں بہادر (وزیر اعظم ریاست)، ''تاریخ پٹیالہ''، امرتسر: سفیر ہندوستان پریس، ۱۸۷۸ء، متعدد صفحات)

پروشیا (Prussia):۵_۱۵۳

جرمنی کی سابق بادشاہت اور ریاست، ویانا کانگریس میں مذاکرات کے بعد پروشیا مغربی یورپ کی ایک سرکردہ جرمن ریاست بن کر ابھری۔ پروشیا کی ریاست کو ۱۹۴۷ء میں اتحادی کنٹرول کونسل نے ختم کرنے کا باقاعدہ اعلان کیا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۶۰۷)

پنجاب (Punjab):۲A_۷

پانچ دریاؤں کی سرزمین۔ ایک روایت کے مطابق یہ نام اکبر اعظم نے دیا۔ پنجاب کا علاقہ حملہ آوروں کی گزرگاہ ہونے کے سبب متعدد بار میدان جنگ بنا۔ ۱۵۰۰ ق م آریہ حملہ آور آباد ہوئے۔ ۳۶۷ ق م میں یہ علاقہ سکندر اعظم کے زیر تسلط آیا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان فاتحین آئے۔ پنجاب میں عہد مغلیہ میں سکھوں کو عروج حاصل ہوا۔ احمد شاہ ابدالی کے حملوں سے پنجاب میں جو انتشار پھیلا اسے غنیمت جان کر سکھوں نے جہلم سے ہانسی تک کا علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ سکھوں کے بارہ گروہ تھے جنہیں مثلیں کہا جاتا تھا، ان میں سب سے طاقتور بھنگی مثل تھی، جو لاہور اور امرتسر سے جہلم تک علاقے پر حکمران تھی۔ اسی مثل میں رنجیت سنگھ پیدا ہوئے۔ ۱۷۹۸ء میں شاہ زمان، والی کابل نے لاہور فتح کیا تو اس نے رنجیت سنگھ کو لاہور کی حکومت کا پروانہ دے دیا یوں ایک مسلمان بادشاہ کی عنایت سے پنجاب میں سکھوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ ۱۸۴۹ء کو انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر پنجاب کا الحاق بھی اپنی حکومت کے ساتھ کر لیا۔ تقسیم بھارت کے بعد مغربی حصہ پاکستان کے موجودہ صوبہ پنجاب پر مشتمل ہے، اور مشرقی حصہ بھارت کے تین صوبوں ہماچل پردیش، پنجابی صوبہ اور صوبہ ہریانہ میں منقسم ہو چکا ہے۔

(سید محمد لطیف، ''تاریخ پنجاب''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

پومپائی (پومپی)(Pomepii):A۲۔۳۰۴

اٹلی کے خطے کا مپانیا کا ایک قدیم شہر۔ اس شہر کی بنیاد ۶۰۰ ق م کے قریب رکھی گئی۔ ۶۳ء میں ایک زلزلے نے شہر کو نقصان پہنچایا۔ ۷۹ء میں کوہ ویسوویس پھٹنے سے پومپائی راکھ تلے دب گیا، ۱۷۴۸ء میں اس کی کھدائی شروع کی گئی۔ یہاں سے قدیم ترین اشیاء، تصاویر اور مجسمے صحیح حالت میں دریافت ہوئے ہیں۔

(www.history.com/topics/pomepii, {Site visited:12-06-2010})

تاج محل(Taj Mahal):A۱۔۶۸

آگرہ، ہندوستان میں ایک یادگار جسے دنیا کی خوبصورت ترین عمارات میں شمار کیا جاتا ہے۔ مغل شہنشاہ شاہ جہاں نے اپنی بیوی ارجمند بانو کی یاد میں اسے تعمیر کروایا۔ یہ عمارت بائیس سال میں تیار ہوئی۔ اس کی تعمیر پر چار کروڑ روپیہ صرف ہوا اور بیس ہزار معماروں اور مزدوروں نے اسے بنایا۔ اس میں ارجمند بانو اور شاہجہاں کی قبریں ہیں۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۶، ص ۲۲)

تبت(Tibet):A۲۔۱۶۷

جنوبی ایشیا کا تاریخی خطہ اور عوامی جمہوریہ چین کا ایک خود مختار صوبہ۔ ۱۹۵۹ء میں ایک شورش کے دوران دلائی لاما فرار ہو کر ہندوستان چلا گیا۔ تب چین نے تبت کا انتظام سنبھالا اور ۱۹۶۵ء میں ایک ہمدرد تبتی حکمران تعینات کر کے مذہبی حکومت کی جگہ کیمونسٹ انتظامیہ متعارف کروائی۔ معیشت پر زراعت کا غلبہ ہے۔ تبت ریلوے موجود نہیں۔ یاک اس علاقے کا خاص پالتو جانور ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۶۷۹)

تبوک: ۷۔۱۲۱

عہد نبویؐ میں شمال عرب اور بوزنطیی سلطنت کی سرحد کے قریب درب الحج پر واقع ایک شہر (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے غزوہ تبوک)۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۶، ص ۱۳۱)

ترکستان (ترکمانستان)(Turkemanistan):۸۔۱۱۷

وسط ایشیا کے جنوب مغربی حصے میں ایک جمہوریہ جس کا دارالحکومت اشک آباد ہے۔ ترکمانستان کو آٹھویں صدی میں مسلمانوں نے فتح کیا۔ گیارہویں صدی میں سلجوق برسر اقتدار آئے۔ تیرہویں صدی میں چنگیز خاں نے اسے فتح کیا پھر تیمور نے اسے تاراج کیا۔ ۱۸۸۱ء میں یہ علاقہ روس کا حصہ بنا۔ ترکمانستان روس کی غریب ترین جمہوریہ تھی۔ ۱۹۹۰ء میں یک طرفہ اعلان آزادی کر دیا۔ ۱۹۹۴ء میں ترکمانستان نے منات کے نام سے اپنی کرنسی جاری کی۔

(محمد حیات، ''تاریخ وسط ایشیا''، لاہور: اسلامک بک سروس، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹)

ٹونس (تیونس) (Tunisia):A۲-۶۴

شمالی افریقہ کی ایک مسلم ریاست۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر: تیونس، مذہب: اسلام، سکّہ: دینار، زبان: عربی۔ یہاں سب سے پہلے رومنوں، ونڈالوں، سیاہ فام افریقیوں اور عربوں سمیت بہت سے لوگوں نے موجودہ تیونس میں رہائش اختیار کی۔

("اردو انسائیکلو پیڈیا"، ص۷۲۳)

جاپان (Japan):۸-۱۶۵

ایشیا کی ایک آئینی بادشاہت اور سب سے بڑی ایشیائی صنعتی مملکت۔ اس میں چار بڑے جزائر اور متعدد چھوٹے چھوٹے جزائر شامل ہیں۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ٹوکیو ہے۔ مذہب، شنٹو اور بدھ مت، سکہ: ین۔ انیسویں صدی کے آخری حصے میں جاپان کی یہ کوشش رہی کہ ایشیا کے پڑوسی ممالک پر قبضہ کر کے سلطنت کو وسعت دی جائے۔ فوج کشی کے لئے بہانہ تراشا گیا کہ ملک یک آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔

("اردو انسائیکلو پیڈیا"، ص۵۲۳)

جامع مسجد دمشق:A۲-۷

جامع مسجد دمشق کا شمار قرونِ وسطیٰ کے چار عجائبات میں کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص وہاں پر سو سال بھی قیام کرتا تو ہر روز اُس کے مشاہدے میں ایک نئی چیز آتی۔ ولید بن عبدالملک نے یہ مسجد تعمیر کروائی تھی۔ اُس پر اپنی سلطنت کے سالانہ محاصل کی خاص بڑی رقم خرچ کی۔ مسجد کی تعمیر پر آٹھ سال صرف ہوئے۔ اس کی بنیاد و تعمیر کے متعلق کاغذات کو اٹھارہ اونٹوں پر لاد کر بھیجنا پڑا۔ مسجد میں جھاڑ فانوس لٹکانے کے لیے چھے سونے کی زنجیریں استعمال ہوتی تھیں۔ یہ مسجد ایک تعلیمی مرکز تھی۔ ابن جبیر کا بیان ہے کہ اس مسجد میں درس کے متعدد حلقے تھے اور اساتذہ کے معقول مشاہرے مقرر تھے۔

(منور جہاں رشید، "قدیم اسلامی مدارس"، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۵ء، ص۸۳-۸۴)

جبرالٹر (جبل الطارق) (Gibrater):A۲-۵

سپین کے جنوب میں، بحیرہ روم کے ساحل پر، ایک چھوٹی سی برطانوی نوآبادی اور اہم بحری اور ہوائی اڈا۔ زمانہ قدیم سے یہ پہاڑی سپین کا حصہ رہی ہے۔ ۷۱۱ء میں شمالی افریقہ کے عرب مسلمانوں نے طارق بن زیاد کی سرکردگی میں سپین پر حملہ کیا تو سب سے پہلے یہی پہاڑی ان کے قبضے میں آئی اور طارق کے نام پر اس کا نام جبل الطارق (جبرالٹر) رکھا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں ریفرنڈم کے ذریعے مقامی آبادی نے برطانوی اقتدار کے حق میں ووٹ دیا۔

("اردو انسائیکلو پیڈیا"، ص۵۳۱)

جرمنی (Germany):۸-۱۶۲

وسطی یورپ میں ایک اہم صنعتی ملک، ۱۶ ریاستوں کی وفاقی یونین ۔ دارالحکومت : برلن، مذہب: عیسائیت، زبان: جرمن، سکّہ: ڈیوشے مارک۔ اہم دریاؤں میں رائین اور ڈینیوب ہیں۔

(پروفیسر ایم۔اے خسرو،''جامع انسائیکلوپیڈیا''،جلد۴،نئی دہلی:قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،۲۰۰۰ء،ص۱۶۴-۱۶۶)

جمنا،دریا (Jumna , River):1A-۱۵۱

شمالی ہندوستان کا ایک دریا جو دریائے گنگا کا مرکزی معاون دریا ہے۔کوہ ہمالیہ کے علاقہ جمنوتری سے نکلتا ہے۔ ہندو اس مقام کو بڑا متبرک سمجھتے ہیں جہاں دریائے جمنا اور گنگا آپس میں ملتے ہیں۔ یہ دریا بھارتی صدر مقام دہلی کے بیچ میں سے گزرتا ہے۔ دہلی کا زیادہ حصہ اس دریا کے مغربی کنارے آباد ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی،''جغرافیائی معلومات''،ص۴۰۱)

چترال:1B-۴۷۸

براعظم پاک و ہند کی ایک سابق ریاست ۱۸۹۵ء میں انگریزوں کے زیر تسلط آئی۔ تقسیم ہند کے بعد یہ ریاست پاکستان میں شامل ہوگئی۔ شہر چترال پشاور سے ۲۲۷ میل کی دوری پر دریائے چترال کے کنارے سطح بحر سے ۴۸۴۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ چینیوں نے اسے چتر کا نام دیا۔ اسلام کی آمد پر اس کا نام چترار ہوگیا۔ زمانے کی گردش نے اسے چترال بنادیا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''،ص۵۷۸-۵۸۹)

چناب،دریائے (Chenan , River):2B-۱۸۶

یہ دریا ہمالیہ سے نکلتا ہے اور جموں سے ہوتا ہوا پاکستان میں دریائے ستلج سے مل جاتا ہے۔ ماسوائے دریائے سندھ، پاکستان کے تمام دریاؤں سے بڑا ہے۔ نہر اپر چناب ہیڈ مرالہ سے اور لوئر چناب خانکی ہیڈ سے نکالی گئی ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی،''جغرافیائی معلومات''،ص۴۴۰)

چین (China):۴-۴۹

مشرقی ایشیا کی ایک عوامی سوشلسٹ جمہوریہ۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اور رقبے کے لحاظ سے تیسرا سب سے بڑا ملک۔ انتظامی مقاصد کے تحت چین ۲۲ صوبوں، ۵ خود اختیاری علاقوں اور تین براہ راست مرکزی حکومت کے زیر انتظام شہروں میں منقسم ہے۔ اس کی سرحدیں روس، منگولیا، شمالی کوریا، ویت نام، لاؤس، میانمر، بھارت، بھوٹان، نیپال، پاکستان، افغانستان، کزاخستان، کرغزستان اور تاجکستان سے ملتی ہیں، اس کی آبادی تقریباً ایک ارب ۲۷ کروڑ، دارالحکومت: بیجنگ، سب

سے بڑا شہر: شنگھائی، زبان: چینی، سکہ: یووان، مذہب: بدھ مت: کنفیوشس مت، تادمت، اسلام اور عیسائیت ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۴۶)

حلب (Aleppo): ۲A_۲۵۲

حلب یا آلیپو۔ قدیم نام Beroea شمالی شام کا ایک شہر۔ تیسری صدی عیسوی میں حلب یورپ اور مشرق کی سرزمین کے درمیان عظیم ترین مرکز بن گیا۔ اس شہر کی تاریخ شام کی تاریخ سے مختلف نہیں ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد ا، ص ۹۱۲)

حیدرآباد (Hyderabd): ۴_۷۰

جنوبی ہندوستان کی ایک سابق مسلم ریاست۔ اس شہر کو قطب شاہ نے بسایا تھا اور اس کا نام اپنی محبوبہ بھاگ متی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب ملا تو شہر کا نام حیدرآباد ہو گیا۔ دہلی میں نادر شاہ کے حملے کے بعد دکن کے صوبیدار نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا اور سلطنت آصفیہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۷ء میں نظام دکن نواب میر عثمان علی خاں نے ریاست کے الحاق کا اعلان پاکستان کے ساتھ کر دیا۔ ستمبر ۱۹۴۸ء میں بھارتی فوج نے ریاست پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۵۶ء میں صوبہ آندھرا پردیش کی تشکیل ہوئی تو ریاست کو اس نئی ریاست کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔

(رئیس احمد جعفری، ''حیدرآباد — جو کبھی تھا''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۱ء، متعدد صفحات)

خدابخش پٹنہ لائبریری: ۵_۱۳۰

یہ لائبریری بہار خاں بہادر خدابخش نے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں گنگا کے کنارے پٹنہ میں بنائی۔ اس میں کتابوں کی تعداد ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس میں قلمی نسخوں کی تعداد اکیس ہزار سے زیادہ ہے۔ اب یہ لائبریری ایک ادارہ بن چکا ہے۔ جسے منسٹری آف کلچر (انڈیا) کے تحت چلائی جا رہی ہے۔

(الحاج محمد زبیر، ''اسلامی کتب خانے''، کراچی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، س۔ن، ص ۲۷۷_۲۸۲)

خلیج میکسیکو (Gulf of Mexico): ۵_۷۶

یہ خلیج ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے جنوب مشرق میں اور ریاست میکسیکو کے مشرق میں واقع ہے اور تجارتی لحاظ سے اہم ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۷۰)

خوشاب: ۱A_۶۶۴

صوبہ پنجاب کا ایک ضلع۔ اس کی بنیاد بہلول لودھی کے بیٹے سکندر لودھی نے رکھی تھی۔ مغل بادشاہ بابر کی فوج نے

یہاں پڑاؤ ڈالا اور اس نے پانی پیا تو بے اختیار یہ کیا کہ "ایں خوش آب است" اس طرح اس کا نام خوش آب سے خوشاب ہو گیا۔

(سید قاسم محمود، مرتب: انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، کراچی: شاہکار فاؤنڈیشن، ۱۹۹۸ء، ص ۴۸۱-۴۸۳)

دجلہ، دریائے (Tiger River):۸-۱۱۶

جنوب مغربی ایشیا میں شہر جو مشرقی ترکی سے نکلتا اور عراق میں بہتے ہوئے دریائے فرات کے ساتھ آملتا ہے۔ دریا کے کنارے آباد بڑے شہروں میں دیار بکر (ترکی) موصل و بغداد (عراق) میں، اشوریہ کے قدیم دارالحکومت نینوا کے آثار دجلہ کے کنارے موجود ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، "جغرافیائی معلومات"، ص ۴۷۶)

دِلّی (دہلی) (Delhi):۲A-۴۲

بھارت کا دارالحکومت، دریائے جمنا کے کنارے آباد ہے اور بہت قدیم شہر ہے۔ پرانے زمانے مین اِس کا نام اندر پرستھ تھا۔ ۱۱۹۲ء میں محمد غوری (معز الدین محمد بن سام غوری) نے اس شہر کے راجا پرتھوی راج چوہان کو شکست دے کر یہاں سلطنت دہلی کی بنیاد رکھی ۱۵۲۶ء میں مغل شہنشاہ بابر نے اس سلطنت کے آخری بادشاہ ابراہیم لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکست دی اور ہندوستان میں مغل خاندان کی حکومت قائم کی۔ ابتداء میں مغلوں کا دارالحکومت آگرہ تھا۔ شاہجہاں نے ۱۶۳۸ء میں دہلی کو دارالسلطنت بنایا مغلوں کے زوال کے بعد ۱۷۷۱ء میں دہلی پر مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۸۰۳ء میں اس پر انگریز قابض ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں یہ شہر جنگ آزادی کا مرکز بنا۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اس پر انگریزوں کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ جب ہندوستان براہ راست انگریز حکومت کے قبضے میں آیا تو کلکتے کی بجائے دہلی کو دارالحکومت بنایا گیا اور ۱۹۱۲ء تا ۱۹۳۱ء یہ عبوری دارالحکومت رہا۔ اسی دوران نئی دہلی کی تعمیر شروع ہوئی، جو پرانے شہر کے قریب ایک جدید طرز کی آبادی ہے۔ ۱۹۳۱ء میں نئی دہلی کو باقاعدہ طور پر دارالحکومت بنا دیا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں یہاں عالمی تجارتی میلہ منعقد ہوا۔

(مہیشور دیال، "عالم میں انتخاب: دِلّی" دہلی: اردو اکادمی، طبع دوم ۱۹۹۳ء، متعدد صفحات)

دمشق (Damascus):۲A-۱

جمہوریہ شام کا دارالحکومت اور دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے جو مسلسل آباد چلا آرہا ہے۔ اموی خلفا کا صدر مقام رہا۔ عباسیوں نے برسر اقتدار آنے کے بعد بغداد کو دارالخلافہ بنایا، لیکن دمشق کی اہمیت پھر بھی باقی رہی۔

("اردو انسائیکلو پیڈیا"، ص ۴۹۰-۴۹۱)

دولت آباد: ۲A۔۸۲

ایک پہاڑی قلعہ، اورنگ آباد سے دس میل شمال مغرب کی جانب صوبہ مہاراشٹرا میں واقع ہے۔ دولت آباد پہلے دیوگری (صحیح دیواگری) یعنی ''خدائی پہاڑی'' کہلاتا تھا اور مسلمانوں سے پہلے یادواYndvas خاندان کے راجاؤں کا صدر مقام تھا۔ دہلی کے سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے بھتیجے علاء الدین کو دیوگری کی بے شمار دولت کی خبریں سن کر قلعے کی تسخیر کا شوق پیدا ہوا۔ دیوگری کے علاقے کا سلطنت دہلی سے الحاق ہوگیا۔ ۷۱۸ھ/ ۱۳۱۸ء میں وہاں ایک بڑی جامع مسجد تعمیر ہوئی۔ اِس کے بعد دیوگری کی تاریخ میں اہم زمانہ وہ ہے جب ۱۳۲۷ء میں محمد بن تغلق یہ محسوس کیا کہ دیوگری کا نام بدل کر دولت آباد رکھا جائے اور وہی اِس کی سلطنت کا صدر مقام بنے۔ پہلے تو سرکاری عہدے داروں کو اس پر راضی کیا گیا کہ وہاں جاکر آباد ہوں، لیکن ۱۳۲۹ء میں تمام آبادی کو تادیباً مجبور کیا گیا کہ دہلی چھوڑ کر دولت آباد جائیں پھر دولت آباد کو مرکز عمل بنا کر تمام دکن میں امن وامان قائم کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد جب شمالی ہند پر مغلوں نے تاخت کی تو محمد تغلق کو مجبوراً دہلی واپس آنا پڑا اور دولت آباد پہلے کی طرح پھر جنوب میں فوج کا ایک مستقر بن کر رہ گیا۔ دولت آباد ہی میں (از ادارہ) امیران اسمٰعیل مُخ کو اپنا سردار منتخب کیا اور ایک سال بعد ظفر خان، جو دہلی کی فوج کو شکست دے چکا تھا، اسمٰعیل کی جگہ وہیں پہلا بہمنی سلطان بن گیا۔ بہمیون نے دولت آباد کو شمالی سرحد کی چھاونی بنائے رکھا اور اس کے دفاعی قلعہ بندی کو اور مضبوط کیا۔ مشہور چاند مینار انھیں کے زمانہ تسلط کی یادگار ہے۔ ۱۵۰۰ء میں یہ ان کا دارالسلطنت بن گیا۔ مغل بادشاہ شاہ جہاں بخوبی سمجھتا تھا کہ دکن پر تسلط قائم رکھنے کے لیے دولت آباد کلیدی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ مہابت خان نے ۱۶۳۳ء مین اِس کا سختی سے محاصرہ کیا اور مغل سلطنت کے لیے اسے فتح کرلیا۔ ۱۷۵۷ء میں صلابت جنگ نے دولت آباد نظام الملک کے لیے مسخر کیا، مگر تین سال بعد یہ شہر مرہٹوں کے ہاتھ آ گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۴۶۸۔۴۶۹)

روس (Ruusia): ۲A۔۱۴۷

براعظم ایشیا اور یورپ کے شمال میں پایا جانے والا رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک۔ اس کا صدر مقام ماسکو ہے۔ اس ملک نے آدھی دنیا گھر رکھی تھی۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۹۲ء تک اس نے بہت سی سوشلسٹ ریاستیں اپنے ساتھ شامل کر کے ایک بہت بڑی سیاسی طاقت بنائی تھی [۱] مگر اب یہ یونین ٹوٹ چکی ہے۔ اس کی ۱۴ ریاستیں الگ ہو چکی ہیں مگر اب بھی یہ رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ ۱۹۹۱ء تک اس کا نام سوویت یونین تھا۔ روسی سرکاری زبان ہے۔ عیسائیت، اسلام، بدھ مت، یہودیت، مشہور مذاہب ہیں۔ روبل سکہ ہے[۲]۔

[۱] (شیر جنگ، ''تاریخ انقلاب روس''، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۷ء، متعدد صفحات)

[۲] (بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۵۳۱)

روم(Rome):۸۔۱۱۶

اٹلی کا شہراور دارالحکومت۔ایک روایت کے مطابق شہر کی بنیاد ۷۵۳ ق م میں رکھی گئی۔اس شہر کو سات پہاڑوں اور ان سے ملحقہ وادیوں میں بسایا گیا تھا۔روم کو دنیا کی ایک قدیم اور عظیم سلطنت ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔۱۸۷۱ء کے بعد سے روم متحدہ اٹلی کا دارالحکومت بنا۔یورپ کا ایک قدیم شہر ہونے کے ناطے ہر دور کی یادگاریں اور مقبرے موجود ہیں۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''،ص ۱۰۹۲،۱۰۹۳)

روم،بحیرہ(Mediterranean Sea):A۲۔۵

دنیا کے محصور بحیروں میں سب سے بڑا بحیرہ۔چین اور وادی سندھ کی تہذیبوں کے سوا دنیا کی تمام بڑی بڑی تہذیبوں نے اسی کنارے جنم لیا۔آبنائے جبل الطارق اسے اوقیانوس سے اور درہ دانیال بحیرہ مارمور اور آبنائے باسفورس اسے بحیرہ اسود سے ملاتی ہے۔اس کے ذریعے سے یورپ اور ایشیا کے بحری فاصلے کم ہو جاتے ہیں۔

(''جغرافیائی معلومات''،ص ۵۳۳)

رومانیہ(Romanina):۳۔۱۲۷

جزیرہ بلقان کی ایک سوشلسٹ جمہوریہ۔صدر مقام بخارسٹ ہے۔زمانہ قدیم میں اس ملک کا نام واسیا تھا اور یہ تیسری صدی عیسوی تک سلطنت روم کا حصہ تھا۔منگولوں کے تسلط کے خاتمے کے بعد،یہاں دو ریاستیں ولاچیا اور مولدا دیا روس کے زیر تسلط آ گئیں۔۱۸۶۶ء میں دونوں ریاستوں کے اتحاد کے بعد متحدہ ریاست رومانیہ وجود میں آئی۔پہلی جنگ عظیم میں رومانیہ نے اتحادیوں کا ساتھ دیا،جس پر جرمن فوجوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔اتحادیوں کی فتح کے بعد ۱۹۱۹ء کو یہ ملک آزاد ہوا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''،ص ۷۶۱)

زنجبار(زنجبار)(Zanzibar):۸۔۱۲۶

مشرقی افریقی ملک تنزانیہ سے تقریباً ۲۰ میل مشرق میں بحر ہند میں واقع ایک جزیرہ جس کا رقبہ ۶۸۰ مربع میل ہے۔آب وہوا گرم مرطوب ہے۔تنزانیہ کے زیر تسلط ہے۔اپنے لونگ کی پیداوار کے سبب مشہور ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی،''جغرافیائی معلومات''،ص ۵۷۷)

زہرہ(Venus):A۱۔۳۳۸

نظام شمسی کا ایک سیارہ،جس کا محور زمین اور عطارد کے درمیان ہے۔سورج نکلنے کے وقت مشرقی جانب اور سورج غروب ہونے کے وقت مغربی جانب نظر آتا ہے۔یہ اکثر دن کے وقت بھی نظر آ جاتا ہے۔اس کو سورج کی بہن بھی کہا جاتا

ہے۔ رومی دیو مالا میں حسن وعشق کی دیوی، قدیم بابل میں اسی نام کی ایک خوبصورت عورت تھی جس پر دوفرشتے ہاروت اور ماروت عاشق ہو گئے تھے۔

(''اردو سائنس انسائیکلوپیڈیا''، جلد۱۰، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع اول ۲۰۰۸ء، ص ۱۸۳۵۔۱۸۳۶)

سامرہ(Samra): ۴۰۔۱۴۸

بغداد سے ستر میل شمال کی طرف دریائے دجلہ کے کنارے خلفائے بنی عباس کی فوجی چھاؤنی۔ معتصم باللہ نے یہ شہر آباد کیا اور وہاں فوجی بارکوں کے علاوہ محلات بھی تعمیر کرائے کچھ عرصہ بعد دارالحکومت بھی سامرہ منتقل کرلیا۔ ساٹھ برس تک سامرہ خلفائے بنی عباس کا پایہ تخت بنا رہا۔ اب محض ایک گاؤں ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۱۰، ص ۶۲۵۔۶۲۹)

سبا(Sheba): ۲A۔۱۳۰

یمن کی قدیم بادشاہت جس کا ذکر بائبل اور قرآن مجید میں آیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے درمیان ملاقات کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ سید سلیمان ندوی کی تحقیق کے مطابق سبائی سردار کا نام عمر یا عبدشمس تھا، اس نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بنالیا تھا اس لئے اس کا لقب سبا (غلام بنانے والا) پڑ گیا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۱۰، ص ۶۷۴۔۶۹۲)

سپین(Spain): ۸۔۲۵

جنوب مغربی یورپ کی ایک آئینی بادشاہت۔ جس میں جزیرہ نما آئبیریا کا بیشتر علاقہ شامل ہے (باقی حصہ پرتگال میں ہے) جبل الطارق کی آبنائے، سپین کو براعظم افریقہ سے جدا کرتی ہے اور پیرینیز کا سلسلہ ہائے کوہ اسے یورپ سے علیحدہ کرتا ہے علاقہ زیادہ تر پہاڑی ہے۔ سلسلہ کوہ شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ عربوں نے تقریباً چھ سو سال تک سپین پر نہایت شان و شوکت سے حکومت کی۔ اسی زمانے میں، جبکہ سارا یورپ جہالت کی تاریکی مین ڈوبا ہوا تھا۔ سپین تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کے میدان میں دنیا بھر کی رہنمائی کر رہا تھا۔ قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیاں جدید علوم کے مراکز تھیں۔ اموی سلطنت کے انتشار پر سپین کئی چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں میں بٹ گیا اور ان کی باہمی چپقلش سے فائدہ اُٹھا کر شمال کی عیسائی ریاستوں نے ۱۲۵۰ء تک طلیطلہ، قرطبہ اور اشبیلیہ پر قبضہ کر کے عربوں کو جنوبی سپین کی طرف دھکیل دیا، جہاں چھوٹی سی مملکت غرناطہ ۱۴۹۴ء تک مسلمانوں کا آخری حصار بنی رہی۔ ۱۴۶۹ء میں ایک شمالی عیسائی ریاست اورگوان کے بادشاہ فرڈینینڈ نے ملکہ ازابیلا سے شادی کی، جس کے نتیجے میں دونوں ریاستیں متحد ہوگئیں ۱۴۹۲ء میں انہوں نے غرناطہ بھی فتح کرلیا۔

(پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی، ''عبرت نامہ اندلس''، مترجم: مولوی عنایت اللہ ناظم، لاہور: مقبول اکیڈمی، س۔ن، متعدد صفحات)

سسلی (Sicily):2A-۷۰

اٹلی کے جنوب میں بحیرہ رُوم کا سب سے بڑا جزیرہ۔ علاقہ زیادہ تر پہاڑی ہے۔ میسینا (Messina) کی ایک تنگ آبنائے اسے اٹلی سے جدا کرتی ہے۔ آب و ہوا معتدل اور ساحلی مناظر بڑے دلکش ہیں۔ پھل بکثرت ہوتے ہیں۔ سسلی کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ حضرت مسیح سے بھی صدیوں پہلے یہ جزیرہ آباد تھا اور مختلف قوموں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یونانیوں، رُومیوں، کارتھیجیوں، اور بازنطینیوں اور عربوں نے یہاں اپنی حکومتیں قائم کیں۔ بنی اغلب کے حکمران زیادۃ اللہ نے سسلی پر چڑھائی کر کے پلرمو پر قبضہ کرلیا۔ تقریباً دوسو سال تک سسلی پر عرب حکمران رہے۔ ۱۰۷۱ء میں راجر اول کی سرکردگی میں نارمنوں نے پلرمو فتح کر کے ۱۰۹۱ء تک سارے سسلی پر قبضہ کرلیا۔ اِس زمانے کے بعد عرب کلچر نے سسلی میں نشو و نما پائی۔ سسلی کے بڑے شہروں میں اب تک عربوں اور نارمنوں کے آثار ملتے ہیں۔ نارمن عہد کے بعد کئی صدیوں تک سسلی فرانس، جرمنی، اور سپین کے نوابوں کی غارت گری کا مرکز بنا رہا حتیٰ کہ ۱۸۶۱ء میں گری بالڈی نے اس کو اٹلی کے ساتھ ملا لیا۔ سسلی کے باشندے یونانی، اطالوی، اور عربی مخلوط نسل کے ہیں۔ پلرمو بڑا شہر اور سسلی کا صدر مقام ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۱۹۷)

سلیمان، کوہ (Soleman Range):1B-۴۷۸

شمال جنوباً رخ میں تقریباً ۳۰۰ میل کی لمبائی تہہ کرتے ہیں۔ ان کی بلند ترین چوٹی تخت سلیمان ۱۱۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ جنوب میں درہ بولان ہے جس میں سے دریائے بولان گزرتا ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۳۰۱)

سمرقند (Sumar Kand):2A-۲۵۲

ازبکستان کا اہم شہر، بخارا سے ۱۵۰ میل مشرق میں دریائے زرافشاں کے کنارے آباد ہے۔ ۳۲۹ ق م میں اس پر سکندر اعظم نے قبضہ کیا۔ آٹھویں صدی میں اس پر عربوں کا قبضہ ہوگیا۔ تیمور لنگ کی سلطنت کا دارالحکومت بنا۔ ۱۸۶۸ء میں روس کے زیر تسلط آیا۔ ۱۹۲۵ء میں ریاست ازبکستان کا صدر مقام بنا، مگر ۱۹۳۰ء میں صدر مقام تاشقند تبدیل کر دیا گیا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۸۵۰-۸۵۱)

سمرنا (Samerna):2A-۱۵۳

ترکی کی اہم ترین بندرگاہ۔ اس کا نیا نام ازمیر ہے۔ یہ بندرگاہ خلیج سمرنا کے سرے پر جو کہ بحیرہ اجیین کی ایک شاخ پر واقع ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۶۲۸)

سندھ(Sind):۴۔۹۴

پاکستان کا رقبے کے لحاظ سے سب سے چھوٹا صوبہ جو ملک کے جنوب مشرق میں واقعہ ہے۔ زمین کا پانی میٹھا نہیں اس لئے قابل استعمال نہیں۔ صوبہ سندھ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ ہے اور یہ دریا ہی اس کی رگ حیات ہے۔ اسی لئے تمام اہم شہر دریائے سندھ کی وادی میں آباد ہیں۔ اسی دریا کے قدیم نام، سندھو سے لفظ سندھ ماخوذ ہے۔ یونانی مورخوں نے سندھ کو انڈس کہا اور اسی لفظ سے انڈ، ہند اور انڈیا ماخوذ ہیں۔ ایرانیوں اور پھر عربوں نے دریائے سندھ کو مہران کے نام سے موسوم کیا اسی وجہ سے سندھ، وادی مہران کے نام سے مشہور ہے۔ موجودہ شکل میں سندھ کا نام اسی صوبہ سندھ کے مترادف ہے جس کی تشکیل یکم جولائی ۱۹۷۰ء کو ہوئی۔ ۱۹۹۸ء کی مردم شماری کے مطابق صوبہ سندھ کی آبادی ۳ کروڑ تھی۔ ۴۳ فیصد سے زائد لوگ شہری علاقوں میں رہتے ہیں۔ صوبائی دارالحکومت کراچی پاکستان کا تجارتی و صنعتی مرکز اور سب سے بڑا شہر ہے۔

(غلام رسول مہر، ''تاریخ سندھ''، جلد اول، کراچی: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۸ء، متعدد صفحات)

سوئٹزرلینڈ(Switzerland):1A۔۱۰۸

ایک وسطی یورپی ملک جو جرمنی کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا صدر مقام برن ہے۔ سوئٹزرلینڈ ۲۶ ریاستوں کی کنفیڈریشن ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ ایک پہاڑی ملک ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ ۱۶۴۸ء میں سلطنت روم سے آزاد ہوا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں یہ ملک غیر جانبدار رہا۔ ۱۹۷۱ء میں آئینی ترمیم کے ذریعے عورتوں کو وفاقی انتخابات میں ووٹ کا حق دیا گیا۔ جرمن، فرانسیسی اور اطالوی سرکاری زبانیں ہیں۔ مذہب پروٹسٹنٹ، کیتھولک، یہودی، سکہ: سوئس فرانک ہے۔ ملک کا ساٹھ فیصد حصہ کوہستان ایلپس (الپس) سے ڈھکا ہوا ہے۔ آبشاروں کی کثرت کے باعث پن بجلی کی افراط ہے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص۸۷۲۔۸۷۲)

سینائی کوہ(Sinia Mount):۴۔۱۲۴

اسے جبل موسیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ مقدس پہاڑ جس پر موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے احکامات عشرہ پر مشتمل الواح وصول کی تھیں۔ بائبل میں اسے حورب کہا گیا ہے۔ محققین سینائی کی جائے وقوع کا تعین کرنے میں اختلاف رائے رکھتے ہیں، لیکن زیادہ تر کے خیال میں یہ جبل موسیٰ ہی تھا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص۱۲۷۸۔۱۲۷۶)

شام(Syria):۸۔۶۴

جنوب مغربی ایشا کا ایک اسلامی ملک۔ سرکاری نام الجمہوریہ العربی السرویہ، اس کے شمال میں ترکی مشرق

میں عراق، جنوب میں اردن اور مغرب میں بحیرہ روم ہے۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر: دمشق ہے۔ اکثریت کی زبان عربی ہے، سکہ: شامی پونڈ ے شام دنیا کی قدیم ترین ممالک میں سے ہے۔ دریائے فرات اور اس کے معاون دریا ملک کے مغربی حصے کو سیراب کرتے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں حصول آزادی کے بعد شام کی سیاسی زندگی نہایت غیر مستحکم رہی جس کی بڑی وجہ ملک کے سماجی، مذہبی اور سیاسی گروہوں کی باہمی چپقلش تھی۔

(پروفیسر محمود بریلوی، ''تحریک شام وفلسطین مع لبنان وشرقِ اردن''، کراچی: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۵۲ء، متعدد صفحات)

شیراز (Shiraz):A۲_۲۵۲

ایران کے صوبہ فارس کا دارالحکومت ہے۔ اسے حضرت عمرؓ کی خلافت کے اختتام پر ابوموسی الاشعری اور عثمان بن ابی العاص نے فتح کیا۔ شیراز شہد اور چکی کے پتھروں کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ شیخ سعدی کا مزار بھی یہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مزار ہیں جس کی وجہ سے شہر کا نام ''برج اولیا'' کا قلعہ پڑ گیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۸۷۸)

صنعا (Sana):A۲_۲۷۶

شمالی یمن کا صدر مقام۔ یہ جبل حیدر کے پاس ملک کے وسطی حصہ میں آیا ہے۔ یہ ایک تاریخی، ثقافتی، صنعتی، تجارتی اور سیاسی انتظامی شہر ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۶۹۸)

طرابلس (Tripoli):۶_۸۶

شمالی افریقہ کے ملک لیبیا کا صدر مقام ہے۔ بحیرہ روم کی ایک اہم بندرگاہ اور صوبہ طرابلس الغرب کا صدر مقام۔ ۱۹۴۳ء میں برطانیہ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۵۱ء میں لیبیا کو آزادی ملنے پر طرابلس اور بن غازی ملک کے شریک دارالحکومت بنے اور ۷۰ء کی دہائی میں صرف تریپولی دارالحکومت بنا۔ ۱۹۸۶ء میں یہاں امریکی طیاروں نے لیبیا پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہوئے طرابلس پر بمباری کی۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد ۲، ص ۱۳۵۰)

طلیطلہ (Toledo):A۲_۸۵

جزیرہ نمائے آئبیریا کے وسط میں میڈرڈ سے ساٹھ میل جنوب مشرق میں ہسپانیہ کا ایک قدیم شہر۔ طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی باہمی معاملات یہیں ہوئی تھی۔ بنو امیہ کے پہلے امیر سے لے کر مسلمانوں کے زوال تک ایک امیر بھی ایسا نہیں گزرا جس کے لئے طلیطلہ فکر وتشویش کا باعث نہ رہا ہو۔ طلیطلہ میں طویل اسلامی عہد کے بہت کم آثار باقی رہ گئے ہیں۔

دوبارہ عیسائی حکومت میں شامل ہو جانے اور شاہان قشتالہ (Castille) کا پائے تخت بنالئے جانے کے باوجود عرصہ تک اپنے اسلامی رنگ کو برقرار رکھا۔ شرر نے اپنے ناول "فلورنڈا" میں اسی شہر کے ایک واقعہ پر اپنے ناول کا پلاٹ رکھا ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۲، ص ۵۳۲۔۵۷۳)

طوسوس (طوس): ۷۔۱۰۰

طوس خراسان کا ایک ضلع۔ تاریخی زمانے میں طوس ایک ضلع کا نام تھا۔ جس میں کئی شہر شامل تھے۔ ضلع کے صدر مقام طابران کی شہرت ہوئی اور اس میں اتنی وسعت ہوئی کہ اصلی طابران نے نئے تعمیر شدہ شہر کے مضافات میں شمار ہونے لگے۔ اس نئے شہر کا نام عام طور پر طوس مشہور ہو گیا۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۲، ص ۵۷۱۔۵۷۲)

عجم: ۱A۔۳۲

غیر ممالک خصوصاً ایران، توران کے لوگ عرب میں جا کر وہاں کی زبان بول نہیں سکتے تھے اس وجہ سے اہل عرب انہیں "عجمی"، یعنی گونگے کہا کرتے تھے۔ بعد میں روزمرہ کے استعمال میں لفظ عجم فرس کا مترادف ہو گیا۔ اور "عراق عجم" کی اصطلاح ازمنہ وسطی کے آخری دور کے بعد سے ایرانی میڈیا کے لئے استعمال ہونے لگی۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۳، ص ۱)

عراق (Iraq): ۴۔۱۲۴

جنوب مغربی ایشیا کا ملک۔ دنیا کی قدیم ترین معلوم تہذیبوں میں سے ایک۔ جدید عراق ریاست کا آغاز ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ آغاز ہی سے عراق عرب دنیا کی سیاست میں سرگرم رہا ہے۔ اپنے پڑوسی ملک ایران کے ساتھ عراق کے تعلقات بہت خراب ہیں اور دونوں ملکوں نے ۸۰ کے عشرے میں طویل جنگ بھی لڑی۔ ۱۹۷۹ء میں صدام حسین برسر اقتدار آیا۔ امریکہ کی زیر قیادت اتحادی فوج نے اپریل ۲۰۰۳ء میں صدام حسین کا تختہ الٹا دیا۔ ۲۰۰۷ء کے اوائل میں صدام کو پھانسی دے دی گئی۔

("عالمی انسائیکلوپیڈیا"، جلد دوم، ص ۱۳۸۰۔۱۳۸۱)

عطارد (Mercry): ۱B۔۲۸ے

نظام شمسی میں سورج سے قریب ترین سیارہ۔ مرکری یعنی عطارد کا نام رومن دیوتاؤں کے تیز رو قاصد کے نام پر ہے، کیونکہ یہ کرہ ارض کے آسمان پر بہت تیزی سے سفر کرتا ہے۔ کرہ ارض سے عطارد کی لی گئی تصاویر میں وہ ایک دھندلی سی تھالی جیسا نظر آتا ہے۔ پس منظر میں سورج ہونے کی وجہ سے اس کا مشاہدہ خاصا مشکل ہے۔ عطارد کا مطالعہ کرنے کی غرض سے ۱۹۷۳ء میں ایک خلائی تحقیقاتی مشن میرینز بھیجا گیا۔ یہ مشن ۵ ماہ میں عطارد کے قریب پہنچ کر اس کی سطح کے تقریباً چالیس

فیصد حصے کی تصاویر لیں۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد دوم، ص۱۳۹۲۔۱۳۹۳)

عکاظ: ۵۔۱۰۵

زمانہ جاہلیت میں عربوں کا ایک مشہور قومی اور علمی میلہ جس میں دور دور سے قبائل آتے تھے۔ لوگ اپنی بہادری کے کرتب اور علمی کارنامے پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسولؐ چند اصحاب کے ہمراہ عکاظ کی طرف جارہے تھے لیکن شرکت کئے بغیر واپس آگئے۔ عکاظ اس لڑائی کے لئے بھی مشہور ہے جو اسلام کے آغاز میں وہاں لڑی گئی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۳، ص ۴۲۷)

عکہ: ۶۔۲۲

فلسطین کے سمندر کے کنارے کا ایک شہر۔ عربوں نے شرجیل بن حسنہؓ کی قیادت میں اس شہر کو فتح کیا تھا۔ آج کل یہ شہر اسرائیل کے قبضے میں ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۳، ص ۴۲۸۔۴۲۹)

علی گڑھ کالج (علی گڑھ یونیورسٹی): ۶۔۴۱

علی گڑھ یونیورسٹی ہندو پاکستان کے مسلمانوں کا سب سے اہم تعلیمی مرکز۔ ۱۸۵۴ء میں سرسید احمد خاں نے مغربی علوم کی تعلیم کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جس نے ترقی پا کر محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی شکل اختیار کر لی۔ ۱۹۲۰ء میں یہ ادارہ یونیورسٹی بن گیا۔ سرسید کا خیال تھا کہ مسلمان روایتی اسلامی تعلیم کے بجائے ایک مغربی تعلیم حاصل کر کے اپنی سماجی اور معاشی حالت بہتر بنا سکتے ہیں۔

(مظہر حسین، ''علی گڑھ تحریک: سماجی و سیاسی مطالعہ''، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۳ء، متعدد صفحات)

عمان (Oman): ۲A۔۷

جزیرہ نما عرب کے جنوب مشرقی حصہ میں واقع ایک اسلامی سلطنت، دارالسلطنت 'مسقط'، سب سے بڑا شہر، مسطرح، زبان: عربی، مذہب: اسلام، سکہ: عمانی ریال۔ ملک کی ایک ہزار میل میل لمبی ساحلی پٹی نسبتاً زرخیز ہے، باقی علاقہ بنجر پہاڑیوں اور تقریباً ایک ہزار فٹ بلند سطح مرتفع پر مشتمل ہے۔ ۱۹۵۴ء میں سلطان مسقط نے عمان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۵۸ء میں سلطان نے گوادر کا علاقہ پاکستان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ۱۹۷۰ء تک عمان سیاسی اور معاشی اعتبار سے پس ماندہ ملک تھا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۱۰۱۶)

غرادہ (غرادیہ): ۵۔۱۷۶

گرادیہ، مذاب کا ایک بڑا شہر جو الجزائر کے جنوب میں سڑک کے راستے ۳۵ے کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔
گردایہ کی بنیاد اباضیوں کے ہاتھوں ۴۴۵ھ میں پڑی۔ گردایہ نے ۱۸۵۳ء میں فرانس کی اطاعت قبول کر لی۔
(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۱۴/۲، ص۴۶۶۔۴۶۸)

غرناطہ (Granada): ۲A۔۳۲

موجودہ سپین کے صوبہ غرناطہ اور سابق سلطنت غرناطہ کا دارالحکومت یہ شہر ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا اس کا سنگ بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان عربوں نے رکھا تھا۔ الحمرا کا مشہور محل اسی شہر میں ہے۔ آج کل اس کی آبادی اسی ہزار ہے۔ اس کے برعکس موروں کے عہد کے خاتمے پر یہاں پانچ لاکھ اشخاص بستے تھے۔
(پروفیسر رائن ہاٹ ڈوزی، ''عبرت نامہ اندلس''، متعدد صفحات)

غزہ (غازہ) (Gaza): ۲A۔۱۵۵

افریقی ملک مصر کی ایک مشرقی پٹی، یہ اسرائیل اور مصر کی سرحد پر ہے۔ یہ شہر زمانہ قدیم سے تجارتی مرکز رہا ہے۔
۱۹۵۶ء کی جنگ میں اسرائیل نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۹۴ء میں یہ علاقہ فلسطین کی عملداری میں دے دیا گیا۔
(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص۱۰۶۷)

فارس (Persia): ۲A۔۳۲۵

ایران کا قدیم نام، جسے ۱۱ مارچ ۱۹۳۵ء کو بدل کر ایران کر دیا گیا خلیج فارسی کے شمالی ساحل پر واقع ایران کا ایک صوبہ جس کا دارالحکومت شیراز تھا فارسی کا قدیم نام میدیا میدیا تھا اور یہ وہی علاقہ ہے، جس کا نام نویں صدی ق م میں پہلے پہل اسی وقت سنا گیا جب کہ اس کے باشندے اسیریا کے باجگزار بنے۔ یہی وہ علاقہ ہے، جس کے تحت اہل ایران نے شاہ سائرس کی قیادت میں ۲۰ ق م میں ایک کامیاب بغاوت کی اور پورے علاقے کو زیر وزبر کر کے بابل ایشیائے کوچک اور مصر تک کو روندِ ڈالا اور اس طرح ہخامشی خاندان کی ایک زبردست سلطنت کی بنیاد رکھی جس کا سب سے عظیم تاجدار دارائے اول تھا۔ اس کی حکومت ایشیائے کوچک سے لے کر پنجاب وسندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اِس کے کارنامے پرسی پولیسی (استخر) اور کوہ بیستون کی چٹانوں میں کئی زبانوں میں کندہ ہیں۔ زرتشی مذہب کا پیرو تھا۔ صوبے کا رقبہ ۵۱۴۸ مربع میل یا ۱۳۳۳۰۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۲۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص۱۰۳۶۔۱۰۳۷)

فرات، دریا (Euphrates, River):

عراق کا مشہور دریا، اس کے کنارے سے کچھ دور کربلا کا واقعہ پیش آیا تھا۔ عراق کی تاریخ اس دریا کی تاریخ ہے۔ اس دریا کی لمبائی سترہ سو میل کے قریب ہے۔ مقام قرنا کے قریب اس میں دریا دجلہ آملتا ہے اور دونوں مل کر شطر العرب کہلاتے ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۰ء)

فرانس (France): ۸۔۱۴۴

مغربی یورپ کا ایک اہم صنعتی ملک۔ فرانس روس اور یوکرین کے بعد یورپ کا تیسرا بڑا ملک اور بہ لحاظ آبادی چوتھا ملک ہے۔ ملک کا دارالحکومت پیرس سب سے بڑا شہر بھی ہے۔ آبنائے ڈوور کے مقام پر فرانس اور انگلینڈ کے درمیان صرف ۳۴ کلومیٹر کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ فرانس کو تین بڑے سمندر لگتے ہیں۔ فرانسیسی لوگ دنیا میں صحت مند، امیر ترین اور نہایت تعلیم یافتہ ہیں۔ فرانس مغربی دنیا کی قدیم ترین ریاستوں میں سے ایک ہے۔ ۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس نے بادشاہت کا خاتمہ کر دیا اور کئی عشروں تک سیاسی عدم استحکام کا باعث بنا۔ اس ابتری میں نپولین بونا پارٹ کی حکومت نے فرانس میں ہمہ گیر انتظامی ریاست قائم کی۔ یہاں کی زبان فرانسیسی، مذہب کیتھولک اور سکہ فرانک ہے۔

(ایچ۔ اوویکمن، ''عروجِ فرانس''، مترجم: مولوی فخر الحسن، حیدر آباد (دکن): جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۵ء، متعدد صفحات)

فلپائن (Philippines): ۸۔۱۶۲

فلپنان، فلپین مغربی بحرالکاہل میں، ایک ہزار میل تک پھیلے ہوئے تقریب سات ہزار ایک سو جزیروں پر مشتمل ایک مجمع الجزائر۔ سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت منیلا، زبان فلپینو، انگریزی، مذہب: رومن کیتھولک، سکہ پیسو۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۴۶۱۔۴۶۳)

فلسطین (Palestine): ۱A۔۲۱۹

شرق اوسط کا ایک تاریخی علاقہ جسے یہودی، مسیحی اور مسلمان ارض مقدس خیال کرتے ہیں۔ پہلے اس کا نام اطلاق صرف اس علاقے پر کیا جاتا تھا جو مشرقی بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہے، لیکن بعد ازاں وہ تمام علاقہ اس نام سے موسوم ہوا جو اب موجودہ اسرائیل، مغربی اردن، جنوبی شام اور مغربی لبنان پر مشتمل ہے۔ فلسطین میں یہودی چوری چھپے داخل ہو کر انگریزوں کی مدد سے اپنی بستیاں بسانے لگے۔ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کے ایک اعلان کی رو سے وہاں یہودیوں کی اسرائیل کے نام سے حکومت بنا دی گئی۔ اردن نے فلسطین کے مغربی کنارے اور مصر نے غزوہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۶۷ء کو اسرائیل نے حملہ کر کے مصر کو غزہ کی پٹی اور جزیرہ نمائے سینا، اردن کو یروشلم، شام کو جولان کی پہاڑیوں سے محروم ہونا پڑا۔ فلسطین پر قبضہ کے بعد

اسرائیل نے فلسطینیوں کو ان علاقوں سے بے دخل کر دیا۔ ۱۹۶۴ء میں پی ایل او کی بنیاد رکھی جس کے سربراہ یاسر عرفات تھے۔ انہوں نے ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۸ء کے درمیان اسرائیل کے ساتھ کئی معاہدے کئے جن کے تحت تمام فلسطینی قصبات اور شہر اور مغربی کنارے و غزہ کی پٹی میں زیادہ تر عرب آبادی فلسطینی انتظامیہ کے ماتحت آ گئی۔ سفارتی تعلقات قائم ہو جانے کے باوجود پی ایل او اور اسرائیل کے معاملات دوستانہ نہیں۔

(ایڈورڈ سعید، ''مسئلہ فلسطین''، مترجم: شاہد حمید، لاہور: ایلفا براوو، ۱۹۹۱ء، متعدد صفحات)

قراقرم، پہاڑی سلسلے (Karakoram Range): ۸۔۱۶۳

جنوبی وسط ایشیا کے مغربی ہمالیہ میں ایک سلسلہ کوہ جو افغانستان کے مشرقی کنارے سے لے کر جموں و کشمیر تک پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے۔ٹو اسی سلسلے میں واقع ہے۔ اسی سلسلے میں دریائے سندھ اور دریائے ستلج بہتے ہیں۔

(منظوم علی، ''قراقرم ہندوکش''، اسلام آباد: برق سنز لمیٹڈ، ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات)

قرطاجنہ (Cartagena): ۳۰۴A۔۲

جنوبی سپین میں شہر اور بندرگاہ، میڈی ٹرینین سمندر کے کنارے واقع ہے۔ موروں نے سپین پر قبضہ کر کے اس کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد۲، ص ۱۵۱۷)

قرطبہ (Cordoba): ۶۔۱۲۵

جنوبی سپین میں ایک قدیم شہر، اندلسیہ کے قرطبہ صوبے کا دارالحکومت اس کے پرانے حصوں میں سفید کی ہوئی دیواریں، تنگ گلیاں اور رنگین اینٹوں والے صحن موجود ہیں۔ اس شہر کو ابتدا سے ہی کافی اہمیت حاصل رہی ہے۔ جب مسلمان سپین پر قابض ہوئے تو انہوں نے اس شہر کو بہت ترقی دی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی۔ قرطبہ کی مسجد یورپ کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد کا رتبہ رکھتی ہے۔ یہ ۱۲۳۶ء میں ایک کلیسیا میں تبدیل کر دی گئی۔ تاہم اب یہ مسجد مسلمانوں کے حوالے کر دی گئی۔ مسلمانوں کے زوال کے بعد قرطبہ کو کبھی وہ عظمت اور شوکت نصیب نہ ہو سکی۔

(فلپ کے حتی، ''تاریخِ عرب''، مترجم: پروفیسر سید مبارز الدین رفعت، لاہور: نگارشات، س۔ن، ص ۱۲۵۔۱۳۴)

قسطنطنیہ (Constantinople): ۷۔۱۳۷

قسطنطنیہ (استنبول) ترکی کا سب سے بڑا شہر، اہم بندرگاہ اور تجارتی مرکز ہے۔ عربوں نے سب سے پہلے امیر معاویہؓ کے عہد میں اس کا محاصرہ کیا۔ بعد ازاں کئی اور ناکام محاصرے ہوئے۔ بالآخر مئی ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح نے

اسے فتح کیا اور یہ ۱۹۲۳ء تک عثمانی سلطنت کا دارالخلافہ رہا۔ ترکی کے انقلاب کے بعد دارالحکومت انقرہ منتقل ہو گیا۔ ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء کو اس کا نام استنبول یا استانبول رکھ دیا۔

(ہیرلڈ لیم، ''قسطنطنیہ یا استنبول''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات)

قطب، شمالی و جنوبی (Poles, North and South):B۔۴۲۴

کرہ ارض کے سطح کے انتہائی شمالی اور جنوبی نقطے اور کرہ ارض کے محور کے کونے۔ مقناطیسی شمالی اور جنوبی قطب دو نقطے ہیں جن کی طرف کسی قطب نما کی سوئی ہمیشہ رہتی ہے۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد۲، ص ۱۵۲۰)

قندھار (Kandhar):A ۲۔۲۵۲

جنوبی افغانستان کے صوبہ قندھار کا دارالحکومت شہر۔ یہ ملک کا تجارتی و مالیاتی مرکز ہے۔ ۱۷۴۸ء تا ۱۷۷۳ء تک افغانستان کا دارالحکومت رہا۔ ۱۷۳۹ء تا ۱۷۷۹ء انگریزوں کے زیرِ تسلط رہا۔ اصل شہر کو ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ نے تباہ کیا تھا۔ ایک کہانی کے مطابق قندھار کی بنیاد سکندر اعظم نے رکھی۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۶/۲، ص ۴۱۲، ۴۱۵)

کانپور (Kanpur):۸۔۱۵۲

شمالی ہندوستان کی ریاست اتر پردیش میں دریائے گنگا کے کنارے واقع ایک شہر۔ ۱۸۰۱ء میں جب نواب اودھ نے اسے انگریزوں کے حوالے کیا تو یہ ایک گاؤں تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں یہاں نانا صاحب نے برطانوی قلعہ بند فوج کو قتل کر دیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کو آزادی ملنے پر کانپور بھاری صنعت کے مرکز کی حیثیت میں تیزی سے پھیلا۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد۲، ص ۱۵۵۹)

کربلا (Karbala):A۱۔۳۲۳

عراق کے صوبہ کربلا کا صدر مقام۔ یہاں رسولؐ کے نواسے حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے مزارات ہیں اور ان مزارات کی وجہ سے یہ شہر مقدس سمجھا جاتا ہے۔ امام حسینؓ کی شہادت کا تذکرہ اور آنحضرت کا خاکِ کربلا ملاحظہ فرمانا اور اسے سونگھنا، نیز کربلا کی مٹی کا حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کو بطور امانت دینا، متعدد شیعی مآخذ میں مذکور ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۴۴۔۱۴۷)

کرناٹک (Karnatak):A۔۲۔۷

بحیرہ عرب کے ساحل پر جنوب مغربی بھارت کی ایک ریاست۔ بھارتی صوبوں کی تنظیم جدید کے بعد صوبہ کرناٹک سابق ریاست میسور حیدر آباد دکن اور صوبہ مدارس کے بعض اضلاع پر مشتمل ہے۔ ریاست کا دارالحکومت بنگلور اپنے پارکس کی وجہ سے مشہور ہے۔ ریاست کا نام ۱۹۷۳ء میں کرناٹک رکھا گیا۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۲۵۵۔۲۵۶)

کنعان (Canaan):IB۔۵۵۹

فلسطین کا قدیم نام۔ عہد نامہ عتیق میں اس سرزمین کو دیا گیا جو دریائے اردن کے مغرب میں واقع تھی۔ اسرائیلوں نے قبل مسیح میں اس علاقے کو فتح کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام انہی ریاستوں میں سے کسی ایک ریاست کے باشندے تھے۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۱۱۵۰)

کوہ سفید، کوہ بابا (Safed Mountain):IB۔۴۷۸

افغانستان کا سب سے بڑا کوہستانی نظام ہندوکش اور اس کا وہ عظیم مغربی سلسلہ ہے جو کابل کے مغرب میں واقع ہے۔ کوہ سفید اس دوہرے سلسلے کا جنوبی حصہ ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۷۴۔۱۷۳)

کوہ سلیمان (Suleman Range):IB۔۴۷۸

شمالاً جنوباً رخ میں تقریباً ۳۰۰ میل کی لمبائی طے کرتے ہیں۔ ان کی بلند ترین چوٹی تخت سلیمان ۱۱۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ جنوب میں درہ بولان ہے۔ جس سے دریائے بولان گزرتا ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۳۰۱)

کوہ سینا (Sinai Mount):۳۔۱۳۴

کوہ سینا (جبل موسیٰ) یہ وہ مقدس پہاڑ ہے جس پر عبرانی پیغمبر اور قانون دہندہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے احکامات عشرہ وصول کئے تھے۔ محققین بائبلی سینائی کی جائے وقوع کا تعین کرنے میں اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر کے خیال میں یہ جبل موسیٰ ہی تھا۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد ۱، ص ۱۲۷۵۔۱۲۷۶)

گجرات(Gujrat State):۲A۔۲۶۲

بھارت کی ایک مغربی ریاست۔ گجرات اپنے وسیع معنوں میں اس سارے علاقے کے لئے استعمال ہوتا ہے جہاں گجراتی بولی جاتی ہے۔ گجرات کہلانے والے خطے میں تہذیب کے آثار قبل مسیح کے ہیں۔ ۱۸۱۸ء میں انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی نے گجرات کا انتظام سنبھالا۔۱۹۴۷ء میں آزادی گجرات ممبئی ریاست کا حصہ بنا۔۶۰ ء میں ممبئی ریاست کو توڑ کر شالی اور مغربی حصوں کو گجرات ریاست کی صورت دی گئی، جہاں گجراتی زبان بولی جاتی ہے۔ گاندھی نگر ریاست کا دارالحکومت ہے۔

(سید ابوظفر ندوی، ''گجرات کی تمدنی تاریخ (مسلمانوں کے عہد میں)''، اعظم گڑھ: مکتبہ معارفِ اعظم گڑھ، ۱۹۶۲ء، متعدد صفحات)

گرجستان (کرج):۵۔۱۳۹

مغربی اور وسطی ماورائے قفقاز کا وہ علاقہ جس میں خرتوبلی زبان بولنے والے لوگ بستے ہیں۔ گرجستان ایک ایسے حلقے کے مرکز میں واقع ہے، جس کے اطراف میں بہت سی طاقتور حکومتیں قائم ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے ۱۸۰۱ء تک یعنی جب تک اسے سلطنت روس میں شامل نہیں کرلیا گیا، یہ ملک خوفناک انقلابات سے دوچار رہا۔ اب یہ روس کے قبضے میں ہیں۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۵۳۔۱۵۵)

گرین لینڈ(Greenland):۱A۔۳۷۷

ڈنمارک کا ایک جزیرہ جو اپنی حکومت خود چلاتا ہے۔ خارجہ معاملات ڈنمارک ہی چلاتا ہے۔ دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر NUUK جنوب مغربی ساحل پر واقع ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ ہے جس کی لمبائی ۲۶۶۰ کلومیٹر اور چوڑائی ۱۳۰۰ کلومیٹر ہے۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد ۲، ص ۱۷۴۲)

گلگت ۱B۔۴۷۷:

پاکستان کے شمالی علاقوں میں ایک ایجنسی کا نام، جو براہ راست مرکزی حکومت پاکستان کے ماتحت ہے۔ اس ایجنسی کے صدر مقام کا نام بھی گلگت ہی ہے۔ جو دریائے گلگت پر واقع ہے۔ گو یہ علاقہ ریاست کشمیر کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔ تقسیم کے بعد یہ علاقہ پاکستان میں شامل ہوگیا۔ اس کے پانچ اضلاع اور بلتستان کے دو اضلاع کو ملا کر ایک صوبے کا سٹیٹس دے دیا گیا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا گلیشیر بھی یہاں ہے۔ چین اور پاکستان کو ملانے والی شاہراہ قراقرم اسی خطے سے گزرتی ہے۔

(تاریخ گلگت: ''پروفیسر احمد حسن دانی''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

گنگا، دریائے(Ganges, River):۷۔۱۹

بالائی ہند کا سب سے بڑا دریا، جو کوہ ہمالیہ سے نکلتا ہے اور اتر پردیش، بہار اور بنگال سے گزرتا ہوا خلیج بنگال میں

جا گرتا ہے۔ اس دریا کا 10 لاکھ مربع کلومیٹر پر محیط طاس دنیا کے زرخیز زمین اور نہایت گنجان آباد خطوں میں سے ایک ہے۔ خلیج بنگال میں داخل ہو کر اس کا نام میگھنا ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں اس دریا کو مقدس مانتے ہیں۔ ہر بارہ برس بعد ایک ماہ طویل پورن کمبھ میلہ ہری دوار اور الٰہ آباد میں منعقد ہوتا ہے جس میں لاکھوں لوگ اشنان کرتے ہیں۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۹۵۵۔۵۶۰)

لاہور (Lahore): ۲A۔۳۲۹

صوبہ پنجاب کا دارالحکومت اور براعظم پاک و ہند کا قدیم ترین شہر۔ اس شہر نے بے شمار انقلابات دیکھے ہیں۔ یہ شہر تہذیب و تمدن کا اور علم و فن کا مرکز رہا ہے۔ ایک مستند رائے کے مطابق لاہور کی بنیاد چوتھی صدی عیسوی کے درمیان کسی وقت رکھی گئی۔ اس کے مختلف نام لاہور: لوہور، لوہر، لوہادر، لہسار و اپہانور کے طور پر بھی ملتے ہیں۔ لاہور کی تاریخ مسلمانوں کے حملے سے قبل نہ ہونے کے برابر ہے۔ غزنوی سلطنت کے پہلے آٹھ بادشاہوں کے ادوار میں لاہور پر حکومت کرتے رہے۔ مسعود سوم کے بعد سلجوقوں نے قبضہ کر لیا۔ پھر غوری آئے، ۱۲۴۱ء میں چنگیز خان کے دستوں نے لاہور پر قبضہ کیا اور لوٹا۔ خلجی اور تغلق سلطنتوں کے دوران لاہور کی سیاسی تاریخ کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ ۱۳۹۷ء میں تیمور نے حملہ کیا[۱]۔ مغلوں کے دور کو لاہور کی تاریخ کا عہد زریں قرار دیا جا سکتا ہے۔ ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ نے حملہ کیا تو نائب السلطنت زکریا خان نے خراج دے کر لاہور کا گورنر بن گیا۔ مغلوں کے زوال کے بعد سکھوں نے ۱۷۶۷ء میں سکھ بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ۱۸۴۹ء میں سکھ انگریزوں کے آگے لاہور ہار بیٹھے جو تقسیم ہند تک شہر پر قابض رہے[۲]۔

لاہور کو پہلی بار آباد ہوئے گیارہ صدیاں بیت چکی ہیں، اس دوران ان بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں یہ شہر کئی بار تباہ و برباد ہوا اور پھر نئے سرے سے بسایا گیا۔ ہر صدی گزرنے کے بعد اس میں اتنی زیادہ تبدیلیاں ہو جاتی رہی ہوں گی کہ پرانے وقتوں کے لوگ عمر کے آخری حصے میں پہنچ کر اسے پہچاننے اور لاہور ماننے سے انکار کر دیتے ہوں گے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں لاہور شہر بہت زیادہ تبدیل ہوا۔ مغل دور کے اختتام پر لاہور شہر بارہ دروازوں کے اندر محدود تھا لیکن انگریز دور میں اسے فصیل سے باہر پھیلایا گیا اور آزادی کے بعد اسے مضافاتی علاقوں تک توسیع دیدی گئی اگر یہاں کی ہاؤسنگ سائٹیوں نے اسی رفتار سے کام جاری رکھا تو بائیسویں صدی آنے تک لاہور شہر یقیناً اطراف میں قصور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور واہگہ بارڈر سے جا ملے گا[۳]۔

متعدد مورخ، محقق، ادیب، شاعر، صحافی لاہور پر اردو، انگریزی اور پنجابی میں درجنوں کتابیں لکھ چکے ہیں۔ تاریخی کتابوں میں تاریخ لاہور (کنہیا لال) تاریخ شہر لاہور (کرنل بھولا ناتھ) تاریخ لاہور (سید محمد لطیف) اولڈ لاہور (کرنل ایچ آر گولڈنگ) لاہور کی تاریخ (ٹی ایچ تھارنٹن) تحقیقات چشتی (نور) احمد (چشتی) لاہور قدیم (منشی تاج الدین) جدید لاہور: قدیم لاہور (ڈاکٹر محمد باقر) نیا لاہور: پرانا لاہور (اے حمید) مآثر لاہور (سید ہاشمی فرید آبادی) لاہور سکھوں کے عہد میں

(ڈاکٹر عبداللہ چغتائی) لاہور کے حکمران (راؤ جاوید اقبال) اور لاہور کی اہم تاریخی عمارتیں (ولی اللہ خان) شامل ہیں۔ ادبی رسائل و جرائد میں سے ماہنامہ نقوش اور ماہنامہ نیرنگ خیال کے لاہور نمبر شائع ہوئے تھے۔ انگریز دور میں ڈپٹی کمشنر نے لاہور گزٹ تیار کروایا تھا۔

ادب، ثقافت اور یادوں کے حوالے سے لاہور پر شائع ہونے والی کتابوں مین چراغوں کا دھواں (انتظار حسین) ناممکن کی جستجو (شہرت بخاری) یادیں اور چہرے (لطیف مصور) لاہور کا دبستان شاعری (ڈاکٹر علی محمد خاں) لاہور اور فن مصوری (ڈاکٹر اقبال بھٹہ) لاہور کے مینار (غافر شہزاد) لاہور کی یادیں (اے حمید) لاہور نامہ (ڈاکٹر ایم ایس ناز) میرا شہر لاہور (یونس ادیب) سوہنا شہر لاہور (طاہر لاہوری) لائبریریوں کا شہر لاہور (شہناز مزمل) یہ لاہور ہے (ابوالحسن نغمی) ایک غیر ملکی کا سفر نامہ لاہور (عطاء الحق قاسمی) لاہور کے نئے پرانے رنگ (ممتاز راشد) لاہور کا المیہ (امتیاز حسین سبزواری) لاہور گھر، گلیاں، دروازے (غافر شہزاد)، کہاں گیا میرا شہر لاہور (سوم آنند) لاہور نامہ (سنتوش کمار) لاہور کا جو ذکر کیا (گوپال متل) اور لاہور: ایک جذبات سفر (پران نول) مشہور ہیں۔

انگریزی زبان میں بھی لاہور پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے بلاس چیک کی ''لاہور'' ڈاکٹر محمد باقر کی لاہور پاسٹ اینڈ پریذنٹ، مجید شیخ کی لاہور ٹیلز ود آؤٹ اینڈ، سعید ملک کی ''لاہور دی میلوڈی کلچر'' اور ''لاہور اے میوزیکل اوپنین'' خاصی اہم ہیں۔ اس کے علاوہ معروف پارسی خاتون ناول نگار بپسی سدھوا بھی اپنی جنم بھومی لاہور کے بارے میں مختلف ادیبوں کی تحریروں کا مجموعہ بی لوڈسٹی رائٹنگ آن لاہور کے نام سے شائع کر چکی ہیں۔ ڈاکٹر خدیجہ فیروز الدین نے لاہور گائیڈ تحریر کی تھی جبکہ ذیشان اختر، فاطمہ عطاء اور صائمہ شوکت نے انگریزی میں ہی ان سائیڈ لاہور کے نام سے غیر ملکی سیاحوں کیلئے رنگین تصاویر کے ساتھ گائیڈ بک مرتب کی تھی۔ ان انگریزی کتابوں کا اردو ایڈیشن بھی چھپنا چاہیے تھا۔ لاہور شہر پر اردو میں ''لاہور لاہور ہے'' کے نام سے ایک گائیڈ بک بھی شائع ہوئی تھی جس میں تین چار نقشے بھی دیئے گئے تھے۔

لاہور پر متعدد ادیبوں، شاعروں، صحافیوں نے مختلف اخبارات و جرائد میں افسانے، مضامین، کالم، رپورتاژ اور فیچر بھی لکھے ہیں جن میں لاہور کا جغرافیہ (پطرس بخاری) لاہور کس نے دریافت کیا (حاجی لق لق) لاہور کی باتیں (اے حمید) لاہور کی ایک صبح (ظفر الحسن مرزا) لاہور کی ایک شام (ندرت الطاف) لاہور کی ایک رات (فخر ہمایوں) لاہور کی ادبی مجلسیں (حکیم احمد شجاع) لاہور قدیم کا علمی و ادبی طبقہ (سید نیاز احمد ترمذی) لاہور میں ڈرامے اور شوقیہ فنکار (امتیاز علی تاج) لاہور کا نامور گورنر میر منو (علم الدین سالک) لاہور کی تاریخی یادگاریں (عبدالقادر حسن) لاہور کی مساجد (احسان بی اے) لاہور باغوں کا شہر (تنویر خواجہ) لاہور کے قدیم باغات (زاہد عکاسی) لاہور کے دھوبی گھاٹ (رؤف ظفر) لاہور کا گورنمنٹ کالج (سلیم تابانی) لہور لہور اے (شوکت حسین شوکت) مٹھیں ریساں شہر لہور دیاں (یاسمین شاہد) یہ لاہور ہے (اخلاق احمد دہلوی) اور لاہور: تحریک پاکستان کا شہر (محمود شام) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس کے علاوہ سعادت خیالی، ریاض بٹالوی، منظور انور قریشی، تاج الدین حقیقت، چودھری خادم حسین، فدا احمد کار دار، رضوان عظیم، زہرا نقوی، قیوم اتصامی، ناصر بشیر اور بشیر واثق نے بھی ماضی میں ہفت روزہ لیل ونہار، قندیل، اقدام، اخبار جہاں، فیملی میگزین، ماہنامہ، ادب لطیف، نقوش، نیرنگ خیال، روزنامہ، احسان، کوہستان، امروز، مشرق، نوائے وقت، جنگ، پاکستان اور خبریں میں لاہور پر بہت اچھے فیچر لکھے تھے جبکہ انتظار حسین مشرق میں لاہور نامہ، ایم ایس ناز قندیل میں نیا لاہور: پرانا لاہور: حسنین جاوید نوائے وقت میں لاہور سے لاہور تک علامہ اصغر علی کوثر وڑائچ نوائے وقت میں لاہوریات، سعود حسن میں راوی نامہ کے نام سے کالم لکھتے رہے ہیں۔

شہر بے مثال پر بدستور کتابیں، مضامین کالم، فیچر وغیرہ تحریر کیے جا رہے ہیں اور یہ سلسلہ سدا جاری رہنے کا امکان ہے۔ چند ماہ قبل ''اب وہ لاہور کہاں؟'' کے نام سے ایک نئی کتاب شائع ہوئی تھی جو پاکستان ٹائمز کے سابق چیف فوٹو گرافر چاچا ایف ای چودھری کے طویل انٹرویو پر مشتمل تھی جسے سینئر صحافی منیر احمد منیر نے دو عشروں کے دوران وقفے وقفے سے مکمل کیا تھا اور اسے اپنے اشاعتی ادارے آتش فشاں کے زیر اہتمام ایف ای چودھری کے صد سالہ جنم دن پر شائع کیا تھا۔ کتاب کا انتساب منیر احمد منیر نے مجید شیخ کے نام کیا ہے جو خود بھی لاہور پر انگریزی میں لکھتے رہتے ہیں۔ منیر احمد منیر نے اپنے طویل پیش لفظ میں خود بھی لاہور کے بارے میں بہت زیادہ معلومات فراہم کی ہیں۔ وہ پیش لفظ میں مزید ترمیم واضافہ اور تصاویر شامل کر کے لاہور پر اپنی الگ کتاب بھی تیار کر سکتے تھے۔

ایف ای چودھری نے پہلی جنگ عظیم کے بعد ہوش سنبھالا تھا۔ انہوں نے اپنے طویل انٹرویو میں اس دور سے لیکر تقسیم ہند تک اور پھر آزادی کے بعد ابتدائی زمانے کے لاہور کی سیاسی، سماجی، ثقافتی تاریخ بیان کر دی ہے۔ منیر احمد منیر نے ان سے لاہور پر قیمتی تاریخی معلومات کے ساتھ نادر ونایاب تصاویر بھی حاصل کر کے کتاب کی شکل میں ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دی ہیں۔ بعض مقامات پر ضمنی سوال نہ کیے جانے اور ایف ای چودھری کی یادداشت کے مکمل ساتھ نہ دینے پر تشنگی کا احساس ہوا تاہم چاچا چودھری کو اسی سے لیکر ایک سو سال کی عمر تک کے عرصہ میں بھی اتنا بہت کچھ یاد رہا ہے اس پر حیرت ہوتی ہے۔ کاش وہ اپنے تمام نیگٹو بھی محفوظ رکھ سکتے تو وہ آج تصویری تاریخ کا انمول خزانہ ہوتے، بہر حال لاہور شہر کے بارے میں دلچسپی رکھنے والوں کو یہ کتاب ''اب وہ لاہور کہاں؟'' ضرور پڑھنی چاہیے ورنہ وہ لاہور کے اہم تاریخی واقعات سے محروم رہیں گے۔[۴]

۱ (کنہیا لال، ''تاریخ پنجاب''، لاہور: تخلیقات، س۔ن، متعدد صفحات)

۲ (نقوش، محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۶۲ء، متعدد صفحات)

۳ (سید محمد لطیف، ''تاریخ لاہور''، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۷ء، متعدد صفحات)

۴ (م۔س بٹ، اداریہ: روزنامہ خبریں، لاہور، ۳۰ر جنوری ۲۰۱۰ء)

لکھنؤ: ۷۔۱۴۴

شمالی ہندوستان کا شہر، اتر پردیش ریاست کا دارالحکومت۔ مقامی صنعتوں میں سونے اور چاندی کی تاروں والے کپڑے، ململ اور دیگر پارچہ جات، شیشہ، شالیں اور زیور شامل ہیں۔ کیمیکلز، سگریٹ اور سوتی کپڑا بھی بنایا جاتا ہے۔ اہم عمارات میں قلعہ اور مقبرہ شامل ہیں۔ موتی مسجد اور جامعہ مسجد سمیت بہت سی خوب صورت مساجد اس شہر میں موجود ہیں۔ ایک تعلیمی اور ثقافتی مرکز کی حیثیت میں لکھنو ایک یونیورسٹی کا مالک ہے جو ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی۔ ۱۷۷۵ء میں لکھنو سلطنت اودھ کا دارالحکومت تھا جو ۱۸۵۶ء میں برطانیہ سے ملحق ہوئی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی یا غدر کے دوران لکھنؤ میں ایک انگریز فوج بارہ ہفتے تک فسادیوں کے محاصرے میں رہی۔

(نجم الغنی، ''تاریخ اودھ''، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۰۹ء، متعدد صفحات)

مخا: ۵۔۴۳

بحیرہ قلزم کے ساحل عربَ پر ایک چھوٹی سی بندرگاہ پرتگیزوں نے اس شہر کا نام Moca رکھا اور اسی نام سے مشہور ہے۔ مخا ایک معمولی سا گاؤں تھا اس کی ترقی کی بڑی وجہ قہوہ کی تجارت ہے۔ مخا کو یمین کی امامی ریاست کے قیام سے کچھ نئی اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ اب الحدیدہ کی تجارت میں سے اسے حصہ ملنے لگا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۱۰۳۔۱۰۴)

مدینہ (Madinah): ۱۸۔۲۰۳

جزیرہ نمائے عرب کے صوبہ حجاز کا مقدس شہر، اس کا پہلا نام یثرب تھا۔ اسے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے یثرب بن قانیہ نے آباد کیا تھا۔ قرآن مجید میں یثرب اور مدینہ دونوں نام آئے ہیں۔ مدینہ کے انیس نام مشہور ہیں۔ جب حضور مکہ سے ہجرت فرما کر وہاں تشریف لے گئے تو اس کا نام مدینۃ النبی (نبی کا شہر) ہو گیا جو مختصر ہو کر صرف مدینہ رہ گیا۔ مسلمان عزت و احترام سے اسے مدینہ منورہ یا مدینہ طیبہ بھی کہتے ہیں۔ مدینہ میں چوبیس سے زیادہ چشمے ہیں۔ حضورؐ کے بعد تین خلفاء راشدین کا دارالخلافہ بھی یہ شہر رہا۔ حضرت علیؓ کے عہد میں دارالخلافہ تبدیل ہو کر کوفہ چلا گیا۔ اموی سلطنت نے اسلامی خلافت کا مرکز دمشق منتقل ہو گیا۔ ۱۹۰۸ء میں عثمانیوں نے خطے پر کنٹرول مضبوط بنانے کی خاطر مدینہ تک ریلوے لائن بچھائی۔ اس ریلوے نے مدینہ اور مکہ کو دمشق سے ملا دیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران مدینہ میں عثمان نے محصور ہو کر کئی سال حسین ابن علی کی افواج مقابلہ کیا۔ حسین ابی علی برطانوی حمایت سے عثمانیوں کے خلاف بغاوت کر رہا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں عبدالعزیز ابن مسعود کی افواج نے مدینہ پر قبضہ کر لیا اور ۱۹۳۲ء میں شہر سعودی عربیہ کی بادشاہت میں شامل ہو گیا۔

(عبدالحق محدث دہلوی، ''تاریخ مدینہ''، لاہور: پرنٹ پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

مدینۃ الزاہرۃ: ۲A۔۴۲

اموی خلفائے قرطبہ کا قدیم پائے تخت جس کے کھنڈرات تک قرطبہ سے پانچ میل کے فاصلے پر موجود ہیں۔ عبدالرحمٰن ثالث الناصر کو اس کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا اور اسی بادشاہ کے زمانے میں اس کی تعمیر کا کام بھی شروع ہوا۔ یہ شہر تین طبقوں میں تعمیر کیا گیا تھا، بالائی طبقہ محلات شاہی اور ان کے متعلقات کے لئے مخصوص کیا گیا، درمیانی طبقے میں باغات لگائے گئے اور زیریں طبقے میں نجی مکانات اور ایک بڑی مسجد تعمیر کی گئی۔ یہ شہر بہت جلد زوال پذیر ہو گیا بالخصوص اس وقت جب اس کے مقابلے میں عامری صاحب امیروں کا شہر مدینۃ الزاہرہ معرض وجود میں آیا۔ اس شہر کو بربر سپاہیوں نے قرطبہ کے خلاف بغاوت کر کے کئی بار تاخت و تاراج کیا۔ ۱۰۱۰ء میں اس کا آخری زوال ہوا۔ ڈیڑھ صدی بعد الادریسی کے زمانے میں صرف دیواریں باقی رہ گئی تھیں۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد۲۰، ص ۲۵۸۔۲۵۹)

مراغہ: ۶۔۱۱

آذربائیجان کا پرانا پایہ تخت۔ یہ مقام تبریز سے کرمان شاہ کو جانے والی بڑی سڑک سے ذرا ہٹ کر واقع ہے۔ مراغہ کا میوہ ایران بھر میں مشہور ہے۔ اور کافی مقدار میں اردبیل کے راستے روس بھی بھیجا جاتا ہے۔ جب میں بابک خرمی نے بغاوت کی تو لوگوں نے مراغہ میں آ کر پناہ لی۔ ۱۸۲۹ء میں مراغہ پر روسیوں نے قبضہ کر لیا۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد۲۰، ص ۲۸۶۔۲۹۷)

مراکش (Morocco): ۷۔۱۶۵

مراکو کا ایک شہر اور سلطان کی سکونت گاہوں میں سے ایک مقام فرانسی میں مراکش (Marrakesh) کی اصطلاح زمانہ حال ہی کی ایجاد ہے، جسے سابق نگران ملک فرانسیی حکام نے اختیار کیا۔ ۱۸۹۰ء تک اس شہر کو فرانسیسی میں مراکو ہی کہتے تھے۔ کوہ اطلس سے کوئی چالیس میل شمال میں ایک وسیع میدان حوز کہلاتا ہے۔ اسی میدان میں شہر مراکش بسا ہوا ہے۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد۲۰، ص ۴۱۷۔۲۳۹)

مراکو (Morocco): ۷۔۱۶۵

شمالی افریقہ میں ایک اسلامی سلطنت۔ یہ نام مراکش کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے جو جنوبی مراکو کو سب سے بڑا شہر ہے۔ مراکو کے شمال میں بحیرہ روم اور آبنائے جبرالٹر، مغرب میں بحر اوقیانوس، جنوب میں مغربی سہارا، اور مشرق میں الجزائر واقع ہے۔ اس کا صدر مقام رباط ہے جو ملک کی شمالی مغربی ساحل پر ایک بڑی بندرگاہ بھی ہے۔

("اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ"، جلد۲۰، ص ۲۹۷۔۳۰۷)

مریخ (Mars): ۱۸۔۳۴۰

مریخ زمین کا نزدیکی ہمسایہ اور سورج سے چوتھے نمبر پر ہے۔ اپنے چمکدار اور سرخی مائل رنگ کی وجہ سے رات کو صاف نظر آتا ہے۔ امریکی اور روس کے خلائی جہازوں نے اس کی جو تصویریں زمین پر بھیجی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سیارے کی سطح طوفان کے سبب کٹی پھٹی اور سرخی مائل ریگستانوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ یہ سورج کے گرد ایک سال ۳۲۲ دن میں اپنی گردش مکمل کرتا ہے۔ اس کا دن ۲۴ گھنٹے ۳۷ منٹ کا ہوتا ہے اس کے دو طفیلی سیارے یا چاند ہیں۔

(اردو سائنس انسائیکلوپیڈیا، جلد ۷، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع اول ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۲۲۔۱۲۲۴)

مسجد اقصیٰ: ۲۸۔۳۶۷

وہ مسجد جو بیت المقدس میں تعمیر ہوئی۔ آنحضرت محمد ﷺ کو شب معراج میں ایک مرحلے کے طور پر مسجد اقصیٰ میں لے جایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ معراج کے زمانے میں وہاں کوئی عمارت ضرور موجود ہوگی، جس کی بابت قریش مکہ نے استفسار کیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق سب سے پہلے داؤد علیہ السلام نے اس جگہ ایک چھوٹا سا معبد بنایا تھا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے وسعت دی اور یہ معبد ہیکل سلیمان کے نام سے موسوم ہوا۔ فتح بیت المقدس کے بعد حضرت عمرؓ نے ہیکل سلیمانی کے متعلق تحقیق کروائی تو اس کے محل وقوع کا پتہ چلا۔ آپؓ نے وہاں اپنے رفقا کے ساتھ نماز پڑھی اور یہاں لکڑی کی ایک مسجد بنوائی۔ اموی خلیفہ عبدالملک نے اسے پختہ تعمیر کرایا۔ صلیبی جنگوں میں اس مسجد کو بہت نقصان پہنچا تھا، صلاح الدین ایوبی نے اسے ازسرنو تعمیر کرایا۔ ۲۱۔ اگست ۱۹۶۹ء کو ایک یہودی جنونی مائیکل روہن نے مسجد کو آگ لگا دی جس سے اس کا منبر وغیرہ جل گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۱۲۷۔۱۳۷)

مشتری (Jupiter): ۱۸۔۵۵۱

نظام شمسی کا سب سے بڑا سیارہ تمام سیاروں کی کمیت سے اڑھائی گنا زیادہ ہے۔ آندھیوں کا نظام مشتری کے گرد حلقے نظر آنے کا باعث ہے۔ اس سیارہ کے ۱۶ چاند ہیں۔ یہ سورج کے گرد پونے بارہ سالوں میں اپنی گردش مکمل کرتا ہے۔ لیکن اس کا دن صرف نو گھنٹے اور چھپن منٹ کا ہوتا ہے۔ ہیت دانوں کا اندازہ ہے کہ یہ سیارہ بھی ابھی تک پگھلی ہوئی حالت میں ہے اور بظاہر ابھی تک آبادی کے قابل نہیں ہوا۔

(''اُردو سائنس انسائیکلوپیڈیا''، جلد ۶، ص ۱۱۳۰)

مصر (Egypt): ۸۔۲۱

شمال مشرقی افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کا ایک اسلامی ملک، اس کا زیادہ حصہ افریقہ میں واقع ہے۔ یہ دو براعظموں

کے درمیان واحد زمینی پل ہے۔ مصر کی زیادہ تر زمین کو دریائے نیل دو غیر برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ قاہرہ مصر کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ہے۔ زبان: عربی، مذہب، اسلام، سکہ: مصرف پونڈ۔ ملک کا ۹۵ فیصد علاقہ صحرا ہے۔ مصر کی تاریخ پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ ۳۲۰۰ ق م کے لگ بھگ ایک متحدہ سلطنت پر شاہی خاندان (فرعون) برسر اقتدار ہے۔ ۶۱۶ میں اس پر ایران کا تسلط قائم ہوا۔ خلیفہ دوم کے عہد میں مشہور مسلمان جرنیل عمرؓ بن العاص نے اسے فتح کیا۔ ۱۵۱۷ء میں سلطنت عثمانیہ کا ایک حصہ بن گیا۔ ۱۷۹۸ء میں اسے نپولین نے فتح کیا۔ ۱۸۸۲ء میں یہ برطانیہ کے زیر تسلط آ گیا۔ ۱۹۲۲ء میں مصر کو آزادی ملی۔ ۱۹۵۸ء میں مصر اور شام کا اتحاد عمل میں آیا جو ۱۹۶۱ء میں ختم ہو گیا۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل کے ساتھ چھے روزہ جنگ میں مصر پورے جزیزہ نما سینا اور غزہ کی پٹی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

(عزالدین نجلا، ''عرب دنیا: ماضی، حال، مستقبل''، مترجم: ڈاکٹر محمود حسین، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۳)

مکران (Makran): ۲A۔۲۶۹

بلوچستان کی جنوب مغربی ڈویژن جس کے شمال میں بلوچی ڈویژن خاران، شمال مشرق میں قلات، جنوب مشرق میں لسبیلہ، جنوب میں بحیرہ عرب اور مغرب میں ایران اس کی اہم بندرگاہوں میں پسنی اور گوادر ہیں۔ حکومت پاکستان اس علاقے کو ترقی دینے کی کوشش کر رہی ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۴۸۴۔۴۸۵)

مکہ (Makkah): ۱A۔۱۳

جزیرہ نمائے عرب کے صوبہ حجاز کا مرکزی شہر اور عالم اسلام کا دینی و روحانی مرکز، جہاں ہر سال لاکھوں مسلمان فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ اس شہر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بسایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے فہر بن مالک نے قریش کا لقب اختیار کر کے خاندان قریش کی بنیاد ڈالی۔ حضورؐ اسی قبیلہ قریش کے خاندان بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ رسولؐ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے ابرہہ نے حملہ کیا تو قرآن کے مطابق ابابیلوں نے کنکریاں مار مار کر ابرہہ کی فوج کو ہلاک کر دیا۔ ۶۳۰ء کو حضورؐ نے اسے فتح کیا۔ حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیرؓ کو شکست دے کر اموی خلافت کے زیر نگیں کر لیا۔ عباسیوں کے دور زوال میں مکہ میں طوائف الملوکی کا آغاز ہوا اور قرامطیوں نے شہر والوں پر بڑے مظالم ڈھائے اور جب مصر میں فاطمیوں اور بغداد میں بویہ خاندان کو عروج ہوا تو مکہ میں علویوں کا زور بڑھ گیا، چنانچہ ۹۶۷ء میں جعفر موسوی مکہ کا حاکم بن گیا۔ مگر موسوی خاندان کے حاکم کبھی بغداد کی اطاعت کے دم بھرتے، کبھی صلاح الدین ایوبی کا اور کبھی مصری خلفاء کا۔ زوال ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم نے فتح کیا تو مکہ عثمانی ترکوں کے ماتحت ہو گیا۔ مکہ کا آخری شریف حسین ۱۹۸۰ء میں مقرر ہوا مگر انگریزوں کے اشارے پر اس نے ۱۹۱۴ء میں حجاز کا آزاد بادشاہ ہونے کا

اعلان کر دیا۔ اسی ابن سعود نے مکہ فتح کر لیا، شریف حسین قبرص بھاگ گیا۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۱۳۴۶)

ملان (Milan): ۵۔۱۱۱

اٹلی کا ایک شمالی شہر، صوبہ بومبارڈی اور ملانو کا صدر مقام۔ یہ اٹلی کا صدر مقام بھی رہا (۱۷۹۷ء۔۱۸۱۴ء) ہے۔ ۱۸۱۵ء تا ۱۸۵۰ء آسٹریا کے قبضے میں رہا۔ یہاں زیر زمین ریلوے، دو یونیورسٹیاں اور دو ہوائی اڈے بھی ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۹۹۲)

ملایا (Malaya): ۶۔۱۲

جزیرہ نما ملایا ایک باریک زمینی پٹی ہے جو سمندر میں آگے تک چلی گئی ہے۔ یہ سر زمین جنوب مشرقی ایشیا سے ملی ہوئی ہے۔ یہ تقریباً ۴۶۰ میل سے ۲۱۲ میل چوڑائی لئے ہوئے ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۵۳)

ممفس (Memphis): IB۔۶۱۹

اسرائیل کا قدیم دارالحکومت۔ اسی نام کا ایک شہر امریکی ریاست ٹینی سی کے انتہائی جنوب مغربی حصے میں ہے۔ شرر کے قدیم اسرائیلی دارالحکومت کے بارے میں لکھا ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ اس شہر کی بنیاد ۴۰۰۰ ق م میں رکھی گئی۔ روایت کے مطابق ممفس بادشاہ آہا نے تعمیر کیا۔ ۳۰ ق م قلوپطرا کی موت پر اسے زوال شروع ہوا۔ آج قدیم ممفس کی قلیل باقیات ہی موجود ہیں۔ زیادہ تر آثار دریائے نیل کی بچائی ہوئی مٹی کی دبیز تہوں تلے دبے ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ نے یہاں سے فرعون کے دو مقبرے اور کئی رہائشیں دریافت کی ہیں۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد ۲، ص ۱۹۷۶)

موصل (Mosuil): IB۔۴۲۰

شمالی عراق کا ایک شہر۔ دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ موصل کے ارگرد مٹی کے تیل کے کنوئیں ہیں، جو برطانوی اور امریکی کمپنیوں نے پٹے پر لے رکھے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد اس پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ عراق اور ترکی اس کے دعوے دار تھے۔ ۱۹۲۶ء میں اقوام متحدہ نے یہ شہر عراق کے حوالے کر دیا۔ یہاں بے شمار مساجد اور کئی گرجا گھر ہیں۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا'' ص، ۱۳۷۱)

میڈیٹیرینین سی (Mediterranean Sea):IA_۶۱

اسے بحیرہ روم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ یورپ کے جنوب، افریقہ کے شمال اور ایشیا کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ بالکل زمین سے گھرا نظر آتا ہے۔ اس میں مدوجزری لہریں نہیں آتیں۔ اس میں پائے جانے والے اہم جزائر سائپرس، کریٹ، سسلی، سارڈینیا اور کورسیکا ہیں۔ یہ بحیرہ ۲۳۲۵ میل لمبا اور ۵۰۰ میل چوڑا ہے اور اس کا کل رقبہ ۱۱۴۵،۱۰۰ مربع میل ہے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۲۰۰)

میرٹھ (Merrut):۵_۱۷۷

ہندوستان کی شمال مغربی ریاست اتر پردیش کا ایک شہر، میرٹھ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسی شہر کی چھاؤنی سے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا آغاز ہوا تھا۔ میرٹھ زرعی مصنوعات کا تجارتی مرکز ہے اور یہاں کئی صنعتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

(مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی، ''علمائے سلف ونابینا علما''، ص ۴۴۳)

میونخ (Munich):IB_۶۷۰

جنوبی وسطی جرمنی میں ایک شہر، بواریا کا دارالحکومت۔ شہر کے پرانے مغربی حصے میں اٹھارہویں صدی کے بواریائی حکمرانوں کی بنائی ہوئی عمارات موجود ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں یہاں اولمپک کھیلوں کے لئے ایک بہت بڑا اسٹیڈیم تعمیر کیا گیا تھا۔ دنیا بھر سے سیاح آتے ہیں۔

(''عالمی انسائیکلوپیڈیا''، جلد ۲، ص ۰۲۴۰)

ناروے (Norway):۵_۷۶

شمالی یورپ کی ایک سلطنت، اس میں سکنڈے نیویا کا چھوٹا سا مغربی حصہ بھی شامل ہے۔ جنوب میں بحیرہ شمالی اور مشرق میں سویڈن ہے۔ اس کا صدر مقام (اوسلو) ہے۔ ملک میں آئینی بادشاہت ہے، حکومت کے اختیارات وزیراعظم کے پاس ہیں۔ اس کی اٹھارہ کاؤنٹیاں ہیں۔ ناروے کا زیادہ حصہ کوہستانی ہے اور گھنے جنگلات سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس ملک میں مئی کے دوسرے حصہ سے جولائی کے آخری ہفتے تک نارتھ کیمپ میں ۲۴ گھنٹے سورج نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس ۱۸ نومبر سے ۲۴ جنوری تک سورج بالکل دکھائی نہیں دیتا۔ اس ملک کو ایک نارویجن سردار ہیرلڈ ہارفارجر (۸۶۳ء۔ ۹۳۰ء) نے متحدہ سلطنت کی حیثیت دی۔ کچھ عرصہ یہ ڈنمارک کے زیرنگین (۱۵۳۶ء۔۱۸۱۴ء) رہا۔ اس کے بعد سویڈن کے زیراثر رہا۔ ۱۹۰۵ء میں اسے آزاد کر دیا گیا۔ اس ملک کی سرکاری زبان: نارویجن، مذہب، عیسائیت اور سکہ: نارویجن کرونے ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، ص ۱۳۹۵)

نجران (Najarn): ۲A۔۲۷۶

شمالی یمن میں ایک وادی کا نام۔ کہتے ہیں کہ یہ علاقہ زمانہ قدیم میں اپنی زرخیزی کی وجہ سے مشہور تھا۔ نجران کے قصبے کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ موجودہ زمانے میں اس نام کا کوئی شہر موجود نہیں۔ اب نجران کا علاقہ سعودی حکومت کے ماتحت ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۲۲، ص ۱۳۳۔ ۱۳۷)

ندوۃ العلماء: ۶۔۹

قدیم علما اور علی گڑھ کے بین بین ایک اسلامی مدارس کا نصاب بنانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ۱۸۹۴ء میں لکھنو میں ندوۃ العلما قائم ہوا۔ اس کے مقاصد میں نصاب تعلیم کی اصلاح کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کی صلاح و فلاح کا کام بھی لیا جائے۔ اس عمدہ خیال کے محرک مولوی عبدالغفور ڈپٹی کلکٹر تھے۔ مگر اس کی تکمیل مولوی سید محمد علی کانپوری نے کی۔ مولوی شبلی نعمانی اور مولوی عبدالحق دہلوی نے اس کے قواعد وضوابط مرتب کیے۔ مولانا شبلی نعمانی نے حیدرآباد کی ملازمت ترک کر کے ستمبر ۱۹۰۴ء میں لکھنو آئے اور ندوۃ العلما میں ایک بالکل نئے دور کا آغاز کیا۔ آغا خاں اور والیان بہاولپور بھوپال نے سالانہ عطیے مقرر کیے۔ بدقسمتی سے ۱۹۱۳ء میں شبلی نعمانی اور دوسرے اراکین میں اختلافات ہوگئے تو شبلی نعمانی نے ندوہ کی معتمدی سے استعفیٰ دے دیا۔ مولانا آزاد اور حکیم اجمل خاں کی کوششوں سے مولانا عبدالحئ عہدہ نظامت پر مامور ہوئے۔ ان کے بعد نواب صدیق حسن، اس کے بعد مولانا عبدالحئ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر سید عبدالعلی یہ فرائض ادا کرتے رہے۔ ندوۃ العلما کا تجربہ بعض لحاظ سے مسلمانان ہند کی زندگی میں بڑا اہم تھا۔ لیکن یہ تجربہ پوری طرح کامیاب نہ ہوا۔

(شیخ محمد اکرم، ''موجِ کوثر'' لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع اکیس ۲۰۰۰ء، ۱۸۷۔ ۱۸۹)

نہرِ زبیدہ: ۶۔۱۱۳

ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے مکہ میں آب رسانی کے لئے نہر زبیدہ بنوائی۔ اس کی تعمیر پر لاکھوں دینار خرچ ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب نہروں کے حساب کے گوشوارے ان کی خدمت میں پیش کئے گئے تو انہوں نے یہ کاغذات دریائے فرات میں ڈبوا دیئے اور کہا کہ میں ان کا حساب روز حساب کولوں گی، میں نے تو یہ کام صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے انجام دیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ''، جلد۲۱، ص ۵۰۳)

نیپال (Nepal): ۲A۔۱۹۶

وسطی ایشیا کی، خشکی سے گھری ہوئی دنیا کی واحد سرکاری ہندو سلطنت اس کے شمال میں چین، مشرق، جنوب اور

مغرب میں بھارت ہے۔ ملک کا بیشتر حصہ جنگلوں اور کوہستانی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ دنیا کی سے بلند چھوٹی ماؤنٹ ایورسٹ اسی علاقے میں ہے۔ غیر ملکی تجارت ہندوستان اور تبت کے راستے ہوتی ہے۔ بادشاہ سربراہ مملکت اور وزیر اعظم سربراہ حکومت ہوتا ہے۔ نیپال کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ۱۹۲۳ء میں انگریزوں سے آزادی حاصل کی۔ دارالسلطنت، کھٹمنڈو، زبان، نیپالی، مذہب: ہندومت اور سکہ نیپالی روپیہ ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۱۴۳۶۔۱۴۳۷)

نیشاپور:

ایران کے صوبہ خراسان کا مشہور شہر۔ یہ مشہد سے ۱۵۰ کلومیٹر دور ہے۔ چنگیز خاں نے اس شہر کو تباہ کیا۔ عمر خیام اور شیخ فریدالدین عطار جسے مشہور عالم ایرانی شعراء یہیں پیدا ہوئے اور ان کا مدفن بھی اسی شہر میں ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۱۴۴۰)

نیل، دریائے (Nilė, River): ۱۸A۔۴۱

براعظم افریقہ کا سب سے بڑا دریا اور دنیا کا دوسرا بڑا دریا جس کی لمبائی چار ہزار ایک سو پنتالیس میل ہے۔ یہ گیارہ لاکھ مربع میل رقبے کو سیراب کرتا ہے۔ اس کا منبع دریائے گاگیرا کی شاخ لوی رونزو ہے۔ یہ جنوب مغرب کی طرف بہتا ہوا جھیل وکٹوریا میں جا شامل ہوتا ہے۔ دریائے نیل کا مزید سفر کچھ پہاڑی سلسلوں پر بہت سی لگاتار آبشاریں بناتا چلتا ہے۔ جہاں اس پر مصر کی حکومت نے بند باندھ کر ایک کثیر المقاصد منصوبہ بنایا ہے۔ اس دریا کا سفر اب ہموار صحرائی علاقے سے ہوتا ہے۔ قاہرہ کے قریب اس کا ڈیلٹا شروع ہو جاتا ہے جہاں سے یہ بحیرہ روم میں پہنچ جاتا ہے۔ مصر اور ملحقہ علاقوں کی پیداوار اور خوش حالی کا دارومدار نیل پر ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۲، ص ۵۳۹۔۵۵۰)

نینوا (Nineveh): ۱B۔۴۲۰

ایک بہت پرانی سلطنت، جس کی تاریخ غیر متعین ہے۔ اس کی حدود شمال میں ارمنی کے پہاڑی سلسلے تک اور جنوب میں بابل تک دو سو اسی میل طویل اور ڈیڑھ سو میل عریض تھیں۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز تھا۔ ۶۰۶ ق م میں وہ سلطنت میڈیا کا ایک صوبہ تھا۔ بعد میں فارس کی حکومت کا ایک صوبہ بنا۔ ۱۶۳۸ء سے یہ ترکی کی حکومت سے پہلی جنگ عظیم تک رہا جو ۱۹۱۹ء میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد سے شام کی حکومت کے نام سے ایک مستقل علیحدہ حکومت یورپی لوگوں کے زیر اثر قائم ہوئی لیکن اب وہ آزاد اور خود مختار ہے۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد ۲، ص ۲۱۰۷)

نیوزی لینڈ (New Zealand):۸۔۱۶۶

جنوبی بحر الکاہل میں، آسٹریلیا سے ۱۲۰۰ میل جنوب مشرق میں ایک مملکت، جو دو بڑے جزائر، نارتھ آئی لینڈ اور ساؤتھ آئی لینڈ پر مشتمل ہے۔ ان جزائر کو آبنائے لگ جدا کرتی ہے۔ اولین یورپی آبادکار یو کے سے آئے اور ۱۸۴۰ء میں نیوزی لینڈ برطانوی سلطنت کی ایک نوآبادی بن گیا۔ ۱۹۰۷ء میں نیوزی لینڈ سلطنت برطانیہ کے اندر ایک خودمختار حکومتی رعیت بن گئی۔ موجودہ خودمختار نیوزی لینڈ اقوام کی دولت مشترکہ کا رکن ہے۔ یو کے کی طرح نیوزی لینڈ کا بھی کوئی تحریر قانون نہیں۔ نیوزی لینڈ کا دارالحکومت: ولنگٹن، زبان: انگریزی، مذہب عیسائیت، سکہ: نیوزی لینڈ ڈالر ہے۔

(عالمی اور انسائیکلوپیڈیا، جلد۲، ص۲۱۱۲۔۲۱۱۳)

واٹرلو (Waterloo):۴۔۳۶

بلجیم کے صوبہ برابینٹ کا ایک قصبہ، برسلز کے قریب واقع ہے۔ یہاں جون ۱۸۱۵ء کو نپولین اور یورپی طاقتوں سے مقابلہ ہوا تھا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص۱۴۴۷)

وینس (Venice):

شمالی مشرقی اٹلی کا ایک شہر، بندرگاہ اور صوبہ وینس کا صدر مقام ہے۔ وینس دریائے پو اور دہرائے کے درمیان ۱۷۷ نہروں ۱۶۰ جزائر پر مشتمل ہے۔ تین کلومیٹر لمبی گرینڈ کینال وینس کے اندر سے گزرتی اور اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ وینس کو دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے۔ سارے شہر میں رطوبت اور نمکیت پھیلی ہوئی ہے۔ سیاحتی مرکز ہونے کی وجہ سے اس کو آبی اثرات سے بچانے کی کوشش کی جارہی ہیں، تاکہ دنیا کے حسین شہر کو محفوظ رکھا جاسکے۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص۱۰۸۷)

ہائڈ پارک (Hyde Park):IB۔۵۶۴

لندن کا شاہی پارک، اسکا رقبہ ۱۱۶۳۰ ہیکٹر ہے۔ اسے جمیز اول کے عہد میں عوام کے لئے کھول دیا گیا ہے۔ ۱۸۵۵ء میں ایک بڑھی نے اس پارک کے ایک کونے میں آزادی سے تقریر کرنے کی ایسی طرح ڈالی کہ اس کے بعد یہ رسم پڑ گئی کہ جو شخص جب چاہے ایک کھوکھا رکھ کر سٹیج بنالے اور آزادی سے تقریر کرے۔ اس کونے میں برطانیہ کا قانون، مقررین اور سامعین پر لاگو نہیں ہوتا۔ یہاں ہر اتوار اجتماعات ہوتے ہیں۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص۱۴۸۳)

ہمالیہ (Himalayas):۵۔۹۳

سنسکرت لفظ ہما یعنی برف اور آلہ بمعنی مسکن کا مرکب، یعنی برف کا مسکن۔ دنیا کا سب سے بلند پہاڑی سلسلہ جس میں ۲۶ بلند ترین چوٹیاں ہیں۔ ان میں ایورسٹ بھی شامل ہے یہ پہاڑی سلسلہ افغانستان سے کشمیر بھارت، نیپال اور بھوٹان تک پھیلا ہوا ہے۔ کوہ ہمالیہ پر تقریباً چار کروڑ لوگ آباد ہیں۔ اس کی اوسط بلندی ۲۰،۰۰۰ فٹ ہے اور آب وہوا اتنی سرد ہے کہ عام انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہمالیہ کے دوسرے طرف تبت کا پلیٹو ہے، جو دنیا کی سب سے اونچی سطح مرتفع ہے۔ بھارت کے مشہور دریا گنگا اور برہم پتر اور پاکستان کا دریائے سندھ اسی سلسلہ کوہ سے نکلتے ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، ص ۱۴۹۰)

ہندوکش (Hinduskush):IB۔۴۷۸

ایک بلند اور وسیع پہاڑوں کا سلسلہ، جو علاقہ پامیر سے جنوب مغرب کی طرف پھیلی ہوئی کوہ ہمالیہ کی ایک توسیع ہے۔ اس حصے کو جدید جغرافیہ دان عام طور سے پاور پامس (Paropamisus) کہتے ہیں۔ مقدونیہ کے باشندے اسے کوہ قاف (Cauucasus) بھی کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چوٹیاں وسعت کے اعتبار سے ہمالیہ کے برابر ہیں۔ جن میں ہنزا کے جنوب میں راکاپوشی اور چترال کے مغرب میں ترچ میر سب سے زیادہ معروف ہیں۔ اس سلسلہ کوہ سے کئی دریا نکل کر مختلف اطراف میں چلتے ہیں۔ ان سلسلوں میں بہت سے درے بھی پائے جاتے ہیں جو آمد ورفت میں بہت آسانی پیدا کرتے ہیں۔

(بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۱۱۰۰)

ہندوستان (Hindustan):۸۔۱۱۷

برصغیر جنوبی ایشیا کا سابق نام، جس میں اب بھارت، پاکستان بنگلہ دیش، نیپال اور بھوٹان کی آزاد خود مختار مملکتیں شامل ہیں۔ یہ برصغیر دنیا کا قدیم علاقہ ہے یہاں دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں نے جنم لیا تھا۔ صدیوں تک یہ علاقہ بیرونی حملہ آوروں کا ہدف بنتا رہا۔ یہاں تین عظیم الشان سلطنتیں، موریہ، گپت اور مغلیہ قائم ہوئیں جن کے جھنڈے تلے تقریباً تمام ہندوستان متحد ہو گیا تھا۔ اب تک تقریباً تمام حملہ آور ہندوکش کے دروں کے راستے یہاں حملہ آور ہوئے آخری حملہ آور انگریز تھے، جو اٹھارویں صدی میں، بظاہر تجارت کے لئے سمندر کے راستے آئے۔ انگریزوں کا بالواسطہ اور بلاواسطہ راج اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہوا جب پاکستان اور بھارت دو آزاد ملک وجود میں آئے۔

(محمد حبیب وخلیق احمد نظامی، ''جامع تاریخ ہند''، لاہور: تخلیقات، س۔ن، متعدد صفحات)

یروشلم (Jerusalem):IB۔۵۳۲

یروشلم کا عربی نام القدس، جسے قدم مصنفین عام طور پر بیت المقدس لکھتے ہیں۔ اسرائیل اور مغربی کنارے کے درمیان واقع تاریخی شہر ہے۔ اس کی ایک طرف میڈی ٹرینین سمندر اور دوسری طرف بحیرہ مردار ہے۔ یروشلم دو حصوں میں بٹا

ہوا ہے۔ مغربی یروشلم میں صرف یہودیوں کی آبادی ہے اور یہ ۱۹۴۸ء سے ہی اسرائیل کا حصہ ہے۔ اسرائیل نے اپنا دارالحکومت بنانے کا اعلان کیا، لیکن فلسطین اس دعوے کو مسترد کرتے ہیں۔ یروشلم یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے بھی مقدس شہر ہے۔

("عالمی انسائیکلوپیڈیا"، جلد۲، ص ۲۲۸۵

یونان (Greece): ۸۔۱۷۴

جنوب مشرقی یورپ کی ایک جمہوریہ، اس میں جزیرہ نما بلقان کا جنوبی حصہ اور تین ہزار سے زائد جزیرے شامل ہیں۔ اس کے شمال میں بلغاریہ یوگوسلاویہ، البامہ، مغرب میں ترکی واقع ہے۔ قدیم یونان کی تاریخ دنیا کی بہترین تاریخ ہے۔ اسی زمین پر ارسطو افلاطون ایلیڈ، فیثا غورث، اقلیدس اور ہومر جیسی شخصیات پیدا ہوئیں۔ ایتھنز یونان کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ہے۔ زبان: جدید یونانی، انگریزی اور فرانسیسی ہیں۔ مذہب: یونانی آرتھوڈاکس، سکہ: ڈراچما ہے۔

(عقیل احمد روبی، "یونانی کا ادبی ورثہ"، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

باب پنجم

کتب / رسائل و جرائد

آب حیات: ۵۔۲۶۷

محمد حسین آزاد کی بہت سی تصانیف ہیں، مگر'' آب حیات'' نے آزاد کو شہرت عام کے دربار میں پہنچا دیا۔ اردو ادب میں جو شہرت اس کتاب کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ اردو شاعروں کے بیسیوں تذکرے موجود ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں شعر و ادب کے متعلق لکھی گئی ہیں لیکن اردو کی ادبی کتابوں میں جتنے حوالے'' آب حیات'' کے ملتے ہیں۔ ان کے نصف بھی شاید کسی دوسری کتاب کے نہیں ملتے۔ اردو زبان و ادب کی ابتدا اور ارتقا کے متعلق جب کوئی کچھ لکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے آب حیات کا مطالعہ ناگزیر ٹھہرتا ہے۔ اس کتاب میں اردو کے مشہور شاعروں کے حالات مع ان کے نمونہ کلام اور تنقید کے درج ہیں۔ اردو زبان میں اردو شاعروں کا یہ پہلا جامع تذکرہ ہے۔ البتہ تاریخی واقعات کے متعلق کچھ محققین کا خیال ہے کہ یہ مستند نہیں۔

(ڈاکٹر محمد صادق،'' آب حیات کی حمایت میں''، لاہور: مجلس ترقی آدب، ۱۹۷۳ء، متعدد صفحات)

آثار الصنادید: ۲A۔۲۸

'' آثار الصنادید'' میں دہلی اور مضافات دہلی کی عمارتوں بزرگوں اور عظیم ہستیوں کی نشانیوں کا مفصل حال ہے۔ مولانا حالی کا بیان ہے کہ سرسید نے اس کتاب کی تالیف میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور بڑی مشقتوں سے اس کیلئے مواد جمع کیا۔ انہوں نے قطب صاحب کی لاٹ کے بعض کتبوں کو پڑھنے کے لئے ایک چھینکا بنوا رکھا تھا۔ جس میں بیٹھ کر وہ کہنے کا چربہ اتار لیا کرتے تھے۔ یہ کام کس قدر دقت طلب اور صبر آزما ہے، اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ سرسید جس زمانے میں اس کتاب کی ترتیب میں مصروف تھے مولانا امام بخش صہبائی اسی زمانے میں ان کے ہمدم و رفیق تھے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ'' آثار الصنادید'' صہبائی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کے پہلے ایڈیشن میں چار باب تھے۔ پہلا باب شہر کے باہر کی عمارتوں کا حال۔ دوسرا باب: قلعہ معلیٰ کی عمارتوں کا بیان۔ تیسرا باب: خاص شہر شاہجہاں آباد کے حال میں۔ چوتھا باب: دلی اور دلی کے لوگوں کے بیان میں۔ دوسرا ایڈیشن ۱۸۵۴ء میں شائع ہوا، مگر اس اشاعت میں چوتھا باب خارج کر دیا گیا۔ انیسویں صدی میں شہر دہلی کے موضوع پر بہترین کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ سرسید کے معاصرین نے اس کو انتہائی وقعت کی نظر سے دیکھا، چنانچہ اسے مختلف زبانوں میں منتقل کرنے کی ایک سے زیادہ کوششیں ہوئیں۔ گارساں دتاسی نے ۱۸۶۱ء میں اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ کیا، اپنے خطبات میں اس کا ذکر بہت شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ رابرٹس جو'' آثار الصنادید'' کی تصنیف کے وقت دہلی کے کلکٹر تھے اس کا انگریزی ترجمہ مکمل نہ کر سکے۔ انہوں نے سرسید کے ساتھ مل کر اس کام کی ابتداء کر دی تھی مگر مکمل نہ ہو سکی۔ اسی زمانے میں

ایڈورڈ طامس جو دہلی کے سیشن جج تھے اس امر کے محرک ہوئے کہ کتاب کے پہلے ایڈیشن میں اصلاح و ترمیم کی جائے۔ چنانچہ سرسید نے انہی کے مشورے سے دوسرا ایڈیشن تیار کیا۔ ان دونوں ایڈیشنوں میں زبان و بیان کا بڑا فرق نظر آتا ہے۔ اس سے اردو نثر کے ارتقا کا پتہ چلتا ہے۔ ۱۸۴۷ء کے ایڈیشن میں انشائے ابوالفضل کا گہرا سایہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن سات سال بعد دوسرے ایڈیشن میں انگریزی نثر اور انگریزی انشا پردازی کے اثرات سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس میں علم تعبیر کی فنی بحثیں بہت کم ہیں اور عمارتوں کی محض تاریخ سے زیادہ بحث کی گئی ہے۔ اس زمانے کے نقطہ نظر سے یہ کتاب بہت قابل قدر ہے۔ یہ کتاب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی بہت مقبول ہوئی۔

(سرسید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، جلد اول، مرتبہ: خلیق انجم، دِلّی: اردو اکیڈمی، اشاعت دوم، متعدد صفحات)

آرژنگ (ارژنگ): ۸۔۱۱۷

مشہور ایرانی فلسفی اور مذہبی پیشوا مانی کی مصوری کی کتاب۔ اس نے ایک رسم الخط بھی ایجاد کیا تھا جس میں تصویروں کے ذریعے الفاظ لکھے جاتے تھے۔ تورفان اور خوچو کی کھدائی سے ثابت ہے کہ مانی کے پیروکار بھی فن مصوری سے خاصا شغف رکھتے تھے۔ وہ اپنی مذہبی کتابوں کے لئے فن نقاشی کو استعمال کرتے تھے پھر ان کو نقاشی سے دلچسپی ہوگئی اور مصوری کا مانوی دبستان ترکستان میں پھیلا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، لاہور: فیروز سنز، چوتھا ایڈیشن ۲۰۰۵ء، ص ۱۲۷۴)

اتحاد: ۶۔۳۳

یہ پندرہ روزہ جریدہ شرر نے یکم اپریل ۱۹۰۴ء میں لکھنؤ سے شائع کیا اور یہ پرچہ بائیس پرچے نکلنے کے بعد ڈیڑھ سال تک جاری رہنے کے بعد بند ہوگیا۔ شرر کے تاریخی ناولوں کو پڑھ کر غیر مسلم قارئین کا ایک طبقہ انہیں تنگ نظر اور متعصب کہنے لگا۔ انہوں نے ''اتحاد'' جاری کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اردو ادیبوں میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی، یکجہتی اور آج کی اصطلاح میں سیکولر نقطہ نظر رکھنے سے ان سے بڑا ادیب کوئی نہیں۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ اس موضوع پر ایسا رسالہ ''اتحاد'' سے پہلے اور اتحاد کے بعد برصغیر میں پھر نظر نہیں آیا۔ اس رسالے کی پالیسی کی حالی اور شبلی نے پر جوش حمایت کی لیکن بعض اخبارات جیسے ''وکیل'' (امرتسر) اور ''پیسہ اخبار'' (لاہور) وغیرہ اس رسالے کے صفحات پر لکھے اور اس وقت کے معروف اور غیر معروف غیر مسلم ادیبوں اور بااثر لوگوں سے ہندو فلسفے پر مضمون لکھوا کر شائع کیے۔

(ڈاکٹر شریف احمد، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، دہلی: گوہر پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۸۲، ۸۳)

اسرار دربار حرام پور: ۴۔۱۱۲

شرر کا یہ سماجی ناول دو حصوں پر مشتمل ہے یہ ناول ''حسن کا ڈاکو'' کی ہی توسیع ہے۔ ان ناولوں میں ہندوستان کے

والیان ریاست کی عیاشی اور رعایا پر ظلم وستم اور برطانوی حکومت کے زیر سایہ پلنے والے سیاہ کرتوتوں کا راز فاش کیا گیا ہے۔ یہ ناول نواب رام پور حامد علی کے حالات پر مبنی ہے۔شرر جب رام پور گئے تو وہاں کے حالات میں بڑی خرابی دیکھی، امیر مینائی اور داغ والا رام پور اب تباہ ہو چکا تھا۔نواب اس قدر ظالم، جابر اور عیاش ہو چکا تھا کہ اسکے حالات پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔عیاشی کا یہ عالم تھا کہ غیر محرم لڑکیوں میں شاید ہی کوئی بچی ہو، جو اسکی ہوس پرستی کا شکار نہ ہو۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ نواب اپنی چچیوں، پھپھیوں، ممانیوں اور بیٹیوں کو بھی نہیں چھوڑتا تھا۔اپنے ہی سگے بچے کو زہر دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔شرر سے یہ حالات دیکھے نہ گئے اور اپنے اس کرب کو ناول کی شکل میں ڈھال دیا۔اگر چہ بعد میں اس ناول پر خاصا ہنگامہ رہا لیکن اس ناول کے ذریعہ نواب رام پور کی ساری حقیقت سامنے آ چکی تھی۔

(ڈاکٹر علی احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص ۳۶۹۔۳۱۱)

اصول النغمات الاصفیہ: ۵۔۱۱۱

موسیقی میں ہلکی پھلکی چیزوں کے اضافے کے علاوہ سلطنت اودھ میں موسیقی پر ایک بہت اہم کتاب بھی لکھی گئی جس کا نام ''اصول النغمات الاصفیہ'' ہے۔ یہ پٹنہ کے ایک رئیس محمد رضا نے ۱۸۱۳ء میں لکھی اور اس میں ہندوستانی موسیقی کے نظریے کی تشریح ہی نہیں کی بلکہ موسیقی کے مختلف مسلکوں میں نظم وہم آہنگی پیدا کرنے کی بھی کوشش کی۔

(سید فیاض محمود، مدیر خصوصی: ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، آٹھویں جلد، اردو ادب سوم، لاہور: پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، ۱۹۷۱ء، ص ۳۳)

البرٹ بل: ۲A۔۶۷

امراؤ علی کا ڈرامہ ''البرٹ بل'' کتابی صورت میں سامنے آیا۔انیسویں صدی کے آخر تک سنجیدہ ادیب اور شاعر تھیٹر کی دنیا میں داخل ہو چکے تھے۔ اس سے پہلے عموماً ادنیٰ درجے یا وسط صلاحیتوں کے مصنفین کے ڈرامے اسٹیج پر دکھائے جاتے تھے۔

(سید فیاض محمود، مدیر خصوصی: ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، دسویں جلد، اردو ادب پنجم، ۱۹۷۲ء، ص ۴۷)

الفانسو: ۴۔۱۳۰

''الفانسو'' شرر کا ایک تاریخی ناول ہے، جس کا کوئی واضح مقصد نہیں، لیکن اسے سب سے دلچسپ ناول کہا جاسکتا ہے۔اس ناول میں سسلی کے ایک بادشاہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ ناول کے زیادہ تر واقعات رومانوی اور تخلیقی ہیں۔ کوئی ایسا تاریخی واقعہ درمیان میں نہیں آتا جس سے معلوم کیا جاسکے کہ اس ناول کا زمانہ کون سا ہے۔علاوہ ازیں الفانسو نام بھی عام نام ہے جو سسلی میں کئی بادشاہوں کا رہا ہے۔پوری کہانی الفانسو اور ضیا کے گرد گھومتی ہے۔ چونکہ عشق ایک ولی عہد اور

وزیر کی بیٹی کے درمیان ہے، اسی وجہ سے درمیان میں بادشاہ، وزیر دوسرے وزراء اور سپاہیوں کی مارکاٹ آنا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے یہ ناول تاریخی کہا جاسکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ سوائے دو ایک مقامات پر شرر نے اپنے مزاج سے مجبور ہو کر تاریخی اشارے دے دیئے ہیں۔ لیکن وہ اشارے اس کہانی سے بالکل غیر متعلق ہیں۔

(ڈاکٹر علی احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص ۲۸۵۔۲۸۷)

الف لیلہ: ۱۸۔۳۴۹

کہانیوں کی مشہور کتاب جسے آٹھویں صدی عیسوی میں عرب ادباء نے تحریر کیا۔ بعد ازاں ایرانی، مصری اور ترک قصہ گووں نے اس میں اضافے کئے۔ کہتے ہیں کہ سمرقند کا ایک بادشاہ شہریار اپنی ملکہ کی بے وفائی سے دلبرداشتہ ہو کر عورت ذات سے بدظن گیا۔ اس نے یہ دستور بنالیا کہ ہر روز ایک نئی شادی کرتا اور صبح دلہن کو قتل کر دیتا۔ آخر وزیر کی لڑکی شہرزاد نے اپنی صنف کو اس عذاب سے نجات دلانے کا تہیہ کر لیا۔ اس نے بادشاہ سے شادی کر لی اور رات کے وقت بادشاہ کو ایک کہانی سنانا شروع کی۔ رات ختم ہوگئی مگر کہانی ختم نہ ہوئی۔ کہانی اتنی دلچسپ تھی کہ بادشاہ نے باقی حصہ سننے کی خاطر وزیرزادی کا قتل ملتوی کر دیا۔ دوسری رات اس نے وہ کہانی ختم کر کے ایک نئی کہانی شروع کر دی۔ اس طرح ایک ہزار رات تک کہانی سناتی رہی۔ اس مدت میں اس کے دو بچے ہو گئے اور بادشاہ کی بدظنی جاتی رہی۔ یورپ میں سب سے پہلا گالاں (Galland) نے اس کا ترجمہ کیا، جس سے دوسری زبانوں میں تراجم ہوئے۔ اردو میں یہ کتاب انگریزی سے ترجمہ ہوئی۔

(ڈاکٹر گیان چند، ''اردو کی نثری داستانیں''، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۹ء، ص ۴۰۴)

الندوہ: ۵۔۲۲۵

''تہذیب الاخلاق'' کے بعد شبلی کے ''رسالہ الندوہ'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ندوۃ العلماء کا یہ ترجمان قومی، ادبی، تعلیمی اور سیاسی مسائل پر شبلی کے افکار کی اشاعت کرتا رہا۔ اس رسالے کی ادبی حیثیت بلند تھی اور اس کا نصب العین یہ تھا کہ ملک میں ایسا علمی اور ذہنی برپا انقلاب کیا جائے جس کی روح عین اسلامی ہو اور اسے مسلمانوں کے شاندار ماضی سے گہرا ربط و تعلق ہو۔ اس کے مقالہ نگار اسلام کی عظمت کے جذبہ سے سرشار تھے اور وہ مذہب کے معاملے میں منفی نقطہ نظر کی بجائے اثباتی انداز کے علم بردار تھے۔ یہ رسالہ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۲ء تک نکلتا رہا۔ مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی، مولانا شبلی، مولانا ابو الکلام آزاد، سید سلیمان ندوی اور عبدالسلام ندوی نے مختلف اوقات میں اس کی ادارت کی اس رسالے نے ملک میں بہت علمی وادبی اثرات پیدا کئے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، نویں جلد، اردو ادب چہارم، ص ۱۹۸۔۱۹۹)

امیر اللغات: A۱۔۲۲۴

اردو کے مسلم الثبوت استاد اور محقق امیر مینائی کی تالیف کردہ لغت ''امیر اللغات'' اردو کی تمام لغت الف ممدوہ اور الف مقصورہ پر محیط ہے۔ الفرڈ لایل گورنر صوبہ جات متحدہ نے ۱۸۸۴ء میں نواب کلب علی خاں سے اردو کی ایک مبسوط لغت تیار کرانے کی فرمائش کی تھی۔ ان کے ایما سے امیر نے کافی عملہ فراہم کر کے یہ کام شروع کیا۔ ۱۸۸۶ء میں مسودے کے چند اوراق بطور نمونہ ملک کے اہل ذوق حضرات کو بھیجے گئے۔ اس عرصے میں الفرڈ لایل انگلستان واپس چلے گئے اور کلب علی خان کا انتقال ہو گیا، تاہم جنرل عظیم الدین اور نواب مشتاق علی خان نے عملے کی تنخواہ کا بار اٹھائے رکھا۔ حامد علی خان کے عہد میں دو جلدیں آگرہ پریس سے ۱۸۹۱ء میں طبع ہوئیں۔ یہ کتاب مولف کی محنت، جستجو اور استادانہ مہارت کاملہ کا مبینہ ثبوت ہے۔ سر سید احمد خان اور اکبر آبادی نے تقریظ نما تبصرے لکھ کر اسے معیاری اور بے مثال قرار دیا۔

(امیر مینائی، ''امیر اللغات''، جلد اول دوم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص ۱۔۷)

انجیل: B۲۔۱۸۹

کتب سماوی میں سے ایک صحیفہ، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اس کتاب کے اصلی اور ابتدائی نسخے ناپید ہیں۔ اس کتاب کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔ سب سے پہلے عمرو بن سعد کے حکم سے انجیل کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ موجودہ صورت میں چار انجیلیں ہیں۔ انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا۔ عیسائیوں کی چرچ ہسٹری کی رو سے اور کئی انجیلیں بھی ہیں۔ لیکن کلیسا ان کو مقدس نہیں مانتا۔

(مولانا اکبر علی، مترجم: ''بائبل سے قرآن تک''، جلد اول، کراچی: مکتبہ دار العلوم، ۲۰۰۲ء، ص ۳۰۵۔۳۲۳)

اندر سبھا: B۱۔۴۹۱

امانت لکھنوی کے ڈرامے ''اندر سبھا'' نے جو مقبولیت و شہرت حاصل کی وہ اردو میں کسی اور ڈرامے نے حاصل نہیں کی۔ اندر سبھا کی فضا اس دور کے لکھنوی تمدن و معاشرت کا عکس پیش کرتی ہے۔ اس میں ہندو مسلم تمدن، ہندوستانی اور ایرانی روایات اس طرح ہم آہنگ ہو گئی ہیں کہ انہیں ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ واجد علی شاہ کے زمانے تک اردو میں ڈرامے کا وجود نہ تھا۔ اس صنف ادب کی بنیاد انہی کے ہاتھوں لکھنؤ میں پڑی۔ انہوں نے اپنی ولی عہدی ہی کے زمانے میں رادھا کنھیا کی داستان محبت پر مبنی ایک چھوٹا سا ڈراما ''رہس'' کے طرز میں لکھا جو اگرچہ فنی اعتبار سے بلند نہیں تھا لیکن اس ڈرامے نے اردو ڈرامے کی بنیاد رکھی اور ''اندر سبھا'' جیسا شاہکار سامنے آیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند'' آٹھویں جلد اردو ادب سوم، ص ۶۰)

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا(Encyclopedia Britanica):A۲-۱۴۸

دنیا کی پہلی انسائیکلوپیڈیا، جو جدید سائنسی بنیادوں پر مرتب کی گئی وہ انسائیوپیڈیا برٹینیکا ہے۔ انگلستان میں ۱۷۶۷ء میں تجربہ کار ایڈیٹروں کی ایک جماعت بنائی گئی جس نے تین سال کے عرصے میں یہ انسائیکلوپیڈیا تالیف کی۔ یہ انگریزی کے تمام انسائیکلوپیڈیاوں سے زیادہ مستند اور معلومات افزا سمجھی جاتی ہے اور معلومات کا تقریباً پورا ذخیرہ اس میں قلمبند ہے۔

(W. Robertson, Smith, "The Encyclopedia Britannica: A Dictionary of Arts, Sciences and General Literature", Montana (USA), Kessinger Publishing, 2007, pg. Different)

انطالوغی (پھولوں کا ہار):۵-۱۷۶

انطالوغی یا ''پھولوں کا ہار'' ایک تذکرہ ہے۔ پہلی صدی عیسوی میں ارض شام میں یونانی زبان کا ایک معلم میلاغر تھا۔ اس نے اپنے زمانے تک کے یونانی شاعروں اور ادیبوں کے کلام نظم ونثر کا ایک منتخب مجموعہ مرتب کیا جس میں ہر شاعر کی بہترین نظمیں اور ہر ادیب کی فصیح وموثر ومختصر نثریں جمع کی تھیں۔ ملیاغر نے اس مجموعہ میں یونانی شاعر سافو سے لے کر اپنے عہد تک کے تمام شعرا و ادبا کا منتخب کلام جمع کیا تھا اور آخر میں اپنا بھی بہت سا کلام درج کر دیا تھا۔ اس کے شروع میں اپنی ایک تمہیدی نظم درج کی جس میں ہر شاعر کو اپنے خیال و مذاق کے مطابق کسی خاص پھول سے تشبیہ دے کر اسی پھول سے تعبیر کیا، اور اسی رعایت سے اس مجموعے کا نام ''پھولوں کا ہار'' رکھا۔ ملیانمر کے بعد تھسالونکا کے فلپ نے اس ''پھولوں کے ہار'' میں زمانہ مابعد کے تیرہ (۱۳) مزید شاعروں اور انشا پردازوں کے منتخب کلام اضافہ کیا اور اپنے نئے مجموعہ سخن کا نام ''انطالوغی'' رکھ لیا۔ یونانی زبان میں انطوس پھول کو کہتے ہیں اور لوغیہ کے معنی خرمن کے ہیں۔ لہٰذا ''انطالوغی'' کا لغوی ترجمہ ''خرمن گل'' یا ''گلستان'' یا ''گلزار'' ہے۔

(عبدالحلیم شرر، ''عصر قدیم''، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، س۔ن، ص ۲۳۲-۲۳۴)

انوار سہیلی:۸-۱۶۹

کلیلہ ودمنہ کے قصے کو ملا حسین علی الواعظ کاشفی نے امیر شیخ احمد سہیلی کی فرمائش پر پندرہویں صدی میں دوبارہ مرتب کیا اور ''انور سہیلی'' کا نام دیا۔ پھر اکبر کے حکم سے اس حصے کو ابوالفضل نے ''عیار دانش'' کے نام سے مرتب کیا۔ اس کا اسلوب بڑا پرتکلف ہے۔ اس میں صنائع وبدائع بکثرت استعمال کئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے مشرق میں اس کتاب کو بہت سراہا جاتا ہے۔ اس کے قلمی نسخے بھی عام ہیں یہ کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ پہلی بار یہ ۱۸۰۴ء میں کلکتے سے شائع ہوئی تھی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۲۰-۲۱)

اَوَدھ پنچ: ۸۔۱۴۲

مزاحیہ ہفت روزہ جسے منشی سجاد حسین نے ۱۸۷۷ء میں لکھنؤ سے جاری کیا۔ یہ اخبار سیاست کو ظرافت کا جامہ پہنا کر پیش کرتا تھا۔ مرزا محمد مرتضے عرف مچھو بیگ عاشق، جن کا قلمی نام ستم ظریف تھا، ۳۳ برس تک اس میں مزاحیہ مضامین لکھتے رہے۔ نواب سید محمود آزاد، اکبر الہ آبادی، پنڈت تربھون ناتھ ہجر، منشی جوالا پرشاد برق، منشی احمد علی شوق اور منشی احمد علی کمنڈی جیسے اہل قلم ادارہ تحریر سے منسلک رہے۔ یہ اخبار ہندو مسلم اتحاد کا داعی اور انڈین نیشنل کانگرس کا ہمنوا تھا۔ مغربی تہذیب کا مخالف اور مشرقی اقدار کا حامی تھا۔ مزاحیہ کارٹون اور نظمیں کثرت سے شائع ہوئی تھیں۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۳۳۲)

اوستا (Avesta): ۶۔۶۸

پارسیوں کی مقدس کتاب۔ اس کی زبان قدیم پہلوی ایرانی سے ملتی جلتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے ۱۲ پارے تھے جو بارہ ہزار چمڑوں پر سنہرے خطوں میں لکھے ہوئے تھے۔ اس وقت فقط ایک مکمل پارہ۔ ''وندیداد'' موجود ہے اور باقی چند جدا ہیں۔ سکندر اعظم نے ۱۳۲ ق م میں ایران فتح کیا تو اوستا کا زیادہ حصہ ضائع ہو گیا۔ ساسانیوں کے عہد میں اوستا کو جمع کیا گیا تو ۳۴۸ فصلیں مل سکیں جنھیں ۲۱ کتابوں میں منقسم کیا گیا۔ عربوں اور مغلوں کے حملوں سے اس کا اور حصہ بھی ضائع ہوا۔ اب موجودہ اوستا میں صرف ۸۳۰۰۰ الفاظ ہیں۔

(''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، جلد ۱، ص ۲۰)

ایام عرب: ۵۔۲۵۸

شرر نے اس ناول میں ہجرت سے تقریباً چالیس سال قبل کی تصویر پیش کی ہے۔ شرر کا یہ ناول دو حصوں میں تقسیم ہو کر منظر عام پر آیا۔ پہلے حصے کی ابتدا میں شہر طائف اور قصبہ نجف جو مکہ معظمہ سے پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے سے ہوتی ہے۔ اس ناول میں ناول نگار نے اس دور جاہلیہ کی معاشرت اور ثقافت کا نقشہ کھینچا ہے۔ دوسرا حصہ اگرچہ کچھ پھیکا ہے لیکن اس حصہ میں بھی عرب کے ساتھ بعض مقامات پر ایران کی تصویر کشی اچھے طور پر کی ہے۔ اس ناول کے مقبول عام ہونے کی وجہ دور جاہلیت کی یہی معاشرتی تصویریں ہیں۔ شرر کے زیادہ تر ناول فنی اعتبار سے کامیاب نہ ہو سکے، لیکن جب بھی انہوں نے محنت کی ہے اور سلیقے سے مواد اکٹھا کیا ہے، وہ یقیناً کامیاب ہوئے ہیں اور یہ کامیابی انہوں نے ''ایام عرب'' میں بھی حاصل کی۔

(ڈاکٹر علی احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص ۲۳۹۔۲۴۳ ص)

بابک خرمی: ۴۔۱۳۸

''بابک خرمی'' تاریخی اعتبار سے شرر کا انتہائی مستند ناول ہے۔ عباسی دور میں ابھرنے والی متعدد ملحدانہ تحریکات میں

سے ایک اس کا موضوع ہے۔ اس تحریک کا زمانہ یوں تو بیس برس سے زیادہ عرصے پر پھیلا ہوا ہے لیکن اس ناول میں زیادہ تر خلیفہ معتصم باللہ کے عہد کے واقعات اور بابک خرمی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ ناول دو جلدوں میں علی الترتیب ۱۹۱۷ء اور ۱۹۱۸ء میں چھپا۔ شہر بر کا حاکم جاوید تھا۔ اس کے بعد اس شہر کا حاکم بابک بن گیا اور اپنے آپ کو خرمی کے لقب سے مشہور کیا۔ اسی کے نام پر اس ناول کا نام ہے۔ اس نے تیزی سے اپنی طاقت بڑھائی اور اپنے آپ کو روحانی شخصیت مشہور کرنے لگا۔ مامون اور معتصم کی افواج کو شکست دی۔ آخر میں چند مسلمان افسر اس کے ہمدرد بن کر اسے گرفتار کر لیتے ہیں۔ معتصم کے دربار میں بابک کو قتل کر کے اس ملحدانہ تحریک کو ختم کیا گیا۔

(ڈاکٹر ممتاز منگلوری، ''شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''، لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۷۸ء، ص ۲۷۲، ۲۸۸)

بائبل:(Bible):۷۔۱۳۱

عیسائیوں کی مقدس کتاب، جس میں عہد نامہ قدیم (عتیق) کی ۳۹ کتب، عہد نامہ جدید کی ۲۷ کتب اور اسفار محرفہ (قدیم اسرائیلی لٹریچر) کی ۱۴ متنازعہ کتب شامل ہیں۔ یہودی صرف عہد نامہ قدیم کو ''بائبل'' کہتے ہیں۔ عہد نامہ قدیم زمانہ قبل از مسیح کے تعلق رکھتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتب کے علاوہ دیگر انبیاء بنی اسرائیل کے صحائف پر مشتمل ہے۔ بائبل عبرانی زبان میں تھی۔ بعدازاں اس کا یونانی، قبطی اور شامی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ انگریزی ترجمہ ۱۶۱۰ء میں یہ عہد جیمز اول شائع ہوا۔ اسے ۴۷ عیسائی علماء نے چھے سال کے عرصے میں مکمل کیا تھا۔ جرمن ترجمہ مشہور جرمن مذہبی رہنما اور پروٹسٹنٹ فرقے کے بانی مارٹن لوتھر نے کیا۔ بائبل کا اب ایک ہزار زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ دنیا کی سب سے زیادہ چھپنے والی کتابوں میں ایک ہے۔

(''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ص ۶۹۰)

بہشتی زیور:2B۔۱۲۳

اشرف علی تھانوی کی مشہور تصنیف ''بہشتی زیور'' ہے۔ جو دس حصوں پر مشتمل ہے۔ اور اردو زبان میں ہے جو عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس میں تعلیمات اسلامی کا خلاصہ ہے۔ گیارہویں جلد مردوں کے لئے لکھی یہ کتاب کئی مرتبہ پاکستان اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے اور اب بھی اس کی مانگ بہت ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۹۳)

پیراڈائزلاسٹ(Paradise lost):۵۔۹۲

''ملٹن کی پیراڈائزلاسٹ'' ۱۶۶۷ء میں شائع ہوئی یہ اس کی تمام نظموں میں بہترین ہے اور یورپ کی عظیم ترین رزمیہ نظم ہے۔ آج اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی یہ نظم دنیا بھر میں مقبول ہے۔ ملٹن نے یہ قصہ توریت سے لے کر آدم، حوا

اور شیطان کی مثلث سے تشکیل دیا۔ اس کا مقصد اس تخلیق سے انسانوں کو خدا کا راستہ دکھانا ہے اور فن شاعری میں یونانیوں کو مات دینا تھا۔ اس نظم کا موضوع دوسرے تمام رزمیہ شاعروں کے موضوعات سے بہتر ہے اور پوری نظم کائنات کا ایک عظیم تصور پیش کرتی ہے۔

(William Zundar, "Paradise Lost: John Milton", London: Macmillan Press Ltd., 1999, pg. Different)

تاریخ ارض مقدس: ۸۔۱۲۹

''تاریخ ارض مقدس'' کتابی شکل میں شائع ہونے سے پہلے ان کے رسالہ ''مورخ'' ہیں جولائی ۱۹۱۶ء سے لے کر ستمبر ۱۹۱۷ء تک شائع ہوئی۔ مورخین نے اس کی سنہ اشاعت ۱۹۱۲ء لکھی ہے۔ جبکہ یہ ''مورخ'' میں چھپنے کے بعد ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں بیت المقدس اور خانہ کعبہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(عبدالحلیم شرر، ''تاریخ ارض مقدس''، لکھنؤ، دلگداز پریس، ۱۹۱۹ء، متعدد صفحات)

تاریخ اسلام: ۸۔۱۲۹

شرؔر نے ''تاریخ اسلام'' کو اپنا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ''دلگداز'' کے صفحات میں وہ بار بار اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر زمانے نے انہیں فرحت اور فراغت دی تو وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ لکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی یہ خواہش اس طرح پوری ہوئی، کہ دولت آصفیہ کی طرف سے ''تاریخ اسلام'' لکھنے لئے کہا گیا اور پانچ سو روپیہ ماہوار وظیفہ بھی مقرر ہوا۔ چنانچہ عربی، فارسی اور انگریزی میں لکھی ہوئی تواریخ کا انہوں نے بھرپور مطالبہ کیا۔ ''تاریخ اسلام'' کے ماخذات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شبلی سلیمان ندوی، ابو الفدا، سر سید ابو الفرج، ابن اثیر، شہرستانی، ابن ہشام طبری، ابن خلدون، مسعودی، حبیب الرحمان خان شیروانی واقدی، بلازری، سیتری اسٹوب، موسینو رسینا، امیر علی، گبن ولیم راجرس اور سیوطی وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ یہ تاریخ دو حصوں میں دار الطبع عثمانیہ سے سنہ ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی ہے۔

(www.deedahwar.com {Site visited 14-08-2010})

تاریخ بغداد: ۸۔۱۵۸

شرؔر کی یہ مختصر تصنیف ''دلگداز'' میں علامہ شبلی کے ایک مضمون ''تاریخ بغداد'' کے بعد لکھی گئی ہے۔ شرؔر نے شبلی کی معلومات کو ناکافی سمجھتے ہوئے بغداد کی تاریخ سے متعلق ایک مفصل مضمون لکھا جو بعد میں انہیں کے مطبع سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ خلفات عباسیہ کے زمانے میں بغداد تہذیب وتمدن کا گہوارہ اور علوم وفنون کا مرجع رہا ہے۔ تاہم یہ چھوٹی سی تاریخ کا بغداد شہر کے قیام عمارتوں، بازاروں، مکانات اور محلات اور باغات سے ایک تعارف ضرور کرا دیتی ہے۔

(شریف احمد، ''ڈاکٹر عبدالحلیم شرؔر: شخصیت اور فن''، ص ۲۵۹۔۲۶۰)

تاریخ تیموری: ۸۔۱۲۹

مولف کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ یہ تاریخ تیمور اور ایران میں اس کے جانشینوں اور بابر، ہمایوں اور اکبر کے (۲۲ ویں سال جلوس تک) حالات پر مشتمل ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بابر کے ہاتھوں کابل فتح ہونے کے بعد وہاں ایک ماہ تک ہر روز زلزلے آتے رہے۔ جن کے باعث وہاں کی تقریباً تمام عمارتیں گر گئیں اور بعد میں اکبر نے شہر کو نئے سرے سے آباد کیا۔

(میرزا مقبول بیگ بدخشانی، مدیر خصوصی: ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''،
چوتھی جلد فارسی ادب (دوم)، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، ص ۵۰۵)

تاریخ تیونس: ۸۔۱۲۸

شررؔ نے یہ ''تاریخ دول البحار'' کا ترجمہ ہے جو کہ کرنل اسماعیل کی لکھی ہوئی ہے۔ اس تاریخی کتاب میں صرف حکمرانوں اور جنگوں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے عام زندگی کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ سنہ ۸۸۶ق۔م سے ۱۸۸۱ء تک مختصر ذکر ہے۔ اس کتاب میں شررؔ کی حیثیت محض ایک مترجم کی ہے۔

(ڈاکٹر شریف احمد، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، ص ۲۵۸)

تاریخ خلافت: ۷۔۱۷۹

شررؔ کی ''تاریخ خلافت'' لکھنے کی وجہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں عثمانی خلافت کا خاتمہ تھا۔ سقوط خلافت سے تمام ہی ہندوستانی مسلمانوں پر بہت بُرا اثر پڑا۔ ہندوستان کی مسلم سیاست میں ''خلافت تحریک'' کا زور شور سے چلنا اس بات کا بین ثبوت ہے شررؔ کو اس سانحے کا ایسا اندوہ وملال ہوا کہ انہوں نے اسلامی خلافت کی تاریخ پر ایک مضمون لکھا اور یہ مضمون اتنا طویل ہوگیا کہ ایک کتاب بن گئی۔

(ڈاکٹر شریف احمد، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، ص ۲۵۸۔۲۵۹)

تاریخ سندھ: A۲۔۱۳۸

شررؔ نے اپنے قیام حیدر آباد میں سنہ ۱۹۰۵ء میں تاریخ سندھ لکھنی شروع کی انہوں نے پہلے تاریخ سندھ کا مواد جمع کیا۔ اس کتاب کا پہلا حصہ ۱۹۰۶ء اور دوسرا ۱۹۰۹ء میں حیدر آباد سے شائع ہوا۔ مصنف نے مسلمانوں کی سندھ میں آمد سے پہلے کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ ناقص بھی ہے۔ البتہ اسلامی سندھ کے مآخذ ''فتوح البلدان'' بلاذری، کامل ابن اثیر اور چچ نامہ کے مطالعہ سے انہوں نے اسلامی سندھ کی تاریخ قدرے بہتر لکھی ہے۔ شررؔ نے ''تاریخ سندھ'' میں جگہ جگہ ایلیٹ پوٹسٹن اور ایلفنٹن جیسے مورخین کے بیانات کی تغلیط بھی کی ہے۔ شررؔ نے اس تاریخ میں بالعموم ایسی متین اور متوازن زبان استعمال کی ہے جو ان کے زمانے میں سر سید اور شبلی کے بعد کہیں نظر نہیں آتی۔ جگہ جگہ پاسداری

اور جذباتی رنگ، یہ اس زمانے کا شعار تھا جو شرر کی اس کتاب میں بھی ہے۔ شرر تاریخوں میں ''تاریخ سندھ'' کو اپنی بہترین تصنیف سمجھتے تھے۔

(محمد شریف ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن'' ص ۲۴۹۔۲۵۰)

تاریخ فرح بخش: ۷۔۱۷۹

منشی فیض بخش کی تصنیف ''تاریخ فرح بخش'' سلطنت اودھ کی تاریخ ہے۔ ان کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے کا لکھنؤ شمالی ہند میں تہذیب، خوش اطواری، خوش گفتاری، رونق، نفاست اور ہنر مندی کا مخزن تھا۔ اطوار کی شائستگی اور خوش بیانی سے دوسرے شہروں کے تعلیم یافتہ اشخاص کو حیران کر دیتا تھا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، نویں جلد، اردو ادب چہارم، ص، ۲۴۲)

تاریخ گجرات: ۸۔۱۵۸

اس کے مولف شاہ ابوتراب ولی کا تعلق شیراز کے سیدوں سے تھا۔ ''تاریخ گجرات'' میں گجرات کے حکمراں بہادر شاہ (۱۵۲۶۔۱۵۳۶ء) کے حالات سے لے کر مظفر شاہ کے ہاتھوں احمد آباد کی فتح ۱۵۸۴ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ مولف کے مطابق سلاطین گجرات کا یہ دستور تھا۔ کہ ربیع الاول کے مہینے میں خیرات کرتے تھے۔ کئی اور رسموں کی تفصیل دینے کے بعد جب مولف کتاب ''قدم مبارک'' لے کر پہنچتا ہے تو اکبر استقبال کے لئے خود آگے بڑھا اور پتھر مبارک آگرے سے چار میل باہر بڑے اہتمام سے وصول کیا۔ پھر یہ پتھر ابوتراب ہی کے گھر میں رکھا گیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد فارسی ادب دوم، ص ۵۴۶۔۵۴۷)

تاریخ یعقوبی: ۵۔۵۳

''تاریخ یعقوبی'' احمد بن ابو یعقوب کی تصنیف ہے۔ اس نے اپنی تاریخ عالم کا آغاز انبیائے بنی اسرائیل کے حالات سے کیا ہے پھر مسیحؑ اور ان کے حواریوں نیز شام، اشعر اور بابل کے حکمرانوں کے واقعات بھی نقل کئے ہیں۔ بعد ازاں ہندوستانیوں، یونانیوں اور شمالی اقوام، جن میں ترک، چینی، مصری، بربر اور حبشی شامل ہیں اور آخر میں قبل از اسلام عربوں کے حالات دیئے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں جو پہلے سے تقریباً دو چند ہے، آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت تک کی تاریخ مذکور ہے۔ علاوہ ازیں نجوم کے ساتھ ان کا شغف واضح ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر عہد حکومت کے آغاز میں بروج و کواکب کا صحیح نقشہ دیتا ہے۔ کیمبرج میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ جس سے M.Th Houtsma نے عربی سے انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۳۰۳، ۳۰۴)

تاریخ عصر قدیم: ۲۸A۔۲۴۷

شررؔ کی اس تاریخی کتاب کا ذکر تو محققین نے کیا ہے لیکن اس کے بارے لکھا نہیں ہے۔ یہ ۲۷۸ صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ ''تاریخ عصر قدیم'' کا آغاز طوفان نوح علیہ السلام سے ہوتا ہے اور غسطوس کے حالات پر ختم ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس کے بعد سن عیسوی شروع ہو جاتا ہے اور اس دور کو عصر قدیم نہیں سمجھا جاتا۔ شررؔ عرصہ تک حیدر آباد میں رہے اور وہاں کی سرکاری لائبریری سے فیض حاصل کرتے رہے مورخ کے لئے علمی قابلیت کے ساتھ ہی وسیع مطالعہ خداداد ذہانت اور یادداشت کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ شررؔ کو خدا نے یہ ملکہ دیا ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ مصنف نے تاریخ پر بہت سی ٹھوس کتابیں ہی نہیں لکھیں بلکہ بہت سے ناول بھی تصنیف لکھے۔ ''عصر قدیم'' میں تاریخی واقعات کو بہت ہی اختصار کے ساتھ تاریخی واقعات کو یکجا کیا گیا ہے۔ یہ اس دور سے تعلق رکھتی ہے، جس کے حکمرانوں سے ہمیں بہت کم واقفیت ہے۔ مصنف نے پانچ ہزار سال قبل کی دنیا کے واقعات تاریخ کی شکل میں بیان کر دیتے ہیں اور سنوں میں ''قبل محمدؐ'' کا التزام قائم کیا گیا ہے۔

(عبدالحلیم شرر، ''تاریخ عصر قدیم''، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، س۔ن، متعدد صفحات)

تحفۃ الکرام: ۷۔۵۷

میر علی شیر قانع ٹھٹھوی کی تصنیف ''تحفۃ الکرام''، مطبع حسینی اثنا عشری بمبئی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں تاریخ کو واقعات کے ساتھ منسلک کر کے بیان کیا گیا ہے۔ شرر: نے ''تحفۃ الکرام'' سے سسی پنوں کا واقعہ نقل کیا ہے۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اردو''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع ہفتم، ۲۰۰۸ء، ص ۹۵)

تفسیر کبیر: ۲۸A۔۶۰

اسلامی علوم میں سب سے زیادہ تصنیفیں جس فن میں لکھی گئی ہیں وہ تفسیر کا فن ہے ''تفسیر کبیر'' امام رازی کا کارنامہ ہے۔ یہ تفسیر غالباً ۵۹۵ھ سے کچھ پہلے شروع ہوئی۔ امام رازی اس تفسیر کو مکمل نہ کر سکے۔ آٹھ جلدوں میں سے سات جلدیں خود امام کی تصنیف ہیں۔ تصنیف کا زمانہ جس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں گزرا ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ مختلف حصے مختلف ممالک میں لکھے گئے ہیں۔ ابتدائے تصنیف کے زمانہ سے کبھی ایک جگہ چین سے رہنا نصیب نہیں ہوا، عالمگیر کو خون ریزیوں سے جان اور مال کے لالے پڑے ہیں، لیکن مضامین اسی زور، اسی بلندی، اسی شان کے ساتھ قلم سے نکلتے آتے ہیں کہ گویا آسمان سے ملکوتی فوجیں اتر رہی ہیں۔ تصنیف کی روزانہ مقدار بھی حیران کن ہے کم و پیش بیس (۲۰) صفحے روزانہ۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ زمانہ میں اور بھی بہت سے کام تھے یعنی درس و تدریس، افتا، وعظ و پند روزانہ جاری رہتے تھے اور دن کا بڑا حصہ ان مشغلوں میں صرف ہو جاتا تھا۔ امام رازی سے پہلے جس قدر تفسیریں لکھی گئی تھیں خاص خاص موضوع پر تھیں بعض میں صرف احادیث اور آثار جمع کئے تھے۔ بعض میں فن بلاغت اور عربیت سے بحث تھی، بعض میں صرف فقہی احکام کو طول دیا

تھا، بعض میں عقلی مباحث تھے۔ "تفسیر کبیر" پہلی تفسیر ہے، جس میں تمام حیثیتیں جمع کی ہیں اور اس لحاظ سے وہ گویا تمام تفسیروں کا مجموعہ ہے۔

(سید سلیمان ندوی، مرتبہ: "مقالاتِ شبلی" (تنقیدی)، جلد چہارم، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۵۶ء، ص ۴۲۔۴۸)

تمدن عرب: A۲۔۱۳۸

"تمدن عرب" کو سید علی بلگرامی نے فرانسیسی زبان سے اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ فرانسیسی میں Gustave le Bon نے تصنیف کی اور اس کا نام La civilization des arabes تھا۔

(محمد حنیف شاہد، "شمس العلماء"، لاہور: مغربی پاکستان اکیڈمی، ۲۰۰۶ء، ص ۲۴۸۔۲۴۹)

توحید: ۵۔۹۲

خواجہ حسن نظامی نے ۱۹۱۳ء میں میرٹھ سے ہفت روزہ "توحید" جاری کیا۔ جس میں خواجہ حسن نظامی کے حامیوں کی طرف سے اس کے ساتھ دوسرے مصنفین بھی لکھتے تھے۔ جب علامہ اقبال کی مثنوی "اسرار خودی" شائع ہوئی تو ہندوستان میں تصوف کے نظریات کے خلاف ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لوگوں کی طرح خواجہ حسن نظامی نے "توحید" میں ایک مضمون لکھ کر علامہ اقبال کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے موقف کے حمایت میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ بالآخر اکبرالہ آبادی نے ثالثی کا فرض ادا کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی اور علامہ اقبال میں صلح کرادی۔

(محمد حنیف شاہد، "شمس العلماء"، ص ۱۱۲۔۱۱۳)

تورات (توراۃ، توریت): A۲۔۳۶۰

وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اس کا ذکر آتا ہے۔ یہودیوں نے اس میں حسب ضرورت ترامیم کر لیں ہے۔ اس میں تقریباً وہی قصص اور احکام پائے جاتے ہیں جو قرآن پاک میں ہیں لیکن عقائد اور مسائل میں فرق پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ان کو اس پر مطعون کیا گیا ہے کہ وہ بعض باتیں ظاہر کرتے ہیں اور بعض کو چھپا لیتے ہیں۔ یہود سے یہ بھی کہا جاتا تا کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور سب کے سامنے سناؤ۔

(مولانا اکبر علی، مترجم: "بائبل سے قرآن تک"، جلد اول، ص ۳۰۶۔۳۰۹)

چچ نامہ: ۵۔۵۳

علی بن حامد بن ابی بکر الکوفی کی تصنیف "چچ نامہ" سندھ کی مستند تاریخ ہے۔ عبدالحلیم شرر نے تاریخ سندھ لکھتے ہوئے اس کتاب کے علاوہ دوسری کتب کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ "چچ نامہ" اپنے اسلوب اور واقعات کے حوالے سے اہم کتاب ہے۔ مولانا غلام رسول مہر کی "تاریخ سندھ" کا بھی اصل ماخذ یہی کتاب ہے۔

("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، جلد سوم فارسی ادب اول، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، طبع اول ۱۹۷۱ء، ص ۲۵۹، ۲۶۰)

حروب صلیبیہ: B۲۔۵۰

شرر کی یہ کتاب ''حرب صلیبیہ'' پہلے بالاقساط ہفت روزہ نے ''مہذب'' میں شائع کی۔ اس کتاب میں مواد کی پیشکش اور واضح اسلوب کے پیش نظر ''حروب صلیبیہ'' اردو میں اب بھی بڑی اہم ہے۔ اس موضوع پر شرر کے زمانے میں کچھ تاریخیں اور بھی لکھی گئیں لیکن ذخیرہ معلومات، مواد کی جمع وترتیب، مورخانہ معروضی نقط نظر انداز اور متین لہجے کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کے معیار کو نہیں پہنچی۔ یہ کتاب دلگداز پریس سے شائع ہوئی۔

(ڈاکٹر شریف احمد، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، ص۲۵۲۔۲۵۳)

حسن انجلینا: ۴۔۷۵

یہ شرر کا دوسرا تاریخی ناول ہے جو ''ملک العزیز ورجنا'' کے بعد ۱۸۸۹ء میں دلگداز میں قسط وار شائع ہوا۔ اس ناول کا زمانہ جنگ کریمیا کے بعد ۱۸۷۲ء کا ہے جب روس نے صلح نامہ پیرس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بحر اسود میں اپنے بحری بیڑے کا عمل دخل بڑھانا شروع کیا تھا۔ حسن انجلینا میں مقصد کے اعتبار سے بیک وقت مختلف زاویے جاری دکھائی دیتے ہیں۔ ایک مقصد تو حسن اور انجلینا کی داستان ہجر وصال کا بیان ہے، دوسرا ایرانیوں اور ترکوں کے سنی شیعہ اختلافات کے باعث مسلمانوں میں مجموعی طور پر انتشار کی کیفیت کا اظہار اور رومیوں کے خلاف چند محاذوں پر ترکوں کی شجاعانہ جنگ کا بیان ہے۔ اس ناول میں شرر نے خلاف توقع دوسرے اور تیسرے مقصد کو زیادہ اہمیت دی ہے۔

(ڈاکٹر ممتاز منگلوری، ''شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، ص۷۶)

حسن کا ڈاکو: ۴۔۱۱۲

شرر کا یہ سماجی ناول ہے۔ اس ناول کے اختتام پر یہ راز کھلتا ہے کہ نواب دراصل ایک پارسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک بار ایک پارسی کی لڑکی کو حرام حمل ٹھہر گیا۔ وہ ڈر کے مارے اسے ایک جگہ پھینک آئی۔ تب ایک معزز رئیس نے اسے پالا اور اپنے کاروبار کا مالک بنادیا، جو نواب صاحب کے ساتھ منیر کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ یہ ناول دو حصوں میں چھپا۔

(ڈاکٹر علی احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص۳۲۶۔۳۲۸)

حسن کی کرشمہ سازیاں: ۴۔۱۲۹

شرر نے ''دلگداز'' میں ''حسن کی کرشمہ سازیاں'' کے عنوان سے عورتوں سے متعلق قسط وار مضامین کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس میں دنیا کی خوبصورت اور بہادر عورتوں کی داستانیں پیش کی گئی تھیں۔ ان مضامین کو سید مبارک علی شاہ گیلانی نے گیلانی الیکٹرک پریس لاہور سے ''سیر نسواں'' کے عنوان سے دو جلدوں میں شائع کیا۔ ان مضامین یا خاکوں میں مندرجہ ذیل خواتین شامل تھیں سنہ اشاعت بھی درج ہے:

نمبر شمار	نام	تاریخ اشاعت ''دلگداز''	ص ''دلگداز''
۱	اسنیز۔ اسرائیلہ	دسمبر ۱۹۱۰ء	۱۔۱۰
۲	ام جعفر بنت عبداللہ بن عرفط	دسمبر ۱۹۱۶ء	۲۷۶۔۲۸۱
۳	اورلغا۔ ملکہ روس	اگست ۱۹۱۶ء	۱۔۹
۴	ایڈلین۔ نامور مغنیہ یورپ	مارچ ۱۹۱۷ء	۵۵۔۵۶
۵	بلقیس۔ ملکہ سبا	جنوری ۱۹۱۱ء	۱۔۹
۶	عتبہ۔ بنی عباس کی ایک کنیز	مارچ ۱۹۱۵ء	۵۶۔۶۳
۷	بوادیقیا اور رقا۔ طس مانڈوا	اپریل ۱۹۱۴ء	۱۸۔۵۸
۸	ثبلیہ محبوب جمیل	جون۔ جولائی ۱۹۱۴ء	۱۲۱۔۱۲۷
۹	جون آف آرک۔ فرانس کی مظلوم حامیہ وطن	مارچ اپریل۔ ۱۹۱۱ء	۱۔۸،۱۔۹
۱۰	حمیدہ بنت نعمان بن بشیر	دسمبر ۱۹۱۵ء	۲۶۸۔۲۷۴
۱۱	جیس پرتھال۔ دکن کی مہ جبیں	اپریل، مئی ۱۹۱۷ء	۷۳۔۸۰،۹۷۔۱۰۳
۱۲	دیدون۔ ملکہ سور	جون ۱۹۱۷ء	۱۲۶۔۱۲۸
۱۳	ڈی اسٹائل، میڈیم	دسمبر ۱۹۱۲ء	۷۔۱۱
۱۴	زبیدہ خاتون	مارچ ۱۹۱۶ء	۴۹۔۶۰
۱۵	ست الملک۔ ملکہ مصر	اپریل ۱۹۱۳ء	۱۲۔۲۰
۱۶	سجاح	مارچ ۱۹۱۲ء	۷۔۱۴
۱۷	سمی رامیس۔ ملکہ بابل	فروری ۱۹۱۱ء	۱۔۸
۱۸	شعانین اور سلامۃ القس	ستمبر ۱۹۱۵ء	۱۹۳۔۱۹۸
۱۹	عاتکہ بنت معاویہ بن ابی سفیان	فروری ۱۹۱۷ء	۳۷۔۱۹۸
۲۰	عفراء بنت مہاصر	جون ۱۹۶۰ء	۳۷۔۴۳
۲۱	عمارہ	فروری ۱۹۱۵ء	۱۲۱۔۱۲۹
۲۲	قلوبطرہ۔ کلوپیٹرا	اکتوبر ۱۹۱۰ء	۱۔۱۰
۲۳	ماریہ رولان خلپون	اپریل ۱۹۱۶ء	۸۰۔۹۱
۲۴	ملکہ زباء	نومبر ۱۹۱۰ء	۱۔۹
۲۵	مہ جبین روم تقرلطیہ	ستمبر ۱۹۱۷ء	۱۹۳۔۱۹۶
۲۶	نیون لانکلون	اکتوبر ۱۹۱۷ء	۲۲۲۔۲۲۴

۲۷	ہائی پے شیا	فروری ۱۹۱۸ء	۴۱۔۴۴
۲۸	ہلینا (قسطنطین اعظم کی ماں)	مئی ۱۹۱۲ء	۹۱۔۲۴
۲۹	ہند بنت نعمان	فروری ۱۹۱۲ء	۱۔۹

(محمد قمر سلیم، ''اشاریہ دلگداز''، جلد اول، دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۹۔۱۷۲)

حسن وناز: ۷۔۶۳

میر محمد معصوم بھکری کی مثنوی ''حسن وناز'' جو سسی اور پنوں کے واقعہ پر ہے۔ یہ سسی پنوں پر لکھی جانے والی پہلی فارسی تصنیف ہے۔ اس کہانی کا زمانہ سندھ کی تاریخ کا ابتدائی عہد قرار دیا جاسکتا ہے۔ بھمبریا بھبھور کراچی اور گھارا کی درمیانی سڑک پر ایک اجڑا ہوا مقام ہے۔ اب یہ مثنوی ناپید ہے۔

(آر۔ سی ٹمپل، مرتبہ: ''حکایات پنجاب''، حصہ سوم، مترجم: میاں عبدالرشید، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۲ء، ص ۹۷۔۱۰۶)

خوفناک محبت: ۴۔۱۳۰

شرر کا معاشرتی ناول جس میں ہمارے سماج کی اندھی تقلید کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جہاں عمل کی روشنی دور دور تک نظر نہیں آتی تھی۔ اس ناول میں چند ایسے کردار ہیں جو زینب جیسی شوہر پرست بیوی کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور بھڑکاتے رہتے ہیں لیکن اس طرح کے واقعات نہ زیادہ تر قصبات یا گاؤں وغیرہ میں ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ناول کی کہانی بھی ایک گاؤں کے گرد گھومتی ہے۔ پلاٹ کے اعتبار سے یہ ناول ان کے تمام معاشرتی ناولوں کی طرح معمولی ہے۔ مولوی صاحب کا کردار اس قدر خاموش اور جامد ہے کہ پڑھا لکھا انسان اس قدر بے عقلی کی حرکتیں کرے گا، وہ ذرا غیر فطری سا لگتا ہے۔ زینب کا کردار اس ناول کے تمام کرداروں سے اہم اور زوردار ہے۔

(ڈاکٹر احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص ۳۳۱۔۳۳۴)

دساتیر: ۵۔۹۸

تقریباً ۵۹۰ء میں خسرو پرویز نے وہ صحائف جو عہد قدیم میں سلاطین مہ آباد وغیرہ پر نازل ہوئے تھے ان کو سلیس اور فصیح زبان میں ترجمہ کرکے ترتیب دیئے۔ مجموعہ مذکور کا نام ''دساتیر'' رکھا۔ ۱۹۸۶ء میں ملا فیروز پارسی نے اس کو جدید فارسی زبان میں لکھا۔

(محمد حسین آزاد، ''سخن دان فارس''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۰ء، ص ۱۶۵۔۱۵۷)

دل افروز: ۴۔۱۳۰

شرر نے یہ ماہنامہ اپریل ۱۹۱۵ء میں جاری کیا۔ محمد صدیق حسین اس کے ایڈیٹر تھے۔ اس رسالے میں صرف ناول

ہی چھپتے تھے۔ شرر کا ناول ''مفتوح فاتح'' اور ''جویائے حق'' اس رسالے میں شائع ہوئے۔ اس رسالے کا سالانہ چندہ دو روپیہ تھا۔ ''دل افروز'' کے پہلے شمارے بعد دو تین سو خریدار ہو گئے تھے اور شرر کم از کم چار سو چاہتے تھے۔

(ڈاکٹر محمد شریف، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن'' ص ۸۵)

۱۔۱۸: دلگداز

شرر کی ادبی زندگی کا آغاز عربی اور انگریزی ترجے سے شروع ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ ''اخبار اودھ'' میں بھی مضامین لکھنے کی وجہ سے کسی تعریف کے محتاج نہ تھے۔ ''پیام یار'' کے علاوہ ''مہذب'' میں بھی شائع لکھتے تھے۔ شرر کے دوست مولوی بشیر الدین جن کا تعلق اٹاوہ سے تھا جو ''البشیر'' نکالتے تھے انہوں نے شرر کی مضمون نگاری کو سراہتے رہتے مشورہ دیا کہ اپنا ایک ماہنامہ نکالیں اور ساتھ ہی اس کے سارے نشیب و فراز سے آگاہ کرنے کے بعد خریدار ہونے کی پیش کش کی۔ شرر کی ہمت بڑھ گئی۔ انہوں نے مزید مشورہ دیا کہ ایک ایسا رسالہ نکالو جس کی ضخامت سولہ صفحات ہو اس کی سالانہ قیمت کم ہو۔ اس کے مضامین خیالی اور دلکش ہوں۔ شرر اپنی آپ بیتی ''من آنم''، مارچ ۱۹۳۴ء ص ۵۰ پر لکھتے ہیں:

> ''دلگداز کا پہلا شمار چھپوا کر پیام یار میں شائع کر دیا۔ خوش نصیبی سے پندرہ ہی روز کے اندر تیس چالس درخواستیں قیمت کے ساتھ آگئیں اور انہیں روپیوں سے دلگداز کا پہلا نمبر جنوری ۱۸۸۷ء میں چھپا۔ غرض دلگداز کی اشاعت میں میرا ایک پیسہ بھی نہیں لگا اور تین چار مہینوں میں اس کی اشاعت ہزار سے زیادہ ہو گئی۔''

(عبدالحلیم شرر، ''من آنم''، مشمولہ: دلگداز، اورنگ آباد، مارچ ۱۹۳۲ء، ص ۵۰)

''دلگداز'' اپنے زمانے کا مشہور اور عہد ساز رسالہ تھا۔ یہ رسالہ شرر کی پوری ادبی زندگی کا رفیق و دم ساز تھا اس میں نہ صرف شرر کے مضامین ہی ملتے ہیں بلکہ ان کے اکثر ناول، تاریخیں، سوانح عمریاں، ڈرامے، نظمیں، تحقیقی مضامین اور مختلف اصناف پر لکھی گئی تحریریں بھی ملتی ہیں۔ اس رسالے میں دو سے پانچ صفحات پر کتابوں پر تبصروں کے لئے مخصوص کر رکھے تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے وقت کی تقریباً اہم کتابوں اور رسالوں پر تبصرے شائع کئے۔ تبصروں کے علاوہ کچھ اہم واقعات و خیالات اور خبروں پر بھی تبصرہ کیے ہیں۔ اپنے سال کی آمد اور گزرے ہوئے سال کی رخصت پر بطور خاص اداریے لکھا کرتے تھے۔ یہ تمام اداریے ''مضامین شرر'' کی جلد چہارم میں شامل ہیں۔ ''دلگداز'' اپنی نوعیت کا پہلا اردو ادبی رسالہ بھی تھا جس میں تقریباً پچانوے فیصد نگارشات مدیر ہی کی قلم کا نتیجہ ہوتی تھیں۔ شرر اپنے رسالے کے ناظرین کے بڑے مزاج شناس تھے۔ انہیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ لوگ پڑھنے کے لئے کس طرح کا مواد چاہتے ہیں۔ ابتدا سے آخر تک وہ پڑھنے والوں کے مزاج کے مطابق مواد میں تبدیلیاں کرتے رہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک ہی آدمی کے قلم سے اتنی دلفریب اور اثر انگیز تحریریں کیسے نکل آئیں۔ اپنی آپ بیتی ''من آنم'' میں لکھتے ہیں۔ ''ان دنوں مجھے لکھنے اور کام کرنے کی مشق اس قدر چڑھی

ہوئی تھی کہ اکیلا تین تین کاتبوں کے لئے کام مہیا کرتا تھا اور معمولاً یہ حالت ہوگئی تھی کہ ایک کاتب کو ایک پرزہ مضامین دلگداز کا کاٹ کر دے دیا دوسرے کو "مہذب" کا مضمون لکھ کر دیا۔ تیسرے کو ناوال کے مضمون کا پرزہ دیا اور پھر پہلے کے لئے لکھنے لگا اور جو کاتب مانگتا بغیر اس کے اس کا حرج ہوئے مضمون تیار ملتا۔

"دلگداز" شرر کی پوری ادبی زندگی کا رفیق رہا۔ "دلگداز" ان معنوں میں اپنی نوعت کا پہلا اردو ادبی جریدہ تھا جس میں پچانوے فیصدی نگارشات شرر ہی کے قلم کا نتیجہ ہوتی تھیں۔ ان کی زندگی کے اہم اور قابل ذکر واقعات اور سانحات سے لے کر نجی، شخصی اور غیر اہم باتیں بھی اس رسالے کے صفحات پر نظر آتی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ شرر کو پڑھنے کے لئے صرف "دلگداز" ہی کا مطالعہ کافی ہے۔ "دلگداز" کم وبیش چالیس سال نکلتا رہا۔ اس دوران بند ہونے کی مدت سال، چھ مہینے سے لے کر پانچ سال تک رہی۔ مندرجہ ذیل سطور میں اس کے بار بار نکلنے اور بند ہونے کا ایک گوشوارہ پیش کیا جاتا ہے:

دلگداز	اجرائے اولین (لکھنؤ)	جنوری ۱۸۸۷ء۔ اپریل ۱۸۹۱ء	(۵۲ ماہ)
	سفر حیدرآباد کے باعث بند	مئی ۱۸۹۱ء۔ دسمبر ۱۸۹۲ء	(۲۱ ماہ)
	لکھنؤ سے اشاعت شرر حیدرآباد میں	جنوری ۱۸۹۳ء۔ ستمبر ۱۸۹۳ء	(۹ ماہ)
	سفیر انگلستان کے باعث بند اشاعت (حیدرآباد)	اکتوبر ۱۸۹۳ء۔ فروری ۱۸۹۷ء	(۴۱ ماہ)
	حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح عمری لکھنے پر ہنگامہ کی وجہ سے بند	مارچ ۱۸۹۷ء۔ فروری ۱۸۹۸ء	(۱۲ ماہ)
	لکھنؤ سے پھر اشاعت	جنوری ۱۹۰۰ء۔ مئی ۱۹۹۰۱ء	(۱۷ ماہ)
	ملازمت کے سلسلے میں حیدرآباد	جون ۱۹۰۱ء	(۳۰ ماہ)
	لکھنؤ سے اشاعت	جون ۱۹۰۴ء	(۱۷ ماہ)
	اشاعت میں بدنظمی	جولائی ۱۹۰۷ء	(۵۲ ماہ)
	حیدرآباد سے اشاعت	جولائی ۱۹۰۸ء	(۲۲۲ ماہ)

(محمد قمر سلیم، "اشاریہ دلگداز"، جلد اول، متعدد صفحات)

۵۵۵۔IB: ڈزرٹڈ ولیج (The deserted village)

گولڈ اسمتھ نے یہ نظم ۱۷۷۰ء میں لکھی جس نے انگلش ادب کو نو کلاسیکیت سے رومانٹسزم میں عبور کی نشان دہی کی۔ نظم میں شاعر نے اجڑی ہوئی بستی کا سماں دکھایا ہے کہ کس طرح ایک قوم دوسری قوم کی ثقافت اور کلچر کو تباہ کر دیتی ہے۔

(Christopher Dyer & Richard Jones, Edited: "Deserted Villages Revisited", University

of Hertfordshire Press, 2010, pg. Different)

ڈیوڈ کاپر فیلڈ(David Copperfield) : ۴۔۳۷

چارلس ڈکنز(Charles Dickens) نے اٹھارہ ناول لکھے اور یہ تمام ناول شہکار ہیں لیکن ''ڈیوڈ کا پر فیلڈ'' ایسا ناول ہے کہ جو خود ڈکنز کو بھی بہت زیادہ پسند تھا۔ڈکنز نے یہ ناول ۱۸۴۹ء میں ایک اخبار میں قسط وار لکھنا شروع کیا۔اس سلسلہ کو بہت پسند کیا گیا،اور اخبار کی اشاعت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔اور یہی اس کا ایسا شہکار فن پارہ ہے کہ اگر ڈکنز کوئی دوسرا ناول نہ بھی لکھتا تو یہی ناول اس کو ہمیشہ زندہ رکھتا۔دراصل یہ ناول ڈکنز کی ذاتی زندگی کے واقعات پر مشتمل ہے۔"ڈیوڈ کاپر فیلڈ" کی یہی بڑی خصوصیت ہے کہ اس میں بیان کردہ کہانی حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔اس ناول کی کہانی مصنف کی پیدائش سے شروع ہوتی ہے۔ناقدین کا کہنا ہے کہ ''ڈیوڈ کا پر فیلڈ'' کی خوبصورت کہانی اورطرز بیان شاعرانہ ہے۔اس کے مکالے فطری ہیں۔ڈکنز کا ذاتی مشاہدہ بہت گہرا ہے۔جس کا اظہار اس کے اس عظیم ناول سے ہوتا ہے۔

(Bernard Haughey, "David Copperfield: Charles Dickens", Lonodon: Longman, 1998, pg. Different)

زوال بغداد: ۴۔۱۳۵

شرر کا یہ ناول ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ناول کا موضوع تیرہویں صدی عیسوی میں شیعہ سنی اختلاف ہے جس میں حنبلیوں اور شافعیوں کے اختلافات کو جس خوبصورتی سے قصہ کے روپ میں ڈھالا ہے اور انجام کو جس طرح سبق آموز بنایا ہے وہ لاجواب ہے۔ناول کے پلاٹ اور قصہ کے اعتبار سے چوتھا باب اہم اور مقصدی ہے۔اس باب میں بغداد کے سماجی اور سیاسی حالات سامنے آتے ہیں۔ابن علقی خلیفہ کی کوتاہیوں سے فائدہ اٹھا کر تاتاریوں کو پوشیدہ طور پر دعوت دیتا ہے اور بغداد کی عبرت انگیز تباہی معرض وجود میں آتی ہے۔یہ ناول بغداد کے زوال کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔یہی تاریخی ناول کی کامیابی ہوتی ہے۔اگر چہ عام ناول کی طرح اس مین بھی ہیرو اور ہیروئن بچ جاتے ہیں۔اور آخر میں شادی ہوجاتی ہے۔اگر دونوں میں سے کسی ایک کی موت یا دونوں ہی انتقال کرجاتے تو ناول کے تاثر میں اضافہ ہوجاتا،لیکن شرر ایسا نہ کرنے کے لئے شاید مجبور ہوتے ہیں۔

(ڈاکٹر احمد فاطمی،''عبدالحلیم شرر بحثیت ناول نگار''،ص ۱۷۱۔۶۷۸)

رامائن: ۹۔۱۶۳

سنسکرت زبان میں مطلب ''رام کا راستہ'' مہا بھارت کے بعد ہندوستان کی عظیم رزمیہ داستان۔اس کے سات ابواب اور ۲۴ ہزار اشلوک (شعر) ہیں۔دنیا کی بیش تر زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔رامائن میں وشنو دیوتا کے ساتویں اوتار،شہزادے رام کے جنم،تعلیم اور سیتا سے شادی کا ماجرا بیان کیا گیا ہے۔اپنے باپ کے تخت پر جائز حق سے محروم کئے

جانے پر رام نے اپنی بیوی سیتا اور بھائی لکشمن کے ہمراہ بن باس لے لیا۔ رام نے طویل جدوجہد کے بعد حکومت حاصل کی۔ رامائن کی تلاوت کو ایک مذہبی فعل سمجھا جاتا ہے، اس داستان کے مناظر سارے مشرقی ایشیا کے ناٹکوں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ والمیکی اور سولھویں صدی کے ہندو شاعر تلسی داس کے تحریر کردہ نسخے مقبول عام ہوئے۔

(والمیکی، ''رامائین''، مترجم: یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، س۔ن، متعدد صفحات)

رومۃ الکبریٰ: ۴۔۱۳۰

شرر کا یہ ناول ۱۹۱۲ء میں لکھا گیا۔ یہ ناول روم کے زوال پر مبنی ہے۔ شہر روم جو اپنے آپ میں زبردست ماضی رکھتا ہے، وہاں کی دولت وحسن، تہذیب وتمدن دور دور تک مشہور تھی۔ اسی وجہ سے شہر روم کے بجائے رومۃ الکبریٰ کہا جاتا تھا۔ اس ناول میں روم کے جس عہد کا ذکر ہے، وہ ولادت رسولؐ سے تقریباً ایک سو چھیاسٹھ برس قبل یعنی ۴۰۴ء سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دور اصل روم کا ایک تغیر پزیر دور ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ ناول تاریخ کے لئے بے حد ٹھوس مواد جمع کرتا ہے۔ اس ناول میں شرر نے تاریخی مواد کو اکٹھا کیا ہے کہ بعض جگہوں پر یہ ناول محض تاریخ ہی معلوم ہونے لگتا ہے۔ اگرچہ شرر کا یہ ناول تاریخی ناول کے اہم تقاضوں کو پورا کرتا ہے، لیکن تاریخ کے غلبے نے، کرداروں کی بھیڑ نے، واقعات کے توڑ مروڑ نے، اس ناول میں پیچیدگی پیدا کر دی ہے لیکن اس کے باوجود شرر نے دیگر ناولوں کے مقابلے میں کامیاب ہے۔

(ڈاکٹر احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص ۲۹۷۔۲۸۵)

ژند (ژنگ، ارژنگ): ۶۔۶۸

مانی کی تصاویر کا مجموعہ جواب ناپید ہو چکی ہے۔ مانی نے اپنے عقائد کی تشریح کے لئے ایک کتاب تحریر کی جو تصاویر سے مزین تھی یہ تصویریں یزداں اور اہرمن کے تصورات کی ترجمانی کرتی تھیں۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ص ۷۹۶)

سکنتلا (شکنتلا): ۵۔۱۱۷

کالی داس رومانوی محبت پر مشتمل اپنے تین ڈراموں کی وجہ سے مشہور ہے۔ ان میں ایک ''شکنتلا'' بھی ہے۔ اس ڈرامے کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ انگریزی میں سر ولیم جونس نے اور جرمنی زبان میں فارسٹر ہرڈر اور دیگر سنسکرت دان مصنفین جرمنی نے کیا ہے۔ ہرڈر کو یہ ڈراما اس قدر پسند آیا کہ کہتا ہے ''اس عظیم الشان ڈراما کا ہر سین ایک چمن ہے۔ جس کی ہر ہر کیاری میں سے دلچسپ واقعات فطرتی طور پر خوبصورت پودوں کی طرح اُگ آتے ہیں۔

(مرزا کاظم علی جوان، ''شکنتلا''، مرتبہ: ڈاکٹر عبادت بریلوی، کراچی: اردو دنیا، ۱۹۶۴ء، متعدد صفحات)

سکندر نامہ: ۶۔۶۰

نظام گنجوی کی مثنوی ''سکندر نامہ'' ۱۱۹۱ء میں طبع ہوئی۔ اس کے دو حصے ہیں: 'اقبال نامہ' یا 'شرف نامہ اور 'خرد نامہ'۔ نظامی نے اس مثنوی میں سکندر کے قصے کو بنیاد بنا کر مثنوی فردوسی ہی کی طرز پر لکھی ہے۔ موضوع کی بدولت علم وحکمت کے مسائل کو بڑی خوبصورتی سے سمویا ہے۔ اتالیق ارسطو اور دوسرے علماء کی باہمی گفتگو کی صورت میں علمی رموز بیان کئے ہیں۔

(ڈاکٹر وحید قریشی، مدیر خصوصی: ''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد اردو ادب اول، ص ۲۸۶)

سکینہ بنت حسین:

شررؔ تاریخ عرب کی تحقیقات کرتے ہوئے انہیں ایک خاتون سکینہ بنت حسین کے حالات دستیاب ہوئے جو اپنے زمانے کے لحاظ سے بہت زیادہ فیشن ایبل اور ترقی یافتہ خاتون تھیں۔ مولانا نے ان سکینہ بنت حسین کو اپنی تحقیقات سے سکینہ بنت امام حسینؓ ثابت کرتے ہوئے بحث ومناظرہ کا دروازہ کھول دیا اور ان کی سوانح عمری لکھنی شروع کر دی۔ مولانا نے اپنی تحقیقات کا نچوڑ یہ پیش کیا کہ حضرت سکینہ بنت امام حسینؓ کا انتقال تین سال کی عمر میں قید خانہ میں نہیں ہوا جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے بلکہ وہ بعد ازاں بھی زندہ تھیں۔ اور یہی نہیں بلکہ انہوں نے عرب کے دستو کے مطابق متعدد نکاح کئے تھے۔ مولانا کی یہ تحقیقات عام مسلمانوں اور خصوصاً شیعوں کو بہت ناگوار گزری۔ حیدر آباد میں اس بات پر ہنگامہ بھی ہوا جس کی وجہ سے ''دلگداز'' کو بند کر کے واپس لکھنؤ آنا پڑا، لیکن شرر اپنی بات پر ڈٹے رہے۔ لکھنؤ آنے کے بعد اس کا بقیہ حصہ مکمل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا۔

(خاکی قزلباش، ''مولانا عبدالحلیم شررؔ، مشمولہ: نقوش (شخصیات نمبر)، لاہور، س۔ن۔ ص ۴۹)

سند باد حجازی: ۲A۔۲۵۵

عربی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ اسے سات وزیروں کی تاریخ بھی کہا جاتا ہے۔ المسعودی نے سند باد کی کتاب کا حوالہ ''الف لیلۃ ولیلۃ'' کے پہلو بہ پہلو دیا ہے لیکن اس کی جداگانہ حیثیت بھی قائم ہے۔ یہ کہانی مشرقی ادب میں بھی پائی جاتی ہے۔ اب یہ مغرب کے ازمنہ وسطی کے ادب میں بھی شامل ہوگئی ہے، اس کے فرانسیسی، اطالوی جرمن زبانوں میں ترجے ہو چکے ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۳۲۸۔۳۲۹)

شاستر (ارتھ شاستر): ۱A۔۴۰

کوتلیہ کی '' ارتھ شاستر'' کے حوالے سے دانشوروں میں دو انتہا پسند رائیں پائی جاتی ہیں۔ ایک گروہ کے مطابق کوتلیہ کی کہی ہوئی تمام باتیں آج بیکار ہیں۔ دوسری رائے میں صرف ایک کوتلیہ ہی کی اس میدان میں حیثیت ہے، باقی تمام

مفکرین غیر اہم ہیں[۱]۔

کوتلیہ کا موازنہ کافی بعد کے کئی افراد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ''شاستر'' میں ریاستی چالبازی کے حوالے سے کئی باتیں مشترک ہیں جو دوسرے ہندوستانی مفکرین نے لکھی ہیں۔ ریاست چلانے کے لئے حقیقت میں انہی دھوکے بازیوں، مکاریوں، مجرمانہ ذہنیت اور ظلم وتشدد کی ضرورت ہوتی ہے جن کو قبل مسیح میں کوتلیہ نے بیان کیا ہے۔ کوتلیہ کے خیال میں راستباز اور نیک حکمرانی پر حملہ نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ وہ حکمرانوں کو اپنے سوا کسی بھی آدمی پر بھروسہ نہ کرنے کا سبق دیتا ہے۔ یعنی یہ کتاب حکومت کرنے کے اسرار ورموز سے آگاہ کرتی ہے[۲]۔

۱(ڈاکٹر مبارک علی، ''قدیم ہندوستان''، لاہور: ایکشن ایڈ انٹرنیشنل، ۲۰۰۷ء، ص ۲۷)

۲(سلیم اختر، مترجم: ''ارتھ شاستر''، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۹ء، ص ۱۵۔۱۶)

شاہنامہ: ۵۔۱۷

ابوالقاسم حسن فردوسی کی مشہور ور تصنیف ''شاہنامہ'' کی تالیف کا سبب منجملہ دیگر اسباب کے بیٹی کے جہیز کے لئے معقول رقم حاصل کرنا تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے دربار میں جانے سے پہلے ''شاہنامہ'' کا بہت سا حصہ نظم کرلیا۔ معقول انعام کی امید میں محمود کے دربار میں آیا، کچھ مدت تک شاہنامہ سنا کر داد وتحسین حاصل کرتا رہا۔ بادشاہ نے شاہنامے کے ہر شعبہ پر ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا تھا، مگر جب ایفائے عہد کا وقت آیا تو بیس ہزار درہم دے کر ٹال دیا۔ فردوسی اس سلوک سے افسردہ ہوا۔ حمام میں غسل کے بعد بادشاہ کا انعام حمامی اور عطار میں تقسیم کر کے غزنی سے نکل گیا۔ در بدر پھرنے کے بعد آخر طوس (ایران) لوٹا اور سلطان محمود غزنوی کی ہجو لکھی۔ کہتے ہیں کہ محمود نے اپنے وزیر حسن مہمندی کے ایما پر بعد میں ساٹھ ہزار دینار فردوسی کو بھجوا دیئے، لیکن ایک دروازے سے یہ انعام داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ شہر سے باہر نکل رہا تھا۔ فردوسی کی بیٹی نے بھی یہ انعام قبول کرنا پسند نہ کیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ۲۳۶۔۲۴۰)

شوقین ملکہ: ۴۔۷۵

شرر کا یہ ناول دوسری صلیبی جنگ سے متعلق ہے۔ ''شوقین ملکہ'' کی اشاعت ''دلگداز'' ص ۱۹۰۴ء سے قسط وار شروع ہوئی اور ۱۹۰۶ء میں مکمل ہوئی۔ اس ناول میں منظر کشی اور مرقع کشی کے بھی عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ پہلے باب میں سلطانی لشکر کے پڑاؤ اور موصل میں جنگی تیاریوں کا منظر ہے۔ دوسرے باب میں جنگ کے منظر، اسی طرح باقی ابواب میں بھی مصنف نے موقع نگاری کے ساتھ ساتھ جزئیات کی طرف بھی پوری توجہ کی ہے یہ ناول اسے پلاٹ، کردار نگاری، مکالموں اور موقع کشی کی بدولت شرر کے عمدہ ناولوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر ممتاز منگلوری، ''شرر کے تاریخی ناول''، ص ۱۸۶، ۴۳۶)

عجائب المخلوقات (ترجمہ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات): IB۔۲۔۴۷

علم جغرافیہ پر زکریا قزوینی متوفی ۱۲۸۳ء کی عربی کتاب کا یہ فارسی ترجمہ کسی گمنام مترجم نے ہمایوں کے معاصر ،ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کے لئے ۱۵۴۷ء میں کیا۔

(قاری نجم الصبیح تھانوی، مترجم: ''عجائب المخلوقات''، لاہور: مشتاق بک کارنر، س۔ن، دیباچہ)

عجائب الہند A۲۔۲۵۵:

بزرگ بن شہریار کی تصنیف ''عجائب الہند'' عربی میں ایک سو چونتیس کہانیوں کا مجموعہ ہے، جنہیں مصنف نے جہازوں کے ناخداؤں، ملاحوں، تاجروں اور دیگر بحری سیاحوں سے، جو بحر ہند کا چکر لگاتے رہتے تھے، سن کر جمع کیا تھا۔ ان حکایات میں ضمناً متعلقہ ملکوں اور ان کے باشندوں کے رسم و رواج کے بارے میں معلومات موجود ہیں۔ کبھی کبھی کسی واقعے کی تاریخ بھی مل جاتی ہے۔ سب سے آخری تاریخ جو دی گئی ہے وہ ۳۴۲ھ / ۹۵۳ء ہے۔ اس کتاب کی زبان میں زمانہ اوسط کی عربی کی بعض خصوصیات نظر آتی ہیں۔

(سید سلیمان ندوی، ''نقوش سلیمانی''، کراچی: مطبوعہ کراچی، س۔ن، ص ۲۱، ۵۹)

غیاث اللغات: ۸۔۱۱۸

مصنف کا نام ملا محمد غیاث الدین رام پوری نے فارسی زبان کی ضرورت کو پوا کرنے کے لئے ''کثر الاستعمال لغات ضروریہ عربیہ و فارسیہ و ترکیہ و کنایات و اصطلحات و مباحث بعضے علوم اور کتب'' پر مشتمل ''غیاث اللغات'' تیار کیا۔ ترتیب میں حرف اول کو باب اور حرف ثانی کو فصل مقرر کیا ہے۔ ماخذ کی طویل فہرست دیباچے میں دی ہے۔ غالب نے اپنے مکاتیب وغیرہ میں اس کا بڑا استہزاء کیا ہے، مگر اس کی صحیح وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ کسی کتاب میں بعض کمزوریوں کا پایا جانا ممکن ہے مگر اس سے کتاب کی مجموعی قدر و قیمت کم نہیں ہو جاتی۔ ''غیاث اللغات'' کا اردو ترجمہ بھی ہوا ہے جس کا نام ''نصیر اللغات'' ہے۔ مصنف (یا مترجم) اس کے نصیر الدین تھے۔

(سید فیاض محمود و سید وزیر الحسن عابدی، مدیران خصوصی: ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''،
پانچویں جلد فارسی ادب سوم، ص ۵۸۲۔۵۸۳)

غیب دان دلہن: ۴۔۸۶

شرر کا معاشرتی بنیادوں پر لکھا ہوا یہ ناول لکھنؤ کے ایک مسلم گھرانے کی تصویر پیش کرتا ہے۔ مرزا سود ایک مسلم گھرانے کے تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ گھر سے آسودگی کی وجہ سے طبیعت میں لا ابالی پن ہے۔ عام لکھنؤ کے کرداروں کی طرح شعر و شاعری سے ذوق ہے۔ شرر نے ایک معمولی واقعے کے ذریعے اس دور کے طور طریقوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اس میں فیروز اور معوذ کے طور طریقوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بھی معمولی ہے۔ یہ سارے کردار معمولی کہانی، سستے پلاٹ کی تاریکی میں اپنی چمک کھو بیٹھتے ہیں۔ خود ساختہ کہانی کے ذریعے شرر نے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو اس ناول میں پیغام دیا ہے۔

(ڈاکٹر احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص ۳۲۳۔۳۲۶)

فتح اندلس: ۵۔۲۵۸

شرر کے یہ تاریخی ناول کا موضوع اسلامی تاریخ کے وہ روشن واقعات ہیں جنھوں نے ہسپانیہ میں صدیوں کی شاندار اسلامی حکومت کے لئے راستہ کھولا۔ ناول اگرچہ طویل ہے۔ واقعات میں روایتی طور پر کافی توڑ مروڑ ہیں اور کرداروں میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے جا بجا غیر حقیقی اور مبالغہ آمیز لگتا ہے۔ شرر نے اپنے قلم کی جادو بیانی سے ناول کے طور پر ماحول میں ایک خاص قسم کی دلچسپی برقرار رکھی ہے۔ اگرچہ پورے طور پر تاریخی ناول کے معیار پر پورا نہیں اترتا لیکن زبان کی دلکشی، جنگ کے منظر خوبصورت میدان اور وادیوں کی منظر کشی کی وجہ سے ایک مخصوص قسم کی دل کشی ہر جگہ برقرار رکھتا ہے۔

(جعفر رضا، ''عبدالحلیم شرر''، دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۰۲ء، ص ۸۶۔۸۸)

فتوح البلدان: ۵۔۷۰

علامہ بلازری کی تصنیف ''فتوح البلدان'' یعنی مسلم فتوحات کی تاریخ کتاب کا آغاز غزوات نبویؐ سے ہوتا ہے۔ جس کے بعد ارمینیہ، مصر اور مغرب کی فتوحات کا ذکر ہے۔ آخر میں عراق اور ایران پر قبضہ وتصرف کے حالات ہیں۔ سوانح اور ثقافتی اور معاشرتی حالات کے متعلق بڑے اہم اشارے کئے ہیں۔ ''فتوح البلدان'' میں یونانی اور فارسی کی بجائے عربی کو سرکاری زبان قرار دینا ہی سکے اور زر رائج الوقت اور عربی رسم الخط کی تاریخ پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب عربوں کی فتوحات بارے نہایت ہی بیش قیمت تاریخی معلومات کا ماخذ ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۷۲۳۔۷۲۵)

فردوس بریں: ۸۔۱۲۹

''فردوس بریں'' شرر کے تاریخی ناولوں میں شاہکار تصور کیا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ ناول ۱۸۹۸ء میں لکھا، اس کا موضوع فرقہ باطنیہ کے عروج کا آخری دور ہے۔ اس میں شرر نے فرقہ باطنیہ کی مختصر تاریخ اور عقائد کے بیان کے علاوہ سازشوں اور طریق کار پر روشنی ڈالی ہے۔ عام ناولوں کے اعتبار سے اس ناول میں شرر کا فن انتہائی بلندی پر ہے۔ ناول کا سفر آگے چل کر کتنا ہی پیچیدہ ہو جائے لیکن شرر اپنے اس نزول کے ذریعے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہر سنجیدہ اہل نظر نے ''فردوس بریں'' کو ہی ان کا سب سے کامیاب تاریخی ناول قرار دیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ شرر کے بارے میں دلچسپ فیصلے بھی کئے

ہیں۔احسن فاروقی جن کے ذہن میں انگریزی ناول کا ایک تصورہ، وہ شرر کو بنیادی طور پر تاریخی ناول نگار مانتے ہی نہیں لیکن ''فردوس بریں'' کو بہت بڑا تاریخی ناول مانتے ہیں۔شرر کا یہ ناول ضخیم نہیں، ایک واقعہ دوسرے واقعے سے ایسا پیوست ہے کہ قاری اپنی توجہ نہیں ہٹا سکتا۔

(عبدالحلیم شرر، ''فردوس بریں''، مرتبہ: ممتاز منگلوری، لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات)

فلورا فلورنڈا: ۴۔۷۵

''فلورا فلورنڈا'' شرر کا پانچواں تاریخی ناول ہے جو انہوں نے ''زیاد و حلاوہ'' کے نام سے ۱۹۸۳ء میں دلگداز میں قسط وار لکھنا شروع کیا تھا، لیکن ابھی یہ ناول ادھورا ہی تھا کہ انہیں دلگداز بند کر کے حیدرآباد جانا پڑا جہاں سے وہ سروقار الامرا کے بیٹے کے اتالیق کی حیثیت سے انگلستان چلے گئے۔ان کی عدم موجودگی میں ان کے احباب نے اس ناول کو مکمل کر کے شائع کر دیا۔یورپ کے سفر سے واپس آ کر شرر نے خود ہی اس ناول کے بقیہ حصے کو مکمل کیا اور ۱۸۹۹ء میں اسے ''فلورا فلورنڈا'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا۔یہ ناول سرزمین ہسپانیہ میں اسلامی عروج کے دور میں اسلام کے خلاف سازشوں، پادریوں اور راہبانیت سے متعلق ہے۔طلیطلہ شہر اور پہاڑ کے گرد اس ناول کی کہانی گھومتی ہے۔اس ناول میں کہانی کی مضبوطی اور زبان و بیان کی پختگی کی جا بجا نمونے ملتے ہیں۔زیاد اور حلاوہ کے درمیان صحبتیں رومانی لطف دیتی ہیں۔جس کی وجہ سے ناول دل کش ہو گیا ہے۔

(ڈاکٹر احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، ص ۲۳۶۔۲۳۹)

قرآن: ۶۔۵۴

مسلمانوں کی مقدس کتاب جو رسولؐ خدا پر ۲۲ سال سے زائد عرصے میں مختلف حصوں کی صورت میں نازل ہوئی۔ ''قرآن'' کے اجزا کو سورۃ اور سورۃ کے اجزاء کو آیت کہتے ہیں۔سب سے پہلے آنحضرتؐ کی زندگی کے چالیسویں سال میں سورہ علق کی آیات اقرا غار حرا میں نازل ہوئیں اور آخری آیت ''الیوم اکملت لکم دینکم'' حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ رسولؐ کے دور میں قرآن فقط سات حصوں میں منقسم تھا۔تابعین کے دور میں مہینے کے تیس دن کی مناسبت سے تیس پارے بنائے گئے کیونکہ یہ عموماً ایک ماہ میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ہر پارے کا نام اس کے پہلے لفظ پر رکھا گیا ہے۔قرآن میں لفظ قرآن ۲۶ مرتبہ آیا ہے۔

آنحضرت محمدؐ کی زندگی میں قرآن مجید لکھا تو جا چکا تھا اور اکثر صحابیوں نے حفظ بھی کر لیا تھا مگر ابھی تک یہ کتابی صورت میں مدون نہ ہوا تھا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت زیدؓ بن ثابت نے اس کو ایک جلد میں جمع کرایا۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں اس کی سات نقلیں کرا کے مختلف ممالک میں بھیجیں۔

قرآن لغت قریش پر نازل ہوا تھا گو دوسرے قبائل کے لہجوں کے مطابق بھی پڑھنے کی اجازت تھی۔ آگے چل کر اختلاف پیدا ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف لغت قریش کو مستند قرار دیا۔

''قرآن'' میں کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ مکے میں ۸۶ سورتیں اور مدینہ میں ۲۸ سورتیں نازل ہوئیں۔ ۴۳ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے قرآن پر اعراب لگوائے۔ ۸۶ھ میں نقطے لگائے گئے۔ خلیل بن احمد بصری نے تشدید، ہمزہ اور مد لگائے۔

''قرآن'' کے مخاطب اول عرب تھے۔ بعد ازاں اسلام جہاں جہاں پہنچا، قرآن بھی ان کے ساتھ پہنچا۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے ترجمے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرتؐ کی اجازت سے اپنے ہموطن نومسلموں کے لئے سورۃ الفاتحہ کا فارسی ترجمہ کیا تھا۔ بنو امیہ کی خلافت کے اواخر میں ''قرآن'' کے ہر زبان میں ترجمے کا ذکر ملتا ہے۔ مغربی زبانوں میں پہلا ترجمہ راہبوں کے ایک سربراہ پطرس کی فرمائش میں ۱۱۴۳ء میں مکمل کیا۔ مراکش کے ایک پادری نے لاطینی زبان میں کیا ہوا ترجمہ ۱۶۹۸ء میں اٹلی سے شائع کیا۔ فرانسیسی ترجمہ ۱۶۴۷ء میں Andre do Ryer نے شائع کیا۔ عصر حاضر میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ''قرآن'' ہر لحاظ سے لائق مطالعہ ہے۔ انگریزی میں ایک وکیل جارج سیل George Sale نے ۱۷۳۴ء میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی ترجمے شائع ہوئے لیکن وہ قابل اعتماد نہ تھے۔ خود مسلمانوں کے لئے کئے ہوئے کئی انگریزی ترجمے برصغیر پاک و ہند میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان ترجموں پر حافظ غلام سرور نے ''Trasnlation of the Holy Quran'' کا دیباچہ لکھا ہے۔ عبرانی، اطالوی، ہسپانوی، جاپانی، چینی، ارمنی اور ڈچ زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ فارسی، پنجابی، سندھی، پشتو اور بھی قرآن کے ترجمے کئے گئے۔ لیکن ان میں خالص ابوالفیض فیضی نے قرآن مجید کی تفسیر (سواطع الالہام) تحریر کی جس میں نقطے والا کوئی حرف نہیں آیا۔ اس کے علاوہ فارسی میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا ترجمہ خاصہ مقبول ہے۔ پنجابی ترجموں میں حافظ محمد لکھوی کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔

اردو تراجم میں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے تراجم بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بعد نذیر احمد دہلوی، فتح محمد جالندھری، محمود حسن اور اشرف علی تھانوی کے تراجم بڑے مقبول ہوئے۔ نیز ہر مکتب فکر کے علماء نے اپنے اپنے اسلوب و انداز میں تفسیریں اور ترجمے شائع کئے ہیں۔

(ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، مرتبہ: ''قرآن مجید کا عربی اردو لغت''، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء، متعدد صفحات)

قصہ چہار درویش (باغ و بہار): ۷۔۱۲۹

یہ قصہ اردو میں ترجمہ ہونے سے پہلے فارسی زبان میں ''قصہ چہار درویش'' کے نام سے ایک زمانے سے مقبول خاص و عام رہا ہے۔ اس کی تصنیف کا سبب یہ ہے کہ ایک دفعہ امیر خسرو کے پیر و مرشد حضرت نظام الدین اولیا کی طبیعت

ناساز ہوئی۔ تب ان کا دل بہلانے کے لئے امیر خسرو نے یہ قصہ فارسی زبان میں لکھا اردو میں اس کا ترجمہ سب سے پہلے میر حسین عطا خاں تحسین نے کیا اور اس کا نام ''نوطرز مرصع'' رکھا، لیکن اردو زبان کے ایک معیاری نمونے کی حیثیت سے اس کا یہ ترجمہ ناقص قرار پایا کیونکہ اس میں عربی اور فارسی کے فقروں اور محاوروں کی بہتات ہے۔[۱]

میر امن دہلوی نے جو کہ فورٹ ولیم کالج سے وابستہ تھے عطا خاں تحسین کے ترجمے سے اپنا یہ نیا اسلوب نکالا میر امن ایک سہل و سادہ اور صاف اسلوب کے نکالنے میں کس قدر کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ ہندوستانی زبان کا کوئی بھی عالم کر سکتا ہے۔ وہ ریختہ کے محاروں کو ایسی صحت اور عفت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ اس کے دیکھنے سے اس بات کا یقین کامل ہوتا ہے کہ ان کی واقفیت زبان سے بڑی گہری ہے۔ اس قصے میں ایشیائی رسم و رواج کا مذکور بہت خوب ہے اور ان کے بیان میں ایک ایسی کلاسیکی طہارت پائی جاتی ہے کہ اس سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ یہ قصہ ان کا اپنا طبع زاد ہے۔ یہ کتاب اپنی اس خصوصیت کے باعث ہندوستان کی ادبی کتابوں کے سرمائے میں ایک بیش بہا اضافہ کرتی ہے۔[۲]

۱ (ڈاکٹر اسلم عزیز درانی، ''مقدمات باغ و بہار'' ملتان: کاروانِ ادب، ۱۹۹۵ء، متعدد صفحات)

۲ (میر امن، ''باغ و بہار''، مرتبہ: رشید حسن خان، لاہور: نقوش پریس، ۱۹۹۲ء، متعدد صفحات)

قیس ولبنیٰ: ۴۔۷۵

قیس ولبنیٰ شرر کے ان تاریخی ناولوں میں سے ہے جن کے بارے میں خود شرر کو بھی یہ دعویٰ ہے کہ اس میں انہوں نے تاریخی واقعات میں بہت کم تصرف کیا ہے۔ یہ ناول ۱۹۰۷ء میں شروع ہو کر ۱۹۰۸ء میں مکمل ہوا۔ شرر کا یہ ناول عرب کی سر زمین سے تعلق رکھنے کی وجہ سے محض مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت سے تعلق رکھتا ہے۔ نہ اس میں کسی قسم کا ٹکراؤ ہے اور نہ مذہبی قصہ ہے جس کو زبردستی بنایا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ ناول کی شکل ہے ہی نہیں۔ بس ایک قصہ کے نقطہ نظر سے اس کو گوارا کیا جا سکتا ہے۔ شرر کے بیان کے مطابق یہ واقعہ رسول اللہ کے عہد کا ہے جب قیس بنی کعب میں قیام کرتا ہے تو قبیلے والے بے حد خاطر کرتے ہیں، لیکن لبنیٰ کے ساتھ گزرے ایک چھوٹے سے واقعہ پر وہ مہمان کے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں۔ دراصل اس ناول کو لکھنے کا مقصد عرب کے رومانی قصے کو دہرا کر وہاں کی جہالت کو نمایاں کرنا ہے۔

(ڈاکٹر علی احمد فاطمی، ''عبدالحلیم شرر بہ حیثیت ناول نگار''، ص ۲۲۴۔۲۶۶)

گذشتہ لکھنؤ: ۴۔۹۳

شرر نے ''دلگداز'' میں ''ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ'' کے عنوان سے جنوری ۱۹۱۴ء میں انشائیوں کا یہ سلسلہ شروع کیا جو نومبر ۱۹۱۸ء تک جاری رہا۔ جب ''مضامین شرر'' پہلی بار دلگداز پریس سے شایع ہوئے تو ان کی تیسری جلد انہی انشائیوں پر مشتمل تھی جس کا عنوان ''گذشتہ لکھنؤ'' ہے۔ سید مبارک علی شاہ (لاہور) نے اسے

''ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ'' کے عنوان سے جلد دوم میں حصہ سوم کے نام سے شامل کر دیا۔ شرر کے انتقال کے بعد یہ مضامین مختلف ناموں اور مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر چھپ چکے ہیں۔ اب اردو کے قارئین کے لیے یہ سلسلہ مضامین نہیں بلکہ ایک مستقل کتاب ہے۔ شرر کے مشہور ترین ناول ''فردوس بریں'' کے بعد اسی کتاب کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ ''اس کتاب میں تاریخ، ناول، افسانے، انشائیے اور کہانی کے عناصر اس طرح آمیز ہو گئے ہیں کہ اِن کو الگ الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اِس میں جو مرقعے سجائے گئے ہیں، اُن میں سے کئی مرقعے سانس لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور کئی منظر متحرک نظر آتے ہیں۔'' اِس کا سبب یہ ہے کہ شرر نے یہ تمام مناظر اپنے بچپن اور لڑکپن میں پہلے لکھنؤ اور پھر مٹیا برج کے احاطے میں دیکھے تھے۔ اِس حقیقت کے پیشِ نظر ''گذشتہ لکھنؤ'' شنیدہ کے بُود مانند دیدہ کی عمدہ مثال بن گئی ہے۔ ہندوستان کے نیشنل بک ٹرسٹ (دہلی) کے ذریعے ہندوستان کی متعدد زبانوں میں ترجمے کی شکل میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ ۱۹۷۵ء میں اس کتاب کا انگریزی ترجمہ "Lucknow: The last phase of an orietal cutlure" کے نام سے ہو چکا ہے جسے لندن سے ای ایس ہارکوٹ (E.S. Harcourt) اور فاخر حسین نے ترجمہ اور ایڈٹ کیا ہے۔ لاہور والی اشاعت کے بعد اپنی مقبولیت کے باعث یہ کتاب بار بار شائع کی گئی۔ اُن میں بعض اہم اشاعتیں یہ ہیں:

۱۔ ورلڈ اردو سنٹر، کراچی	۱۹۵۶ء	مقدمہ: غضنفر امروہوی
۲۔ مکتبہ کلیان، لکھنؤ	غالباً ۱۹۶۰ء	باہتمام شمیم انہونوی
۳۔ نسیم بُکڈ پو، لکھنؤ	۱۹۶۵ء	مرتبہ: شمیم انہونوی مع تعارفی نوٹ
۴۔ مکتبہ جامع، دہلی	۱۹۷۱ء	مرتبہ: رشید حسن خان

(ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، مضمون: ''گذشتہ لکھنؤ'' کی تازہ اشاعت، مشمولہ: تحقیق (سہ ماہی)، لاہور، کلیۂ علوم شرقیہ پنجاب یونیورسٹی، شمارہ نمبر ۴۷، ۲۰۰۹ء، متعدد صفحات)

گلستان سعدی (گلستان): ۵۔۱۷۵

ایرانی شاعر سعدی شیرازی کی مخلوط نظم و نثر میں ایک مشہور و معرف اخلاقی کتاب۔ یہ ایک ''مقدمہ'' اور آٹھ ابواب (سیرت پادشاہان، اخلاق درویشاں، فضلیت قناعت، فوائد خاموشی، عشق و جوانی، ضعف پیری، تاشیر تربیت، آداب صحبت) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کی بہت سی حکایات شاعر کے ذاتی تجربات کے متعلق معلومات بہم پہنچاتی ہیں۔ ''گلستان'' ۲۵۸ء میں یعنی ان کی کتاب ''بوستان'' سے ایک سال پہلے پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس کا انتساب فارس کے اتابک ابو بکر بن سعد زنگی اور اس کے بیٹے سعد کے نام سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے کئی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ اردو میں اس کا ترجمہ میر شیر علی افسوس نے زیر نگرانی جان گلکرسٹ کلکتہ سے ''باغ اردو'' کے نام سے شائع ہوا۔

(ڈاکٹر محمد عبد الطیف، مترجم: ''گلستان سعدی''، لاہور، پیکیجز لمیٹڈ، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

مامون: ۶۔۱۵۰

علامہ شبلی نعمانی کی تالیف ''المامون'' ۱۸۸۹ء میں قیام علی گڑھ مرتب ہوئی۔ اس لئے اس پر سرسید کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس کا دیباچہ سرسید کا لکھا ہوا ہے جس میں انہوں نے اچھی تاریخ اور اچھی سوانح عمری کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے بعض اوقات یہ دھوکا ہوتا ہے کہ یہ مامون کی لائف سے زیادہ امین کی لائف ہے۔ مامون کی سوانح عمری کے سلسلے میں شبلی نے محاسن کے ساتھ ساتھ اس کے مصائب بھی دکھائے ہیں۔ ''مامون تاریخ کی اچھی کتاب ہے۔ مامون کے زمانے کی معاشرت اور دارالعلوم بغداد کی تہذیب عصری کا اس سے بہتر موقع شاید کسی اور کتاب میں موجود نہ ہوگا۔ شاید عربی کتاب ''عصر المامونی'' سے بھی بہتر۔ المامون میں اشخاص کی جذباتی حالتوں اور نفسیاتی کیفیتوں کی تصویریں بھی عمدہ ہیں۔ انہی کی وجہ سے المامون ایک معقول سوانح عمر بن گئی ہے۔

(علامہ شبلی نعمانی، ''المامون''، لاہور: اسلامی کتب خانہ، س۔ن، متعدد صفحات)

مسدس حالی: ۱۸۔۳۲۲

مسدس حالی (۱۸۷۹ء) اردو میں پہلی طویل قومی نظم ہے۔ اس میں مسلمانوں کی مذہبی، تہذیبی اور علمی زندگی کا ارتقاء دکھایا گیا ہے۔ ظہور اسلام اور مسلمانوں کے زوال کی کہانی باہم شیر وشکر ہوگئی ہے۔ نظم کا مقصد ایک طرح سے قومی بیداری کا شعور پیدا کرنا ہے اور اس ناقابل تلافی نقصان کا ازالہ کرنا مقصود ہے جو معاشی اور اخلاقی تنزل کی وجہ سے ظہور میں آیا۔ اس کے لئے شاعر نے ان تمام عیوب اور کمزوریوں کو انتہائی موثر اور دردانگیز طریقہ سے بیان کی ہے کہ ہر مصرع عبرت کا مرقع بن گیا ہے۔ اس کا مقصد احساس زیاں کو پیدا کرنا ہے تھا اور مسلمانوں کی پستی کا علاج بھی، سرسید نے تو مسدس کو اپنے اعمال حسنہ شمار کیا ہے۔ مسدس کے خیالات کی سختی اور تلخی مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت بن گئی، پھر مسدس سرسید کے خیالات کی ترجمانی تھی، جو عام مسلمانوں کے نزدیک گمراہ نیچری اور کافر تھے۔ انگریزوں کے دوست اور مغربی علوم وفنون کے دلدادہ تھے۔ اس لئے اس کی مخالفت لازمی تھی۔ ''مدس حالی'' نے مسلمانوں کے ماضی وحال کو جس طرح پیش کیا تھا اور جس طرح ایک سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیا تھا اس کو معترفین نہ سمجھ سکے۔ البتہ بعض ہندوؤں نے مثبت اثر قبول کیا۔ مسدس میں حالی نے سلف کی جن باتوں پر اعتراض کیا تھا وہ زمانہ کے لحاظ سے ایک بالکل انوکھی بات تھی۔ غزل کے شاعر نے جب مسدس کی شاعری کی تو وہ اس کے اثر سے بخوبی واقف تھا۔ حالی لکھتے ہیں'' ہمارے ملک کے اہل مذاق ظاہراً اس روکھی پھیکی، سیدھی سادھی نظم کو پسند نہ کریں گے، کیونکہ اس میں تاریخی واقعات میں، چند آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ ہے آج قوم کی حالت ہے اس کا صحیح صحیح نقشہ کھنچا گیا ہے، نہ کہیں نازک خیالی ہے نہ رنگین بیانی نہ تکلف کی چاشنی''

(ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، مقدمہ: ''کلیات نظم حالی''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۶۰۔۶۴)

مسلم گزٹ: ۶۔۸۹

یہ اخبار بیسویں صدی کے آغاز میں لکھنؤ سے جاری ہوا۔ اس ایڈیٹر مولانا وحید الدین سلیم پانی پتی تھے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے ۲۹ دسمبر ۱۹۱۲ء کے الہلال میں اس کے متعلق لکھا تھا۔ ''مگر درحقیقت موجودہ تغیرات کے ذکر میں سب سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ ''مسلم گزٹ'' لکھنؤ کا ذکر آنا چاہئے، جس نے موجودہ سیاسی تغیرات کی تولید میں سب سے زیادہ حصہ لیا اور اس خدا پرستانہ دلیری اور حق گویانہ آزادی کے ساتھ ساتھ بلند کی کہ فی الحقیقت ''لا یخافون لومۃ لائم'' کے نفوس خاص میں اس کا شمار ہے۔ ہم اپنے مخدوم دوست سے متمنی ہیں کہ اپنے قلمی جہاد کو اور زیادہ محکم وشدید کریں وہ یقین کریں کہ حق اور سچائی کے لئے فتح ہے، باطل اور باطل پرستی کے لئے نہیں کہ ان الباطل کان زھوقا۔''

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، جلد نہم اردو ادب چہارم، ص ۵۴۲)

مصر کی قدیم تاریخ:

شرؔر کی یہ تاریخی کتاب ان کی ایک ترمیم اور اضافہ شدہ شکل ہے۔ انھیں مشرق وسطی سے ایک جذباتی لگاؤ تھا۔ یورپی مستشرقین نے جو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں کھدائی کے بعد تاریخ کا نیا مواد فراہم کیا، مثلاً اہرام مصر، شرؔر نے مصر کی قدیم تاریخ میں اسی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مصر کے فراعین اور اس کے بعد مصر پر صدیوں یونانی حکومت کا متعرف رہنا وغیرہ موضوعات پر شرؔر نے بالتفصیل لکھا ہے۔ لیکن اس تاریخ میں وہ حوالے کم سے کم دیتے ہیں۔ انٹونی اور قلوپطرہ کے معاشقہ کا ذکر وہ ایک مورخ کی طرح نہیں بلکہ ایک ناول نگار کی طرح کرتے ہیں۔ چونکہ مصر کی قدیم تاریخ پر ابھی تک اردو میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس لئے شرؔر کی یہ کتاب آج بھی معلومات کا خزانہ ہے۔

(ڈاکٹر شریف احمد، ''عبدالحلیم شرر: شخصیت اور فن''، ص ۲۵۲)

معارف (کتاب المعارف): ۵۔۲۱

ابن قتیبہ کی یہ تاریخی کتاب ہے جس میں آنحضرتؐ کے بعد اور خاص طور پر بنو امیہ کے زمانے کے حالات مذکور ہیں۔ کتاب المعارف کا ترجمہ لکھنؤ سے ۱۸۵۰ء میں ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۲۳۹)

ملک العزیز ورجنا: ۴۔۱۶

شرر کا یہ پہلا تاریخی ناول ہے اور یہ ناول اس وقت لکھا گیا جس وقت ان کی عمر ۲۸۔۲۹ سال کی تھی۔ یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ یہ ناول اسکاٹ کے مشہور ناول طلسمان کے جواب میں لکھا گیا۔ یہ اردو کے ابتدائی ناولوں میں سے ایک ہے۔ اس ناول نے اردو ناول کے سفر کو آگے بڑھا کر تاریخی ناول کے سفر کا آغاز کیا۔ اس میں پہلی بار ناول نگاری کی تمام فنی

مبادیات کو سلیقے سے برتا ہے۔ احسن فاروقی نے اردو ناول کی تنقید میں لکھا ہے کہ یورپ کے سفر کے دوران شرر نے سکاٹ کا ناول پڑھا تو اس نے محسوس کیا کہ سکاٹ نے اسلام اور عربوں کا مذاق اڑایا ہے۔ اس لئے انتقامی جذبے سے انہیں ناول لکھنے کی تحریک ہوئی۔ ڈاکٹر ممتاز منگلوری نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ شرر نے جہاں بھی سروالٹر سکاٹ کا ذکر کیا ہے، بڑے احترام سے کیا ہے''ملک العزیز ورجنا'' کے دیباچے میں انہوں نے تاریخی ناول نگاری کی دشواریوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ ناول ۱۸۸۸ء میں دلگداز میں قسط وار شائع ہوا، اور ۱۸۹۸ء میں پہلی بار کتابی صورت میں چھاپا گیا۔ اس کا موضوع تیسری صلیبی جنگ ہے۔ ملک العزیز ورجنا'' کے اہم کردار رچرڈ، ملک العزیز، ورجنا، ملک الافضل، ملک عادل، آسیہ اور اصلاح الدین ہیں۔ ناول پڑھنے کے بعد یہ کردار پڑھنے والے کے ذہن سے کافور ہو جاتے ہیں۔ ناول کی عقبی زمین ارض فلسطین وشام ومصر ہے۔ تاریخیت پیدا کرنے کے لئے شرر مخصوص لباس، ہتھیار، طریق جنگ مخصوص اقول اور الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اس دور کی ایک جھلک ہی دکھا پاتی ہیں۔ قاری کو اس دور میں لے جانے سے قاصر رہتی ہیں۔ یہ ناول مصنف کی توقعات سے بڑھ کر کامیاب ہوا۔ خود شرر نے'' دلگداز'' میں اپنے کامیاب ناولوں کا ذکر کرتے ہوئے من جملہ اور ناولوں کے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ عسکری کو اپنے حالات لکھ کر بھیجے ان میں بھی، اور رسالہ'' ادیب'' میں بھی انہوں نے جو مضمون چھپوایا اس میں بھی اپنے کامیاب اور مشہور ناولوں میں'' ملک العزیز ورجنا'' کا شمار کیا ہے۔

(ڈاکٹر ممتاز منگلوری،''شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''ص ۱۶۷)

ملل ونحل (الملل والنحل):۸۔۱۲۲

علامہ شہرستانی کی کتاب الملل والنحل فلسفیانہ تصنیفات میں ایک اہم دستاویز ہے اور اس میں مصنف نے ہر اس نظام پر تبصرہ کیا ہے۔ جس کا تعلق حکمت اور مذہب سے ہے۔ کتاب کا آغاز ایک مقدمے سے ہوتا ہے جس کے چوتھے باب میں ان تمام اختلافات کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرتؐ کے آخری لمحات زندگی ہی میں پیدا ہو گئے تھے اور جو ایک طرف مذہب اور دوسری طرف سیاسیات پر اثر انداز ہو کر یکے بعد دیگرے فرقوں کے ظہور کا باعث ہوئے۔ یہ حصہ محققانہ ہے۔ مقدمے کے ایک دوسرے باب میں مصنف نے ریاضی سے بحث کی ہے۔ سوانح حیات میں وہ تفصیلات میں نہیں جاتے اور کتابوں کے نام بہت کم دیتے ہیں۔ واقعات کی ترتیب زمانی اور سنن کا ذکر بالکل نہیں کرتے۔ البتہ ایک تجزیہ پسند مبصر کی حیثیت سے انہیں باریک بین کہا جاتا ہے۔ وہ ہر چیز کو معروضی نقط نظر سے دیکھتے ہیں۔ مصنف نے ہر اس نظام پر تبصرہ کیا ہے، جس کا تعلق حکمت اور مذاہب سے ہے ترتیب میں مصنف نے یہ اصول مدنظر رکھا ہے کہ اسلام کے مسلمہ عقائد سے کون کون سے مسلک یا فرقے کہاں تک ہٹے ہوئے یا کون کون سے قریب ہیں۔ لہذا انہوں نے اول اسلامی فرقوں کو لیا ہے۔ پھر اہل کتاب کو لیتے ہیں، یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کو جن کی الہامی کتاب کا اسلام کا اقرار ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر آتا ہے۔ جن کی الہامی

کتابیں مشکوک یا چھوٹی ہیں، مثلاً مجوسی اور ثنویہ۔ آخر میں صابیوں کی باری آتی ہے جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ الہامی فرقوں کے بعد وہ عہد قدیم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یونان کے مشہور حکما کے بارے میں الگ الگ مقالے لکھتے ہیں، پھر مسلمانوں کے علم الکلام کی توضیح کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ فلسفہ یونان سے ماخوذ ہے۔ کتاب کے آخر میں ہندی مذاہب کا ذکر کیا گیا ہے۔ شہرستانی کی کتاب کے اہم ترین حصے وہ ہیں جن میں معتزلہ شیعہ، ثنویہ اور صابی فرقوں کا ذکر ہے۔ مصنف کو عیسائیوں کے صرف تین فرقوں کا علم ہے۔ عیسائیوں کی مذہبی کتابوں کے بارے میں ان کا علم بڑا محدود ہے۔ اور شہرستانی کے بارے میں ان کا علم بڑا محدود ہے۔ آج کل کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شہرستانی کا مطالعہ یونانی فلسفے سے متعلق ناقص ہے۔ لیکن افلاطون پر مقالہ اچھا ہے۔ فیثا غورث کے نظریہ ''اعداد'' اور ''اقلیدسی'' تصورات کی بطور اصول موجودات تشریح کرتا ہے۔ عرب مورخین بحیثیت مجموعی ہندوستان کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتے تھے، پھر بھی شہرستانی نے بدھ مت اور ہندوؤں کی رسوم کے متعلق صحیح معلومات قلمبند کی ہیں۔ شہرستانی کی رائے میں یہ فیثا غورث تھا جس نے ہندوستان میں فلسفیانہ افکار کی بنا ڈالی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۸۲۶۔۸۲۹)

منصور موہنا: ۸۔۱۳۶

''منصور موہنا'' شرر کا تیسرا ناول ہے جو ''دلگداز'' میں ۱۸۹۰ء میں قسط وار شائع ہوا۔ یہ ناول سرزمین ہند پر سلطان محمود غزنوی کی یلغاروں سے متعلق ہے۔ ناول کا اصل موضوع سلطان کے دوحملوں کے واقعات پر مبنی ہے۔ اگرچہ ضمنی واقعات کے لئے شرر نے محمد بن قاسم کے عہد کے واقعات کو بھی پس منظر کے طور پر استعمال کیا ہے۔ سلطان کی فوج جب اجمیر پر حملہ آور ہوتی ہے تو منصور گرفتار ہو جاتا ہے۔ اپنے جسمانی اور اخلاقی حسن سے موہنا کا دل جیت لیتا ہے۔ منصور ایک قید خانے سے رہا ہو کر ایک مندر میں جوگی بن جاتا ہے۔ موہنا تلاش کرتی ہوئی مندر پہنچتی ہے لیکن ساتھ ساتھ جے رام بھی مندر میں پہنچ کر منصور پر حملہ کرتا ہے، نتیجے میں دونوں مارے جاتے ہیں۔ منصور کے مرتے ہی موہنا بھی خودکشی کر لیتی ہے۔ اگر کرداروں کے نام بدل دیئے جائیں تو اس ناول کو اسپین سے بھی منسوب کیا جاسکتا ہے۔ افریقہ سے بھی اور فلسطین سے بھی، اس لئے کہ نہ کردار انفرادیت رکھتے ہیں اور نہ تاریخی ماحول اپنی کوئی خصوصیت رکھتا ہے۔ مکالمات اور منظر نگاری کا یہ عالم ہے کہ نہ ریگ زار ریگ زار معلوم ہوتا ہے اور نہ سبزہ زار سبزہ زار۔ اس نزول میں تاریخی واقعات میں بھی خامیاں ہیں۔ تاریخی واقعات میں کہیں بھی والی اجمیر کی فوج سے سلطان کے مقابلے کا موقع نہیں آیا جس پر شرر نے ناول کے آخری پانچ ابواب کی بنیاد رکھی ہے۔ اس لئے ان ابواب کو محض شرر کے تخیل کی تخلیق تصور کیا جاسکتا ہے ''منصور موہنا'' کے پلاٹ میں شرر نے تاریخ کے عنصر کو کم اور تخیل کو زیادہ جگہ دی ہے۔ نیز جو تاریخی واقعات بیان کئے ہیں ان میں بھی بہت کچھ زمانی تقدیم وتاخیر کی ہے۔

(ڈاکٹر ممتاز منگلوری، ''شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، ص ۸۶۔۹۷)

موطا: ۳۰۳-۲A

حدیث کی ایک مستند کتاب جو امام مالک بن انس الحمیری نے مرتب کی۔ انہوں نے اسے عباسی خلیفہ منصور کے فرمان کے تحت شروع کیا اور اس کے آخری زمانے تک کتاب کے مسودے سے فارغ ہو گئے۔ "الموطا" کی تصنیف کا تعلق اس زمانے کے مسلمانوں کی اجتماعی اور سیاسی زندگی سے ہے۔ فقہ اور حدیث اس زمانے میں الگ الگ نہ تھے اور نہ ان کے مفہوم میں کوئی امتیاز تھا جو آگے چل کر ارتقا اور نشو ونما کے بعد ظاہر ہوا۔ اس طرح ہم کو "الموطا" میں کچھ فقہ، کچھ اصول فقہ اور کچھ حدیث اپنے آخری معنوں کے لحاظ سے ملتی ہیں۔ امام مالک نے اپنی روایات کی تنقیح اور نظرثانی برابر جاری رکھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی متعدد روایات تھیں۔ قاضی ابوبکر نے لکھا ہے کہ حدیث میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کی مقبولیت کے باعث اورلوگوں نے بھی اپنی کتاب کا نام موطا رکھا۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۸، ص ۳۷۸-۳۷۹)

مہابھارت: (ترجمہ مہابھارت): ۱۶۳

اکبر نے اپنے وزیر ابوالفضل کی زیرِنگرانی دربار کے چار علماء یعنی عبدالقادر بدایوانی، عبداللطیف الحسینی مقلب بہ نقیب خان، محمد سلطان تھانیسری، اور ملاشیری کو ۱۵۸۲ء میں حکم دیا کہ "مہابھارت" کا فارسی نثر میں ترجمہ کریں۔ ترجمہ تیار ہونے پر ۱۵۸۶ء میں ابوالفضل نے اس کا مقصد لکھا۔ اکبر نے اس کا نام 'رزم نامہ' رکھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے دانش مندوں نے "مہابھارت" کے ترجمے کئے جن میں سے بعض کے دیباچے ابوالفضل نے لکھے۔

(نارائن آر۔ کے، "مہابھارت"، مترجم: نعیم حسن، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۴ء، متعدد صفحات)

مہذب: ۳۰۵-۱A

یہ ہفت روزہ رسالہ شرر نے ۱۸۹۰ء میں جاری کیا۔ اس کے بیشتر شماروں پر بہ حیثیت مدیر محمد صدیق حسن کا نام تھا۔ اصل مدیر شرر ہی تھے۔ سرسید اور شبلی کی تحریروں سے اس وقت اردو خواں طبقے میں تاریخ کا مذاق پیدا ہو گیا تھا۔ شبلی کے قلم میں ایسی تازگی اور توانائی تھی کہ پڑھنے والوں کا حلقہ ایسی کتابوں کی تلاش میں رہنے لگا۔ شرر کا کہنا ہے کہ ان کے پاس خود اس طرح کے خطوط بڑی تعداد میں آنے لگے، جن میں اس طرح کا علیحدہ رسالہ شروع کرنے کا اصرار کیا گیا تھا "دلگداز" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۰ء سے پہلے ہی مشاہیر اسلام سے متعلق مضامین اس کے صفحات میں آنے لگے تھے۔ چنانچہ شرر نے سازگار حالات دیکھ کر "مہذب" کا اجراء کیا۔ ان کی مشہور سوانح عمریاں "جنید بغدادی" اور "ابوبکر شبلی" اسی رسالے میں بالاقساط شائع ہوئیں۔ وقت کی کمی اور مالی وجوہ کے بارے لکھتے ہیں۔ "جس کے رنگ عبارت، جس کے مضامین اور جس کے ذریعہ سے شائع ہونے والی مرحوم ومغفور علمائے اسلام کی تصویروں کو زمانہ مدتوں یاد کر رکھے گا" مہذب کے بند ہونے پر

اظہار تاسف کیا ہے۔ ''مہذب'' اپنے دوسرے سال کی زندگی شرع کرتے ہی بند ہوا۔

(ڈاکٹر شریف احمد، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، ص ۸۰۔۸۱)

نفع الطیب: ۵۔۲۴۷

علامہ مقری کی ممتاز تالیف جو تاریخی اور ادبی معلومات، منظومات و مکتوبات اور اقتباسات پر مشتمل ہے جو اکثر ایسی تصانیف سے ماخوذ ہے جو اب معدوم ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''نفع الطیب'' کی قدر و قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اسلامی اندلس کی تاریخ کے متعلق عربی فتح سے لے کر سقوط غرناطہ ایک ہمارے ماخذ میں اول درجے کی کتاب ہے۔ بعد کے زمانے کے لئے بھی یہی ایک عربی کی کتاب ہے جو اب تک محفوظ رہ گئی ہے۔ ''نفع الطیب'' کے دو بالکل جداگانہ حصے ہیں۔ ایک مخصوص مقالہ جو اسلامی اندلس کی تاریخ اور ادب سے متعلق ہے اور ایک مخصوص مقالہ جس میں ابن الخطیب کے کوائف مندرجہ ذیل ہیں۔ پہلے حصے کی تقسیم اس طریق سے کی گئی ہے:

۱۔ اندلس کا جغرافیہ طبیعیہ۔

۲۔ عربوں کا اندلس کو فاتح کرنا، والیوں کا زمانہ۔

۳۔ خلفا بنوامیہ اور چھوٹے چھوٹے خاندان یعنی ملوک الطوائف کے زمانے کی تاریخ۔

۴۔ تذکرہ قرطبہ، اس کی تاریخ اور یادگار عمارتیں۔

۵۔ وہ ہسپانوی عرب جنھوں نے مشرق کا سفر اختیار کیا۔

۶۔ وہ مستشرقین جو اندلس میں گئے۔

دوسرے حصے میں یہ موضوعات شامل ہیں:

۱۔ ابن الخطیب کے آباؤ اجداد کے ابتدائی حالات اور ان کے سوانح۔

۲۔ سوانح ابن الخطیب۔

۳۔ ابن الخطیب کے اساتذہ کے سوانح حیات۔

۴۔ وہ مکتوبات نثر مقفٰی جو دیوانی دفاتر غرناطہ اور فاس سے ابن الخطیب نے بھیجے یا انہیں موصول ہوئے۔

۵۔ نظم و نثر میں ابن الخطیب کی تصانیف کا انتخاب۔

۶۔ اس کی تصانیف کی تفصیل۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۴۴۵۔۴۴۶)

نل و دمن: ۵۔۲۸

یہ قصہ مہا بھارت سے ماخوذ ہے۔ بادشاہ نالا اور دمیانتی کا قصہ ہے میر نیاز علی نگہت، احمد سراوی، بگھونت رائے

راحت اور فیض نے اس قصہ کو قلم بند کیا ہے۔

(ڈاکٹر سید سلطانِ محمود حسین، ''تعلیقات: خطباتِ گارساں دتاسی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ص ۶۹)

نور افشاں: ۶۔۱۱۴

عیسائیوں کا رسالہ ''جس میں عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ مسئلہ تناسخ پر'' ثبوت تناسخ '' از پنڈت لیکھ رام نے کتاب تصنیف کی۔ اس میں انہوں نے عیسائیوں، مسلمانوں، برہموں اور دیگر مذاہب کی تناسخ پر رائے پر اعتراض کئے۔ ان اعتراضات کا جواب عیسائیت کی طرف سے ''نور افشاں'' نے دیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، نویں جلد، اردو ادب چہارم، ص ۶۶۱)

وید (Vedas): 1A۔۴۰

ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتابیں قدیم ترین ادب یا اس ادب سے تعلق رکھنے والی انفرادی کتب۔ قدیم ادب کا یہ مجموعہ بنیادی طور پر مجموعہ ہائے مناجات پر مشتمل ہے۔ یہ الگ الگ نظمیں اور منتر ہیں۔ مجموعوں کے نام:

۱۔ رگ وید

۲۔ سام وید

۳۔ یجروید

۴۔ اتھروید

چاروں وید سنسکرت سے پہلے کی ایک زبان ویدک میں لکھے گئے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ قدیم ترین حصے کافی حد تک آریائی فاتحین نے لکھے ہوئے ہوں گے جو ۱۵۰۰۰۔۱۰۰۰ ق م کے درمیان ہندوستان میں آئے۔ موجودہ صحائف کو ضبط تحریر میں لائے جانے سے قبل رشی صرف حافظے کے ذریعے ویدک مواد کو آگے منتقل کرتے تھے۔ بہت سا مواد آریائی فاتحین یا دراوڑی ثقافت سے بھی شامل ہو گیا اور آج اسے الگ کرنا ممکن نہیں۔ رگ وید میں ۱۰۰۰ سے بھی زیادہ بھجن (رگ) ہیں جنہیں مختلف اشعار اور دس ابواب میں ترتیب دیا گیا ہے۔ سام وید میں منظوم حصے زیادہ تر رگ وید سے لئے گئے ہیں۔ انہیں اوگاتری (بھجن نواز) گایا کرتے تھے۔ یجروید میں سے موزوں منتروں کا ورد کیا کرتے تھے۔ چوتھا وید یعنی اتھروید یہ کافی حد تک ذاتی اور گھریلو استعمال کے لئے تھا۔ اسے مستند بھی نہیں مانا جاتا۔ محققین کا خیال ہے کہ اتھروید بعد میں مرتب ہوا اور قبل از آریائی دیسی ثقافت اس کا منبع ہوگی۔

(دیانند سرسوتی، ''رگ وید''، مترجم: نہال سنگھ، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۹ء، متعدد صفحات)

ہنس نامہ: 1B۔۱۷

نظیر اکبر آبادی کی نظم ''ہنس نامہ''، مخمس ترکیب بند ہے۔ یہ نظم انیس (۱۹) بندوں پر مشتمل ہے۔ اس نظم میں شاعر

نے پرندوں کی زبانی دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے۔ اس نظم کو پڑھتے ہوئے بالکل اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ تمثیل پرندوں کی ہے، بلکہ اس میں واضح طور پر تمام رسوم انسانوں کی ہیں کہ کس طرح ایک پرندہ کسی جنگل سے آکر شہر میں دل لگالیتا ہے۔ اس کے کئی پرندے دوست بن جاتے ہیں۔ ہر وقت کی محفلیں اس کو جنگل کی ویرانی بھلا دیتی ہیں۔ ایک دن وطن کی یاد آئی (بڑھاپا) تو تمام دوست احباب سے اجازت لے کر واپسی کے لئے روانہ ہوا۔ کچھ آغاز ہی میں ساتھ چھوڑ گئے اور کچھ آہستہ آہستہ تھک ہار کر رہ گئے اور آخرت کا سفر اکیلے ہی طے کرنا پڑا۔ یعنی زندگی اور موت کا فلسفہ بیان کیا ہے۔

؎ آخر کے تئیں ہنس اکیلا ہی سدھار

(نظیر اکبر آبادی، ''کلیات نظیر''، لاہور: مکتبہ شعر وادب، س۔ن، ص ۶۲۵۔۶۲۷)

یادگارِ غالب: ۸۔۱۲۹

الطاف حسین حالی کی دلکش نثر کا نمونہ سب سے پہلے ''یادگار غالب'' میں نظر آتا ہے۔ اس میں غالب کی اپنی زندہ دل شخصیت کا اثر بھی شامل ہے۔ غالب کے روزمرہ کے حالات عادات واطوار اور خیالات کو بھی حالی دلچسپی سے بیان کرتے ہیں۔ ''یادگار غالب'' میں حالی کی تحریروں کا بہتر اور زیادہ نکھرا ہوا روپ ملتا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے غالب کی بے تکلفی، شوخی، سادگی اور فطری انداز کو سراہا ہے۔ یہ کتاب اگر چہ غالب پر پہلی کتاب تھی اور اس کے بعد متعدد سوانح اور تنقید کی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن تحقیق وتنقید میں ترقی کے باوجود آج بھی کوئی ''یادگار غالب'' کی برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ حالی کی اس تصنیف میں ان کے خیالات کے علاوہ جو چیز سب سے اہم ہے وہ ان کی زبان ہے۔ ''یادگار غالب'' کو غالب کے دوسرے تذکروں پر اس لئے بھی فضیلت حاصل ہے کہ اول حالی غالب کے شاگرد اور ہم عصر تھے۔ ان قریبی تعلقات کی وجہ سے انہیں غالب کو پہچاننے اور سمجھنے کے لئے پورے مواقع میسر تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حالی ایک بااصول سوانح نگار کی طرح غیر جانبدار ہیں۔ ہر چند کہ وہ غالب کے شاگرد ہیں، مگر استاد کی بے جا طرف داری عموماً نہیں کرتے۔ اس میں کچھ کمزوریاں بھی ہوں گی انہوں نے نہ تو ڈاکٹر بجنوری کی افراط اختیار کر کے اسے الہامی کتاب قرار دیا ہے اور نہ ڈاکٹر لطیف کی تفریط حالی پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مرزا کی ایک جامع داستان حیات نہیں لکھی وہ خود لکھتے ہیں ''اگر کوئی شخص غالب کے تمام ملفوظات کو جمع کرتا تو ایک ضخیم کتاب لطائف وظرائف کی تیار ہوجاتی'' مگر اس فرض کی بجا آوری کے لئے حالی سے بڑھ کر کون موزوں ہوسکتا۔ ''یادگار غالب'' میں حیات غالب کے پیچیدہ مسائل کو غیر حل شدہ صورت میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ مثلاً ملا عبدالصمد کی شاگردی، مرزا کے مذہب کا سوال، مرزا کی بے قدری کے اسباب وغیرہ۔

(الطاف حسین حالی، ''یادگار غالب''، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

یتیمۃ الدہر: ۵۔۱۸۸

یہ تصنیف ثالبی کی ہے۔ اس کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا ربع آخر بہت احد میں مرتب ہوا۔ اس کی فی الجملہ تائید اس نسخے سے ہوتی ہے۔ جو محمد شفیع لاہوری کے کتابخانے میں ہے اور کتاب کے تقریباً صرف تین چوتھائی حصے پر مشتمل ہے۔ اس میں اس کے ہم زمانہ اور اس سے پہلی نسل کے شعراء کا تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ زیادہ تر منتخب اشعار کا مجموعہ ہے، جس میں شعراء کے سوانح حیات عموماً نہایت ہی اختصار سے بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف کے تعریفی کلمات مبالغہ آمیز ہیں اور ان کلمات کا استعمال مختلف شعراء اور ادیبوں کے لئے اس طرح کیا ہے کہ ان سے تشخیص وتمیز میں مدد نہیں ملتی۔ مصنف جب ان میں سے کسی کے خلاف کچھ کہتا ہے تو کم ہی اس کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اس قسم کی اکثر تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی کئی بار کی ترمیم اور اصلاح کے شائع ہوئی ہے۔ مصنف کا اپنا بیان یہ ہے کہ اس نے کتاب کی تالیف ۳۸۴ھ میں شروع کی۔ پھر اس میں برسوں کانٹ چھانٹ اور اضافے کرتا رہا۔ اس کتاب کو ۴۰۳ھ میں مکمل کیا۔ ثالبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ "یتیمۃ الدھر" کی تکمیل مولف نے امیر ابوالعباس مامون خوارزم شاہ کے لئے کی۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۶، ص ۱۰۰۸۔۱۰۱۰)

یوسف و نجمہ: ۴۔۵

شرر کا یہ ناول بادشاہ فیروز شاہ تغلق کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی مکمل کہانی ناول کے ہیرو یوسف کی درد بھری داستان ہے، جس سے اپنی زندگی کے عہد طفلی سے سن بلوغت کے ایام بڑی مصیبتوں اور آفتوں میں گزارے ہیں۔ ناول کی پوری کہانی ہیرو کی زبانی چلتی ہے۔ اس وجہ سے کہانی میں ایک کشش بھی ہے اور نیا پن بھی۔ الغرض یوسف و نجمہ خالص رومانی داستان ہے، جس میں ہیرو ہیروئن کو طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فیروز شاہ تغلق کا صرف نام دے کر اس کو ماضی کی گہرائیوں میں پھینک دیا گیا ہے، حالانکہ تاریخ کا یہ حوالہ ناول کو کہیں سے بھی تاریخی فضا میں نہیں لے جاتا۔ لیکن شرر نے کہانی کا اختتام کچھ اسی انداز میں کرنا تھا کہ فوج کے ذریعہ ہی یوسف کی فتح ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے ناول نگار نے تغلق عہد سے تعلق پیدا کر دیا تھا حالانکہ قصہ اس عہد سے ہٹ کر آج کی روشنی میں بھی لکھا جا سکتا تا۔ اس کے علاو ناول تو کسی معاشرے کی تصویر اتارتا ہے اور نہ ہی کسی تہذیب پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ ہلکا پھلکا ناول جو صرف وقت گزارنے کے لئے پڑھا جا سکتا ہے۔

(ڈاکٹر علی احمد فاطمی، "عبدالحلیم شرر بہ حیثیت ناول نگار"، ص ۳۱۹۔۳۲۱)

باب ششم

واقعات / سانحات

اصحاب الکہف: ۱A۔۳۰۵

قرآن کی اٹھارہویں سورۃ غار کے لوگ، الکہف میں ان کی تعداد ۳، ۵ یا ۷ بتائی گئی ہے۔ طبری اور دیگر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ لوگ عیسائی ہو گئے تھے اور بت پرستی سے انکار کرتے تھے۔ ایشائے کوچک کے کسی شہر افسوس یا اسبوس (پریوز) کے رہنے والے تھے۔ بادشاہ کیوس (۲۴۹ء۔ ۲۵۱ء) کے خوف سے شہر کے باہر ایک غار میں جا چھپے تھے۔ ان کا کتا بھی ان کے ساتھ تھا۔ بادشاہ نے غار کا منہ بند کروا دیا تاکہ یہ لوگ اس کے اندر بھوکے پیاسے مرجائیں۔ مگر خدا نے ان پر نیند طاری کردی اور یہ اصحاب ۳۰۹ برس غار میں سوتے رہے۔ اس اثنا میں ایک چرواہے نے اپنی بھیڑوں کی رہائش کی خاطر غار کا منہ کھول دیا۔ اصحاب کہف بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنے ایک ساتھی کو شہر کھانا لانے کے لیے بھیجا، لیکن اس کے پاس پرانے زمانے کے سکے تھے۔ دکاندار کو بڑی حیرت ہوئی اور رفتہ رفتہ بادشاہ وقت کو جو عیسائی تھا اس واقعے کی خبر ہوگئی۔ اس نے نصرانیوں کو بڑی عزت سے اپنے پاس بلوایا اور ان کی ضیافت کی۔ کھانے کے بعد یہ لوگ پھر غار میں جا کر سو گئے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد، ''اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج''، لاہور: گوہر پبلی کیشنز، ص ۹۔۱۸)

اصحاب فیل: ۲A۔۹۹

اصحاب الفیل کے معنی ہیں ''ہاتھی والے'' یہ واقعہ جو رسول ؐ اللہ کی ولادت سے پچاس روز پہلے کا ہے، قرانِ حکیم کی سورہ الفیل (۱۰۵) میں بیان ہوا ہے اس لیے عربوں میں اس کی خبریں مشہور اور متواتر تھیں۔ حبشہ کے جرنیل ابرہہ نے جو عیسائیت کا پرجوش حامی تھا ۵۲۵ء میں یمن کو فتح کیا۔ اس نے یمن کے دارالحکومت صنعا میں ایک عالی شان گرجا تعمیر کروایا اور کوشش کی کہ لوگ خانہ کعبہ کی بجائے عبادت کے لیے ادھر آیا کریں۔ یہ بات اہل مکہ اور دیگر قبائل کے لیے سخت ناگوار تھی۔ چنانچہ اُن میں سے ایک شخص نے ابرہہ کے بنائے ہوئے عبادت خانے کو غلاظت سے پلید کردیا جس کی اطلاع اُس کو دی گئی تو اُس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کا عزم کرلیا اور لشکر جرار لے کر مکے پر حملہ آور ہوا۔ ابرہہ کی فوج میں ایک ہاتھی بھی تھا جس کا نام ابن ہشام نے محمود لکھا ہے۔ چونکہ عربوں کے لیے یہ ایک انوکھی چیز تھی اس لیے انھوں نے اس سال کا نام عام الفیل (ہاتھی کا سال) رکھ دیا۔ جب یہ لشکر وادی محسّر کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کے لیے پرندوں کے غول بھیج دیے۔ ان ابابیلوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو چنے یا مسور کے برابر تھیں، جس فوجی کو یہ کنکر لگتی وہ پگھل جاتا اور اس کا گوشت جھڑ جاتا اور بالآخر مرجاتا۔ خود ابرہہ کا بھی صنعا پہنچتے پہنچتے یہی انجام ہوا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔ قرآن حکیم کی سورہ الفیل (۱۰۵) میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے۔ اسی سال مکے میں چیچک کی وبا پھیلی جس سے مشرکین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ابرہہ کی پسپائی کا سبب دراصل یہی وبا تھی جس کے باعث اس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ناکارہ

ہوگیا تھا۔ بعض سائنسدانوں نے یہ قیاس آرائی کی کہ شاید یہ پرندے کچھ اچھوت بیماریوں کے حامل تھے جن کی وجہ سے اُن کی موت واقع ہوئی۔ یہ سب مفروضے ہیں چونکہ حملہ کے وقت عینی شہادتیں موجود تھیں۔

(پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم، ''قرآن حکیم کے معجزات''، لاہور: فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء، ص ۶۷۔۶۸)

انقلاب فرانس: ۷۔۱۴۴

اٹھارویں صدی میں یورپ کے بیشتر ممالک میں حکمران مطلق العنان تھے اور عوام جاگیردارانہ نظام میں جکڑے ہوئے تھے۔ عوام میں روشن خیالی اور تنقیدی شعور پیدا کرنے میں اس عہد کے مفکرین نے اہم کردار ادا کیا۔ جن میں مانٹیسکو، والٹیر اور ژان ژاک روسو شامل تھے۔ لوئی چہاردہم کے دور میں فرانس کی مالی حالت انتہائی ابتر ہو چکی تھی۔ فرانس قرضوں میں جکڑا ہوا تھا۔ بادشاہ کو عوام کی کوئی فکر نہ تھی۔ اُس کی ملکہ آں تونی کو جب بتایا کہ لوگ روٹی مانگتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ ''اگر انھیں روٹی میسر نہیں ہے تو کیک کیوں نہیں کھا لیتے۔'' دراصل شاہی دربار قوم کا مقبرہ بن گیا تھا۔ کسانوں کی زبوں حالی اور ٹیکسوں کی کثرت نے مالی بحران پیدا کیا۔ ۱۷۸۸ء کو حکومت نے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ فرانس میں ایک سو پچھتر سال سے انتخاب نہیں ہوئے تھے۔ ۱۷۸۹ء میں تیسرے طبقے کے نمائندوں نے قومی اسمبلی تشکیل دے کر ۵۔ اگست ۱۷۸۹ء کی درمیانی رات قومی اسمبلی کے اراکین نے کئی قرار دادوں کے ذریعے جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا۔ ملک کو تراسی (۸۳) ضلعوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ۱۷۹۱ء میں قومی اسمبلی نے فرانس کا نیا آئین مرتب کیا جو کسی یورپی ملک کا پہلا تحریری آئین تھا۔ ۱۷۹۲ء قومی کنونشن منعقد ہوا اس نے بادشاہت کو ختم کر دیا، لوئی شانزدہم اور اس کی ملکہ کو موت کی سزا دی گئی۔ انقلاب فرانس کے بنیادی اصول آزادی، مساوات اور اخوت تھے۔ اس انقلاب نے نہ صرف فرانس کو بلکہ تمام یورپ کی زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا۔ اس انقلاب نے افراد کو شخصی آزادیاں عطا کیں۔ غلامی کا خاتمہ ہوا اور کسانوں کو رائے دہندگی کا حق مل گیا۔ اس سے نہ صرف فرانس بلکہ تمام یورپ متاثر ہوا۔

(مولوی عبدالقادر، مرتبہ: ''انقلاب فرانس''، لاہور: مکتبہ فانوس، ۱۹۹۸ء، متعدد صفحات)

اِفک: ۴۔۴۲

۶ ھ میں آنحضرتؐ غزوہ بنی مسطلق سے فتح مند ہو کر واپس آ رہے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک الگ اونٹ پر آپؐ کی ہم سفر تھیں۔ راستے میں فوج نے رات کے وقت پڑاؤ ڈالا۔ رات کے پچھلے پہر ام المومنین ضرورت سے باہر نکلیں۔ اتنے میں فوج کے کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ ام المومنین رفع حاجت سے فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں کہ معلوم ہوا کہ آپؓ کا ہار کہیں گر گیا ہے۔ آپؓ کو ہار ڈھونڈنے میں کچھ دیر لگی۔ اسی اثناء میں قافلہ روانہ ہو گیا۔ ام المومنینؓ کے ساربان ہودج کو اٹھاتے ہوئے محسوس نہ کر سکے کہ آپؓ اس میں موجود نہیں ہیں۔ ام المومنینؓ جب پڑاؤ میں آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔

حضرت صفوانؓ اس خدمت پر مامور تھے کہ وہ قافلہ کے پیچھے پیچھے چلیں تا کہ وہ جائزہ لے سکیں کہ اہل قافلہ کوئی چیز پیچھے تو نہیں بھول گئے۔ جب صبح انھوں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پیچھے رہ گئی ہیں تو انھوں نے اپنا اونٹ پاس لا کر بٹھا دیا۔ ام المومنین اس پر سوار پر ہوگئیں۔ انھوں نے مہار پکڑ کر اونٹ کو قافلے سے جا ملایا۔ منافقین نے اس واقعہ کو افسانہ بنا دیا۔ اور گمراہ کن پراپیگنڈا کیا چونکہ یہ افسانہ طرازی سراسر بے اصل تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اِفک قرار دیا۔ سفر سے واپسی پر آپؓ بیمار پڑ گئیں۔ کافی دنوں کے بعد اجازت لے کر اپنے والدین کے پاس تشریف لے گئیں، لیکن انھیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ باہر ان کے بارے میں کیا غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں۔ اپنے والدین کے گھر جب انھیں علم ہوا تو ان کی دنیا اندھیر ہوگئی۔ یہ بہتان عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے تراشا تھا۔ بعض سادہ مسلمان بھی ان کی باتوں میں آ گئے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے تمام ذمہ دار لوگ اس انتظار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی صورتحال میں کوئی واضح احکام اتریں تا کہ اس پریشانی سے نجات حاصل ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو نہ دن کو آرام نہ رات کو چین، ہر وقت رونے سے کام۔ آخر ایک روز آنحضرتؐ گھر میں تشریف لائے اور وہیں آپؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ جب یہ کیفیت دور ہوئی تو حضورؐ بے حد خوش ہوئے۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ مبارک ہو عائشہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برات نازل فرما دی اور اس طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ اس الزام سے بری ہوئیں۔

(ڈاکٹر اسلم صدیقی، ''دروس قرآن''، جلد۱۲، لاہور: ھدیٰ للناس، ۲۰۰۹ء، ۱۳۵۔ص ۱۳۸)

برامکہ کی تباہی: ۷۔۴۹

برامکہ نے ہارون الرشید کے عہد حکومت میں نہایت اعلیٰ درجے کے منصب حاصل کر لیے تھے، تباہی کی وجہ ہارون کی بہن عباسہ تھی۔ عباسہ سے ہارون الرشید کو بے حد محبت تھی۔ اسی طرح جعفر بن یحییٰ برمکی سے بھی محبت درجہ کمال پر پہنچی ہوئی تھی اور دونوں سے ایک لمحے کے لیے بھی جدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا، لہٰذا دونوں کا نکاح کر دیا تا کہ انھیں بہ یک وقت پاس رکھ سکے اور ان کے لیے مجلس میں ایک دوسرے کو دیکھنا حلال ہو جائے۔ لیکن نکاح پر شرط یہ عائد کی کہ دونوں ہارون سے علیحدگی میں اکٹھے نہ ہوں۔ نکاح ہوگیا تو دونوں عباسہ اور جعفر اکٹھے بیٹھنے لگے۔ دونوں کے دل ایک دوسرے کی طرف مائل ہوگئے اور خفیہ خفیہ ملنے لگے، یہاں تک کہ عباسہ کا حمل ظاہر ہوگیا اور اس کے بچہ بھی پیدا ہوا۔ ہارون کو معلوم ہوا تو جعفر کو مروا دیا۔ اس کے بھائی فضل اور باپ خالد کو قید میں ڈال دیا۔ دونوں کی وفات قید خانے ہی میں ہوئی۔ برمکیوں کا پورا خاندان برباد ہوگیا۔ بہن کی لاش صندوق میں بند کر کے ایک کنویں میں گرا دی گئی۔

(غلام رسول مہر، مترجم: ''منہاج سراج — طبقات ناصری''، جلد اول، لاہور: اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۵ء، ص ۲۱۷۔۲۱۸)

تابوت سکینہ کی حقیقت: ۱۸۔۴۵

تابوت سکینہ ایک صندوق تھا جس میں اس آیت کی شہادت کے مطابق آل ہارون اور آل موسیٰ کے تبرکات تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں تو اس میں صرف پتھر کی وہ تختیاں تھیں جو اللہ نے لوح محفوظ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی تھیں اور تورات کا وہ مکمل نسخہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکھوا کر بنی اسرائیل کے سپرد کیا تھا اور صحرائی زندگی کی وہ نعمتیں جو من وسلویٰ کی صورت میں نازل ہوئیں، ان میں من کو ایک بوتل میں بند کر کے اس میں رکھ دیا گیا تھا تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں اللہ کے انعامات کو یاد رکھیں۔ لیکن بعد کے لوگوں نے اس میں عصائے موسیٰ، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پارچات بھی بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کے زمانے سے لے کر بیت المقدس کی تعمیر تک اسی صندوق میں موجود تھے اسی صندوق کو بنی اسرائیل کے قبلہ کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ اس کو خیمہ عبادت میں ایک مخصوص مقام پر نہایت مخصوص اہتمام کے ساتھ پردوں کے بیچ میں رکھتے اور تمام دعا وعبادت میں اسی کی طرف متوجہ ہوتے۔ ان کے ربی اور کاہن غیبی راہنمائی کے لیے اسی کو مرجع بناتے، مشکل حالات' قومی مصائب اور جنگ کے میدانوں میں بھی بنی اسرائیل کا حوصلہ قائم رکھنے میں اس صندوق کو سب سے بڑے عامل کی حیثیت رہی۔ سکینہ کے لفظ سے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی جنگ کی ہولناکیوں میں جب حوصلہ ٹوٹنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں جو استقلال اور ثبات کی کیفیت پیدا فرماتے ہیں قرآن کریم میں اسی کو سکینہ قرار دیا ہے۔ اس تابوت کے چھن جانے سے بنی اسرائیل یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہے اور ہمارے قومی وقار کے دن گنے جا چکے ہیں۔ پیغمبر کے اس وعدے پر کہ تابوت سکینہ طالوت کی امارت کی علامت کے طور پر تمہیں واپس مل جائے گا' بنی اسرائیل بے حد خوش ہوئے۔ اور انہیں اطمینان ہوگیا کہ اگر یہ نشانی واقعی ظاہر کر دی گئی تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ طالوت کو اللہ ہی نے ہم پر امیر مقرر کیا ہے اور انہی کے امارت کے تحت ہم جہاد کر کے اپنی کھوئی ہوئی عزت واپس حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے اپنے اسلوب کے مطابق اس کے بعد تفصیل بیان نہیں کی کہ وہ تابوت سکینہ کیسے واپس آیا۔ البتہ سیاق کلام خود بول رہا ہے کہ تابوت سکینہ واپس آگیا اور اسی کے بعد جناب طالوت نے اپنے دشمنوں کے خلاف چڑھائی کی۔ تورات نے تابوت سکینہ کی واپسی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس میں اگرچہ فرشتوں کا ذکر نہیں بلکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ دو گائیں اس چھکڑے کو جس پر تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا بغیر کسی رہنما کے کھینچتی ہوئی سرحد پار کر گئیں اور بنی اسرائیل کے علاقے میں پہنچ گئیں۔ معمولی غور وفکر سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یقیناً ان گائیوں کو راستہ دکھانے اور ہانکنے والے اور چھکڑے کی نگرانی کرنے والے فرشتے ہی ہوں گے جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔

(مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ''قصص القرآن''، جلد دوم، دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۲ء، ص ۴۱۔۴۵)

ٹائی ٹینک :Titanic ۵۔۷۷

یہ ایک مہنگا برطانوی جہاز تھا۔ اس کی ڈیزائنگ بہت سے تجربہ کار انجینئرز نے کی مزید اُس وقت کی جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے اس کو تیار کرتے وقت یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ یہ جہاز کبھی ڈوب نہیں سکتا۔ لیکن اپنے پہلے ہی سفر کے دوسرے دن ۱۵۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو غرق ہوگیا۔[۱] تقریباً ایک صدی گذر جانے کے بعد بھی اس کی داستانیں اور کہانیاں بن رہی ہیں۔ اس واقعے نے ایک ایسی مسحور کن تاریخ رقم کی جس نے فلموں، ادب اور سائنسی جستجو کو آمادہ عمل کیا۔ فلموں میں To Rember A Night اور ٹائی ٹینک، کو زیادہ شہرت ملی۔ ایک خاتون ناول نگار نے اس جہاز کے ڈوبنے کی اصل وجہ بتانے کی کوشش کی ہے۔ اس جہاز کے ڈوبنے کا المیہ ذہنوں میں ایسا سرایت کر گیا کہ اس کے بارے میں کئی من گھڑت کہانیاں بننا شروع ہوگئیں۔ ان واقعات کو زیادہ تر اخبارات نے اُچھالا۔ شاید اس کی وجہ اس جہاز میں موجود بڑی شخصیات تھیں جن میں سیاست دان، امراء اور دیگر اہم شخصیات تھیں۔ اس جہاز کو ۱۹۸۵ء میں سمندر سے دو حصوں میں کر کے نکال لیا گیا۔[۲]

۱۔ (http:// www.history.com/topics/titanic {Site visted: 18.6.2010})

۲۔ (اعظم شیخ، ''بیسویں صدی کا انسائیکلوپیڈیا''، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۰ء، ص ۷۹)

جنگ عظیم اول: ۴۰۔۴۶

۱۸۷۰ء سے یورپ کی سیاست کا مزاج جس طرح تبدیل ہو رہا تھا اس کی وجہ سے یورپ دو کیمپوں میں تقسیم ہوگیا۔ ایک میں جرمنی، آسٹریا، ہنگری، اطالیہ اور ترکی تھے اور دوسرے میں برطانیہ، فرانس، روس اور جاپان شامل تھے۔ اس جنگ کی فوری وجہ آسٹروی ولی عہد فرانس فرڈی ننڈ اور اس کی بیوی کا بوسنیا کے دارالحکومت سراجیفو میں ایک سازشی کے ہاتھوں قتل تھا۔ اس قتل کی وجہ سے فضا میں کشیدگی پیدا ہوگئی۔ ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو آسٹریا نے سربیا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ روس نے سربیا کی مدد کے لیے اپنی فوجیں جنگ میں اتار دیں جرمن نے روس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ برطانیہ ابھی تک اس جنگ میں غیر جانبدار تھا۔ جب جرمنی نے بلجیم کی غیر جانبداری کا خیال کیے بغیر اپنی فوجوں کو وہاں داخل کر دیا تو برطانیہ بھی جنگ عظیم اول میں شامل ہوگیا۔ ترکی اور جاپان بھی محوری طاقتوں کے ساتھ شریک جنگ ہوگیا۔ اس جنگ میں برطانیہ کی بحری برتری قائم رہی اطالیہ نے گوری زیا (Gorizia) پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۷ء میں روس کو سوشلسٹ انقلاب کی وجہ سے الگ ہونا پڑا۔ روس کی جنگ سے علیحدگی کی وجہ سے اتحادیوں پر محوری طاقتوں کا دباؤ بڑھ گیا۔ جرمن آبدوزوں نے سمندر میں تباہی مچا دی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ ان کو شکست سے دوچار ہونا پڑے گا، لیکن اپریل ۱۹۱۷ء کو امریکہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ۱۹۱۸ء کے اختتام کے قریب گو جرمنی میں اتنی طاقت باقی تھی کہ وہ دفاعی جنگ کو طول دے سکے لیکن اس کے اتحادیوں کی شکست نے اس کی مدافعت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اول بلغاریہ نے ہتھیار ڈالے، ترکی کو فلسطین میں شکست ہوئی، آسٹریا نے

بھی اطالیہ کے ہاتھوں سخت نقصان اٹھانے کے بعد ۴ نومبر کو ہتھیار ڈال دیئے۔ آخر مجبور ہو کر جرمنی نے بھی ۱۱ر نومبر ۱۹۱۸ء کو صدر ولسن کے چودہ نکات کی بنیاد پر جنگ بند کر دی۔

(پروفیسر سید سراج الاسلام، ''جدید تاریخ یورپ''، کراچی: طاہر سنز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۶۲۔۳۶۹)

حرمت خمر: ۶۔۴۷

اسلام کی آمد سے پہلے عرب بہت بری عادتوں میں مبتلا تھے۔ انھیں میں سے ایک عادت شراب پینا بھی تھی۔ اور یہ ایسی بری عادت تھی کہ اسے عربوں سے چھڑوانا آسان کام نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بعض قبیلے اسلام لانے کے لیے اس شرط پر اصرار کرتے تھے کہ ہمیں شراب پینے کی اجازت دی جائے۔ اس انسانی کمزوری کا احساس کرتے ہوئے پروردگار نے شراب کو یک لخت حرام نہیں فرمایا بلکہ اس کے احکام تدریجاً نازل فرمائے۔ ابتداء میں صرف اتنا اشارہ کیا کہ یہ مضر اور نقصان دہ چیز ہے۔ اس سے بعض لطیف طبائع نے شراب چھوڑ دی۔ پھر آیت نازل ہوئی جس میں اوقات نماز میں شراب کی ممانعت کر دی گئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دن میں شراب کا استعمال بند ہو گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد ہی لوگ اس سے شوق کرتے۔ کچھ مدت بعد سورۃ المائدہ میں شراب کی قطعی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کے ہاں کئی صحابہ موجود تھے۔ کھانے کے بعد شراب کا دور چلا، جب وہ اس کے نشہ سے جھوم رہے تھے تو مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ ایک صاحب امامت کے لیے آگے بڑھے اور اتفاق سے سورۃ الکافرون پڑھنا شروع کر دی اور بے خودی میں **لا اعبد ماتعبدون** کی جگہ **اعبد ماتعبدون** پڑھ گئے، جس سے معنی بالکل بدل گیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور نشہ کی حالت میں بارگاہ الٰہی میں حاضری سے روک دیا گیا۔

(عبدالحلیم شرر، ''خاتم المرسلین''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۹ء، ص ۲۵۹)

سسی پنوں: ۷۔۵۸

شہر بھمبور میں جام آدم نامی ایک راجا تھا۔ جس کے ہاں ایک لڑکی سسی پیدا ہوئی۔ نجومیوں نے اسے پہلے ہی بتا دیا کہ اس لڑکی کو کسی ایسے شخص سے محبت ہوگی جو اس کی قوم سے تعلق نہ رکھتا ہوگا۔ اور اس طرح وہ اپنے خاندان کی رسوائی کا موجب ہوگی، چنانچہ اسے ایک صندوق میں بیٹھا کر دریا (سندھ یا اس کا کوئی معاون) میں بہا دیا گیا۔ دریا سے اسے ایک دھوبی نے نکالا اور اپنی بیٹی کی طرح پالا پوسا۔ بہت سے نوجوان دھوبیوں نے اس سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، مگر اس نے انکار کر دیا۔ راجا نے بھی اس کی خوبصورتی کے متعلق سنا تو اس سے بیاہ کی خواہش کی مگر جب اس نے اس کے گلے کا تعویذ دیکھا تو پہچان گیا کہ میری یہ اپنی بیٹی ہے۔ وہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اسے دوبارہ اسی دھوبی کے ہاں بھیج دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد سسی نے کہیں سے پنوں کی تصویر دیکھ لی اور اسے اس سے محبت ہو گئی۔ پنوں کیچم کے راجا کا لڑکا تھا۔ بلوچستان

کے بعض سوداگروں نے بھی اسے پنوں کے حالات سنائے اور اسے بتایا کہ ہم پنوں کے بھائی بند ہیں۔ سسی نے ان سوداگروں کو اس خیال سے قید کرلیا کہ پنوں خود انھیں رہا کرانے کے لیے آئے گا۔ ان میں سے دو اونٹ سوار بھاگ نکلے، انھوں نے وطن پہنچ کر پنوں کے باپ کو سارا واقعہ جا سنایا۔ یہ سن کر پنوں وہاں سے روانہ ہوا اور سسی کے پاس پہنچ کر وہیں ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگا۔ اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اس کے باپ کے ملازموں نے پہلے اسے نشے سے مدہوش کیا۔ اور پھر وہاں سے اُٹھا کر لے گئے۔ سسی نے صحراؤں میں پھرتے ہوئے جان دے دی۔ سب کے منع کرنے کے باوجود پنوں سسی کی قبر پر پہنچ گیا۔ اس کے وہاں پہنچنے پر قبر کھل گئی اور وہ اس کے اندر داخل ہو گیا۔

(آر۔سی۔ ٹمپل، ''حکایات پنجاب''، جلد سوم، مترجم: میاں عبدالرشید، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص ۹۷۔۹۹)

شہادت امام حسینؓ: ۳۲۳-۱A

حضرت حسینؓ نواسہ رسولؐ اور حضرت علیؓ کے لختِ جگر تھے۔ انھوں نے آغوش رسولؐ میں تربیت پائی تھی۔ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا یزید برسرِ اقتدار آیا تو حضرتِ حسینؓ نے محسوس کیا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم نہیں رہی۔ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کو توڑا جارہا ہے، انصاف قائم نہیں رہا اور ان کے ناناؐ کا قائم کیا ہوا اسلام کا عادلانہ نظام خطرے سے دوچار ہے تو انھوں نے شہادتِ حق کا فریضہ انجام دینے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے یزید سے تصادم کا خطرہ تھا۔ چنانچہ جونہی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حضرت حسینؓ کے ارادوں کا پتہ چلا کہ وہ کوفہ جانے کا ارادہ کرچکے ہیں تو انھوں نے حضرت حسینؓ سے کہا: ''آپ اہل کوفہ کو جانتے ہیں۔ جب ایک مسلمان دیکھتا ہے کہ کہیں بھی اسلامی تعلیمات سے روگردانی کی جارہی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ مقدور بھر اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق اس فرض کو انجام دے۔ یہی حق کی گواہی اور شہادت حق ہے جو سیدنا حسینؓ نے دی۔ انھوں نے جب محسوس کیا کہ دین میں دراڑیں ڈالی جارہی ہیں تو نواسہ رسول ہونے کی حیثیت سے سب سے پہلے انھوں نے اپنے فرض کو ادا کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کو پتہ چلا کہ آپؓ کوفہ جانے کا ارادہ کرچکے ہیں تو آپ نے کہا کہ آپ اہل کوفہ کو جانتے ہیں کہ انھوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ بھی دھوکہ کیا تھا تو آپ کس طرح ان پر اعتماد کرسکتے ہیں؟ حضرت حسینؓ نے کہا کہ میں تو اب جانے کا عزم کرچکا ہوں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ آپ دوسرے روز پھر پلٹ کر آئے اور کہا کہ مجھ سے رہا نہیں جاتا میں صاف تمھاری ہلاکت دیکھ رہا ہوں۔ تمھیں اگر جانے پر اصرار ہے تو پھر ان بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے کر مت جاؤ۔ لیکن آپ کسی طرح بھی اپنا ارادہ بدلنے پر تیار نہ ہوئے۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر آپؓ اس سفر سے کیا حاصل کرنا چاہتے تھے؟ کیا آپ کے پیش نظر حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت کرنا تھا؟ یا آپ کا مقصد کچھ اور تھا؟

اگر آپؓ کا مقصد خروج تھا اور وہ خروج کے ارادے سے نکل رہے تھے، تو کیا ایک سلطنت کے حکمران کے خلاف اپنے ساتھ کل بہتر (۷۲) نہتے افراد کو لے کر خروج کرسکتے تھے؟ اس صورتحال سے صاف نظر آتا ہے کہ آپ اس ارادے

سے نہیں نکلے تھے۔ آپؓ کے پیش نظر حضورؐ کا وہ ارشاد سامنے تھا جس میں آپؐ نے فرمایا ”جو آدمی ایسے حکمران کو دیکھے کہ وہ کتاب اللہ کے خلاف حکمرانی کر رہا ہے اللہ کے احکام کو توڑتا ہے، سنت کو مٹاتا ہے، بدعات کو فروغ دیتا ہے، ظلم وزیادتی کو روا رکھتا ہے تو یہ سب کچھ دیکھ کر اگر وہ شخص خاموشی سے بیٹھا رہے اور حکمران کے خلاف کچھ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسے شخص کا وہی حشر کریں گے جو اس حکمران کا ہوگا۔“ اس حدیث کے پیش نظر تمام صحابہ اور صحابہ زادوں میں سے صرف سیدنا حسینؓ تھے جنھیں اہل کوفہ نے اپنی بیعت کا یقین دلا کر ظالم حکومت کو بدلنے کی دعوت دی تھی اور حلفاً لکھا تھا کہ پچاس ہزار تلواریں آپ کی تائید میں بے نیام ہونے پر بے قرار ہیں۔ اہل کوفہ کی اس دعوت نے حضرت حسینؓ کے سامنے اللہ کے حق میں اٹھنے کا حوصلہ اور ولولہ دیا۔ اور انہوں نے اپنی فقاہت اور بصیرت سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شہادتِ حق کا فرض انہیں کوفہ پہنچنے کی دعوت دے رہا ہے۔ اگر میں اسے قبول نہیں کرتا ہوں اور ان کی دعوت اگر واقعی اخلاص پر مبنی ہے تو قیامت کے دن جواب دہی میرے لیے مشکل ہو جائے گی۔ باقی کسی صحابی کو چونکہ ایسی کوئی دعوت نہیں پہنچی اس لیے انھوں نے شریعت کی دی ہوئی سہولت سے فائدہ اُٹھایا البتہ یہ ضرور تھا کہ جانے سے پہلے یہ اطمینان کر لینا چاہیے تھا کہ اس دعوت کے پیچھے کس حد تک سچائی اور خلوص کار فرما ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کی تحقیق کے لیے مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا اور ان کی مثبت رپورٹ پر خود بھی چند دنوں کی تاخیر سے ان کے پیچھے روانہ ہو گئے ان کی طرف سے پیغام ملا کہ آپ اطمینان سے تشریف لائیے، لوگ آپ کی زیارت اور آپ کا ساتھ دینے کے لیے بے چین ہیں۔ چند دنوں کے بعد اطلاع ملی کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کو شہید کر دیا گیا ہے اور حکومت کے خوف کی وجہ سے اب کوئی وہاں آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں۔ اس خبر کے بعد آگے بڑھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا چنانچہ آپ رک کر واپسی کے بارے میں سوچنے لگے۔ آپ نے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک حالات سے مطلع فرما دیا لیکن مسلم بن عقیلؓ کے صاحبزادے اور ان کے دوسرے قریبی عزیزوں نے واپسی سے صاف انکار کر دیا۔ انھوں نے کہا ہم کوفہ ضرور پہنچیں گے اور مسلم کے خون کا ضرور انتقام لیں گے۔ حضرت حسینؓ جانتے تھے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس کے باوجود آپؓ نے قافلے کو آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔ یزیدی افواج کی تعداد چار ہزار تھی جو عمرو بن سعد، ذی الجوش اور حر بن یزید تمیمی کے ماتحت تھیں۔ حضرت امام حسینؓ نے اتمام حجت کے طور پر صلح کے لیے مختلف شرائط پیش کیں لیکن یزید کے سرداروں نے سب شرائط مسترد کرتے ہوئے ایک ہی تقاضا جاری رکھا کہ یا تو امام بیعت یزید کریں یا سر دیں۔ آپؓ نے فرمایا! مجھے ریاست وحکومت کی خواہش نہیں، مجھے ایک فریضے کی ادائیگی نے گھر سے نکالا ہے، وہ یہ ہے کہ یزید کے برسر حکومت آجانے کے بعد اسلام کے لیے مشکل حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ عبید اللہ بن زیاد اور شمر جیسے لوگ بار بار ایک ہی مطالبہ دہرانے لگے کہ تمہیں بہر صورت حکومتِ وقت کے سامنے سر جھکانا ہوگا۔ حالات نے حضرت حسین کو چار ہزار کے مقابلے میں اپنے کل بہتر (۷۲) کے ساتھ تصادم کی طرف دھکیل دیا۔ ان میں بھی لڑنے کے قابل صرف چھتیس افراد تھے۔ اسلحہ جنگ میں تلوار اور نیزے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سے وقت میں امام حسینؓ اور ان کے سب جاں نثار شہید ہو گئے۔

سانحہ کربلا میں علی بن حسین (زین العابدین) کے سوا جو اس وقت بیمار اور تقریباً دس سال کے بچے تھے، اہل بیت کے تمام مرد شہید ہوئے۔ سانحہ کربلا نے عالم اسلام میں رنج والم کی ایک لہر دوڑا دی۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ "جو لوگ قتل حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔" شہادت حسینؓ کے پانچ سال بعد ۶۶ھ میں مختار ثقفی نے قاتلین حسین سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو عام مسلمان ان کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے اعلان کیا کہ قاتلین حسینؓ کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے۔ اس نے تلاش و تفتیش کے بعد ایک ایک قاتل کو گرفتار کیا۔ ایک دن میں دو سو اڑتالیس مجرم قتل کیے گئے۔ شمر کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔ مالک بن بشیر نے حضرت حسینؓ کی ٹوپی اٹھائی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر میدان میں پھینک دیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ عثمان بن خالد اور بشیر بن شمیط نے مسلم بن عقیلؓ کے قتل میں اعانت کی تھی۔ ان کو قتل کر کے جلا دیا گیا۔ عمرو بن سعد جو حضرت حسینؓ کے مقابلے پر لشکر کی کمان کر رہا تھا، اس کو قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا۔ سنان بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا، کوفہ سے بھاگ گیا۔ اس کا گھر منہدم کر دیا گیا۔

(ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی، "خطبات صدیقی"، جلد دوم، لاہور: ھدیٰ للناس، ۲۰۰۵ء، متعدد صفحات)

۲۔۲A (Crusades): صلیبی جنگیں

گیارہویں اور تیرہویں صدی کے درمیان مغربی اقوام نے مسلمانوں کے قبضے سے ارض مقدس کو آزاد کرانے کی خاطر آٹھ فوجی مہمیں بھیجیں۔ صلیبی جنگوں کی اصطلاح صرف مسلمانوں سے یروشلم واپس لینے کی یورپی کوششوں پر ہی لاگو نہیں ہوتی بلکہ بعد میں غیر عیسائیوں کے خلاف یورپیوں کی کسی بھی عسکری کوشش کو صلیبی جنگ کہا جانے لگا۔ صلیبی جنگوں کا ایک اور مقصد بھی تھا۔ اپنی ثقافت اور مذہب کو غیر ممالک تک پہنچانا، اور اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے معاشی وسائل فراہم کرنا۔ یورپی تاجروں نے ہمیشہ میڈی ٹرینین کی جانب دیکھا تھا۔ اب انھوں نے مشرقی علاقوں کی طرف بھی قدم بڑھانے شروع کر دیئے۔ پہلی صلیبی جنگ کا آغاز ہوا تو عیسائیوں نے یروشلم کو آزاد کرانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ ان کارروائیوں کے لیے عیسائیوں کے پاس کوئی واضح مقاصد نہ تھے۔ پوپ کے مبہم کردار اور باہمی تال میل نہ ہونے کے باعث صلیبی سپاہی جلد ہی دھڑوں میں بٹ گئے۔ نئی فوجی مہمات کے لیے پاپائی کوششوں میں ان کی دلچسپی کم ہوتی گئی۔ مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کے لیے ایک پر زور کوشش ناگزیر تھی۔ پوپ یوجینیس سوم نے دوسری صلیبی جنگ کی کال دی۔ یہ کال پہلی صلیبی جنگ جیسا جوش خروش حاصل نہ کر سکی۔ کونرڈ نے قسطنطنیہ سے ارض مقدس جانے کے لیے زمینی راستہ اختیار کیا اور اس کی ساری فوج ایشیائے کوچک میں فنا ہو گئی۔ دوسری صلیبی جنگ کے وقت صلاح الدین مصر میں برسرِ اقتدار آیا تو لاطینی ریاستیں دفاعی حیثیت اختیار کیے ہوئے تھیں۔ سلطان صلاح الدین نے کئی جنگوں میں ان کو شکست دی اور دو ڈھائی برس کے بعد ۲۰ ستمبر ۱۱۸۷ء کو نوے برس کے بعد مسلمانوں کا قبلہ اول پھر ان کے قبضے میں آ گیا۔ ایک نئی بڑی صلیبی جنگ کے لیے کلیسا کی کال کے جواب میں

تین مغربی حکمرانوں نے اپنی اپنی افواج کی قیادت سنبھالی۔ انگلینڈ کا ''شیر دل'' رچرڈ اول، فرانس کا فلپ دوم اور مقدس شہنشاہ روم فریڈرک اول بار بروسہ۔ لیکن یہ تینوں سپہ سالار بھی مل کر صلاح الدین ایوبی کو شکست نہ دے سکے۔ اس جنگ میں شکست کے بعد مغربی طاقتیں پھر کبھی مسلم طاقت کے اڈوں کے لیے حقیقی خطرہ نہ بن سکی۔ ۱۱۹۹ء میں انوسینٹ سوم نے یروشلم پر قبضہ کے لیے ایک اور صلیبی جنگ کی کال دی لیکن یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ کئی وجوہات کی بنا پر مشرقی کلیسا اور مغربی کلیسا کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے جس کی وجہ سے انھیں قسطنطنیہ جانا پڑا تاکہ بازنطینی شہنشاہ کا تخت جو اس سے چھن گیا تھا اسے واپس دلائیں۔ پانچویں جنگ ۱۲۱۸ء سے ۱۲۲۱ء تک جاری رہی لیکن اس میں بھی مغربی افواج کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ چھٹی ۱۲۲۸ء سے ۱۲۲۹ء تک، ساتویں ۱۲۴۹ء سے ۱۲۵۴ء تک اور آٹھویں ۱۲۷۵ء تک ہوئی۔ ۱۲۹۱ء میں ٹالمیوں کے زوال کے ساتھ صلیبی جنگیں بھی ترک کر دی گئیں۔

(ہیرلڈ لیم، ''صلیبی جنگیں''، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۷ء، متعدد صفحات)

عصائے موسوی: IB۔۱۵۵

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ''عصائے موسوی'' اور ''ید بیضا'' کے دو معجزات عطا فرمائے۔ ''عصا'' حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی تھی جس سے وہ کبھی کبھار ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور جب آپ عصا کو زمین پر پھینکتے تو وہ اللہ کے حکم سے ایک اژدھا بن جاتا تھا، جب اٹھاتے تو دوبارہ لاٹھی کی شکل اختیار کر لیتا۔ اسی لاٹھی کو بحیرہ احمر کے پانی پر مار کر بنی اسرائیل کے لیے خشکی کا راستہ نکال لیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ جب فرعون کے دربار میں دعوت حق دینے گئے تو اُس نے اپنے جادوگروں کو بلا کر حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ جادوگروں نے اپنی سوٹیاں، لکڑیاں اور رسیاں زمین پر ڈال کر پھیلا دیں۔ تھوڑی دیر میں وہ سب سانپ اور اژدھوں کی طرح دوڑتے نظر آنے لگے۔ مصنف کا خیال ہے کہ جادوگروں کی سوٹیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا اور جس زمین پر اس کو ڈالا گیا تھا اس کے نیچے سے زمین کھود کر آگ دہکا دی گئی ہوگی جس کی وجہ سے جب زمین کی حرارت سے پارے میں حرکت پیدا ہوئی تو سوٹیاں اور رسیاں حرکت کرنے لگیں۔ جب سانپ اور اژدھے دوڑتے نظر آئے تو اہل دربار ڈر کے مارے کانپنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اب تو اپنا ''عصا'' زمین پر پھینک دے۔ عصا کا ڈالنا تھا کہ اُس نے اژدھا بن کر جادوگروں کی رسیوں اور لکڑیوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کی جیت ہوئی اور جادوگر مات کھا گئے۔ جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ دونوں بھائی (حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ) ٹھیک کہتے ہیں تو قرآن کے مطابق فوراً سارے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور کہا، کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰؑ اور ہارون کا بھی رب ہے۔''

(پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم، ''قرآن حکیم کے معجزات''، لاہور: فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء، ص ۳۹۔۴۲)

غزوۂ احد: ۱۸۔۱۱۰

جنگِ بدر کو گزرے ایک سال کا عرصہ ہوا تھا۔ یہ سال قریش نے انگاروں پر لوٹتے ہوئے گذارا تھا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، کہ مسلمانوں جیسی کمزور طاقت سے وہ شکست کھا جائیں گے۔ چنانچہ اپنے جذبہ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لیے وہ شوال ۳ ہجری میں تین ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ سے نکلے۔ آنحضرتؐ کو حضرت عباسؓ نے اس ساری نقل و حرکت کی اطلاع کی۔ جب قریش کا لشکر احد کے میدان میں پہنچا تو آنحضرتؐ صحابہ کے مشورے سے ایک ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر احد کے مقام پر پہنچے۔ یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابی نے دھوکا دیا اور اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ اب مسلمانوں کی تعداد کفار کی تعداد سے چوتھائی سے بھی کم ہو گئی تھی۔ منافقین کے علیحدہ ہو جانے کے بعد مسلمانوں کی تعداد سات سو رہ گئی۔ آپؐ نے عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ کوہ احد اور جبل الرماۃ کے درمیان درے میں مقرر کیا اور انھیں ہدایت کی کہ لڑائی کا نتیجہ کچھ بھی ہو تمھیں کسی صورت اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا۔ طبل جنگ کی بجائے خواتین قریش دف پر اشعار پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں۔ پھر قریش کا علمبردار طلحہ مقابلے کے لیے نکلا۔ ادھر سے حضرت علیؓ نے ایک ہی وار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ طلحہ کے بعد اس کا بھائی عثمان رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھا۔ حضرت حمزہؓ کا نے ایسی تلوار ماری کہ اس کی کمر تک اتر گئی۔ اب عام جنگ شروع ہو گئی۔ بالآخر مسلمانوں کی ہمت، شجاعت اور اللہ کی تائید و نصرت کام آئی کہ کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر تیر انداز جو درّے میں مقرر کیے گئے تھے وہ بھی مالِ غنیمت کی طرف لپکے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا، لیکن نہ روک سکے۔ خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، اسی درے سے حملہ کر کے مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا۔ اسی افراتفری میں آنحضرتؐ بھی زخمی ہو گئے۔ ستر (۷۰) صحابہ شہید ہو گئے۔ آنحضرتؐ کے چچا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی۔

(ڈاکٹر خالد ندیم، ''حضورؐ بحیثیت سپہ سالار''، لاہور: کتاب سرائے، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

غزوۂ بدر: ۱۸۔۶۵

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً اسی (۸۰) میل کے فاصلے پر ہے جہاں سال کے سال میلہ لگتا تھا۔ یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے جہاں شام، مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلے پر ہے۔ اس جگہ کو تاریخی اہمیت اس لیے حاصل ہے کہ قریش اور مسلمانوں میں حق و باطل کا پہلا معرکہ اسی جگہ برپا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ قریش مکہ ابتدا ہی میں اسلام کی اٹھتی ہوئی طاقت کو فنا کر دینا چاہتے تھے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان یکے بعد دیگرے مدینہ ہجرت کرتے گئے جس کے نتیجے میں مدینہ میں مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم ہو گئی۔ قریش مکہ مدینہ کی اس اٹھتی ہوئی طاقت کو

تباہ کرنا چاہتے تھے۔ حرم کی مجاورت کی وجہ سے تمام عرب قریش کا احترام کرتا تھا۔ اسی بنا پر قریش نے تمام قبائل کو اسلام کا مخالف بنا دیا۔ مسلمانوں کے لیے قریش کی پس پردہ کوششوں کے باعث حالات روز بروز خراب ہوتے جا رہے تھے۔ حضورؐ نے اس کے لیے دو تدابیر فرمائیں۔ اول قریش کی شامی تجارت کا راستہ بند کر دیا جائے تا کہ وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ دوسرا یہ کہ مدینہ کے قرب و جوار کے قبائل کے ساتھ امن و امان کا معاہدہ کیا جائے۔ دوسری تدبیر کے لیے قبیلہ جہنیہ اور بنی ضمرہ، سے معاہدہ ہوا۔ پہلی تدبیر کے لیے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ۔ غلطی سے حضرت عبداللہ نے قریش کے قافلے پر حملہ کر دیا ان میں ایک شخص عمرو بن الحضرمی مارا گیا دو گرفتار ہو گئے اور مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ اس قتل سے سارے مکہ میں ہیجان برپا ہو گیا۔ قریش کے تمام بڑے بڑے سردار جنگ کے لیے تیار ہو گئے تقریباً ایک ہزار مردان جنگی جن میں چھ سو زرہ پوش تھے اور جن میں سو سواروں کا رسالہ بھی شامل تھا، کیل کانٹے سے لیس تیار تھے۔ نبی کریم کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشاورت کی۔ مہاجرین میں سے مقداد بن عمروؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو۔ ہم آپؐ کے ساتھ اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ انصار میں سے سعد بن معاذؓ بولے ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں، اس لیے ہماری جان اور مال حاضر ہیں۔ اس کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ لشکر قریش کے مقابلے کے لیے نکلنا ہے۔ اس جنگ کے لیے جو مسلمان نکلے تھے وہ کل تین سو تیرہ تھے۔ ان میں سے بیاسی (۸۲) مہاجر اور بقیہ انصار میں سے تھے۔ انصار میں سے اکسٹھ (۶۱) قبیلہ اوس کے تھے اور ایک سو ستر قبیلہ خزرج سے۔ پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، ایک حضرت زبیرؓ بن عوام اور دوسرا حضرت مقدادؓ بن اسود کندی کا اور ستر اونٹ تھے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں تھیں۔ حضورؐ نے مدینہ کا انتظام حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو سونپا۔ لشکر کی تنظیم اس طرح کی گئی کہ ایک جیش مہاجرین کا بنایا گیا اور ایک انصار کا۔ مہاجرین کا علم حضرت علیؓ اور انصار کا علم حضرت سعدؓ کا عطا کیا گیا۔ جنرل کمان کا پرچم جس کا رنگ سفید تھا حضرت مصعبؓ بن عمیر کو دیا گیا۔ سپہ سالار اعلیٰ حضورؐ تھے۔ قریش کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ فوج کا سپہ سالار تھا۔ قریش نے میدان جنگ میں پہلے پہنچ کر کنوؤں اور چشموں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کی طرف کوئی چشمہ یا کنواں نہ تھا، زمین ایسی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں اس میں دھنس جاتے تھے۔ تائید ایزدی سے مینہ برس گیا جس سے مسلمانوں نے پانی اکٹھا کر لیا اور قریش جہاں ٹھہرے ہوئے تھے کیچڑ ہو گیا۔ قریش جنگ کے لیے بیتاب تھے۔ ان میں سے حکیم ابن حذام (جو آگے چل کر اسلام لائے) نے سردار فوج عتبہ سے کہا کہ جنگ نہ کی جائے بلکہ حضری کا خون بہا لے لیا جائے۔ عتبہ نے ابوجہل سے مشورہ کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ آغاز جنگ میں قریش کے تین شاہسوار عتبہ، اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید اپنے صفوں سے نکلے اور مسلمانوں کی طرف سے تین انصار نکلے۔ قریش کے انکار پر مہاجرین کو مقابلے کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت عبیدہؓ نے عتبہ سے، حضرت حمزہؓ نے شیبہ سے اور حضرت علیؓ نے ولید سے مقابلہ کیا اور تینوں کو ہلاک کر دیا۔ سعید ابن العاص کا بیٹا

عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا نکلا حضرت زبیرؓ نے اس کی آنکھ میں برچھی ماری وہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ عتبہ، ابوجہل اور بڑے بڑے سرداروں کے قتل ہونے سے قریش کا لشکر حوصلہ ہار بیٹھا اور عام پسپائی شروع ہوگئی۔ کافروں کے ستر لوگ مارے گئے اور ستر (۷۰) گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے جن میں چھے مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ اسیران جنگ کو صحابہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ صحابہ کا ان کے ساتھ یہ برتاؤ تھا کہ انھیں کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر رہ جاتے تھے۔ اسیران جنگ میں سے دو آدمیوں کے سوا کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ ایک شخص نضر بن حارث تھا یہ مشرکین کا علمبردار تھا۔ وادی حمراء میں حضرت علیؓ نے اسے قتل کیا۔ دوسرا شخص عقبہ بن ابی معیط تھا یہ وہی شخص تھا جس نے حضورؐ کی گردن میں چادر ڈال کر آپؐ کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔ حضرت عاصمؓ بن ثابت انصاری نے اس کی گردن اڑا دی تھی۔

(ڈاکٹر خالد ندیم، ''حضور بحیثیت سپہ سالار''، متعدد صفحات)

غزوۂ تبوک: ۷۔۱۲۱

رجب ۹ھ مطابق ۶۳۰ء میں مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ شام کے عیسائی ہرقل کی مدد سے مدینے پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ ہرقل روم نے چالیس ہزار ہتھیار بند فوج بھیج دی ہے۔ رسولؐ اللہ نے تیاری کا حکم دیا۔ ان دنوں عرب میں سخت قحط تھا اور گرمی بھی شدید تھی۔ منافقوں نے اسے بہانہ بنا کر انکار کر دیا۔ وہ مسلمانوں کو بھی بہکانے لگے مگر مسلمانوں نے کمالِ وفاداری کا ثبوت دیا اور جو کچھ ہو سکا حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسولؐ پاک تیس ہزار جاں نثار غلاموں کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے۔ تبوک کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ حملے کی خبر غلط تھی۔ حضورؐ نے وہاں بیس دن قیام فرمایا اور اردگرد کے عیسائی حکمرانوں کو مطیع بنا کر واپس تشریف لے آئے۔ یہ غزوہ تبوک کے نام سے مشہور ہے اسی غزوہ کے لیے صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ نے اپنا نصف مال و متاع بطور ''چندہ'' پیش کیا تھا۔

(''اردو انسائیکلوپیڈیا''، لاہور: فیروز سنز، چوتھا ایڈیشن ۲۰۰۵ء، ص ۴۵۹)

فتح سندھ: ۷۔۵۷

لنکا سے کچھ جہاز عرب جا رہے تھے۔ بادِ مخالف ان جہازوں کو ساحل دیبل پر لے گئی جو مملکت سندھ کی بڑی بندرگاہ تھی۔ یہاں ان جہازوں کو لوٹ لیا گیا اور عورتوں اور مردوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ حجاج کو خبر ملی تو اُس نے راجا داہر کے پاس ایک سفیر بھیجا۔ راجا نے سفیر کو جواب دیا کہ ''یہ سب کام بحری ڈاکوؤں کا ہے اور میرا ان پر کوئی زور نہیں'' حجاج اس جواب سے مطمئن نہ ہوا تو اس نے پہلے عبداللہ اور بدیل کے زیر قیادت لشکر بھیجے راجا داہر کے بیٹے جے سنگھ نے انھیں شکست دی اور دونوں سپہ سالار لڑائی میں شہید ہوئے۔ اب حجاج نے محمد بن قاسم کو چھے ہزار سوار دے کے ۷۱۱ء میں روانہ کیا جس نے دیبل کو فتح

کیا۔ محمد بن قاسم نے قلعے پر قبضہ کر کے ان قیدیوں کو رہا کیا جو لنکا کے جہازوں سے گرفتار ہوئے تھے۔ محمد بن قاسم ملتان تک فتح کرتا ہوا پہنچا۔ محمد بن قاسم ہندوستان میں قریباً چار سال رہا۔ اس مختصر قیام کے باوجود اس کے ملکی انتظامات بہت بہتر ہو گئے تھے۔ محمد بن قاسم کے چلے جانے پر سندھی قبائل اور ان کے سرکردہ سندھیوں نے سر اٹھایا۔ تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے ایما پر سندھ کے عرب گورنر نے اعلان کیا کہ اگر سندھ کے لوگ مسلمان ہو جائیں تو انھیں عرب حکمرانوں کے مساوی حقوق ملیں گے۔ چنانچہ کئی لوگ مسلمان ہو گئے، جن میں داہر کا بیٹا جے سنگھ بھی شامل تھا۔ جب جنید کو سندھ کا گورنر مقرر کیا گیا تو سندھیوں نے بغاوت کر دی۔ جے سنگھ کی سرکردگی میں گورنر کو شکست ہوئی۔ جب حکم کی پالیسی سے سندھ پر جلد ہی مسلمانوں کا دوبارہ تسلط ہو گیا۔ عباسی گورنروں میں سب سے کامیاب ہشام تھا۔ جب یمنی اور حجازی کا جھگڑا شروع ہوا تو دیگر اقوام نے بغاوتیں کیں۔ آہستہ آہستہ خلیفہ بغداد کا اقتدار سندھ میں برائے نام رہ گیا۔ ۹۷۷ء میں ملتان پر جلم بن شیبان نے قبضہ کر لیا اور قرمطی عقائد کی تبلیغ شروع ہوئی اور فاطمی خلفاء کا سکہ اور خطبہ جاری ہوا۔ ۱۰۰۱ء میں ایک قرمطی ابوالفتح داود ملتان کے تخت پر قابض تھا۔ اس نے لاہور کے راجا جے پال کی مدد کی تھی۔ محمود غزنوی نے ملتان پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ سومنات سے واپسی پر سندھ کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

(اعجاز الحق قدوسی، ''تاریخ سندھ''، جلد اول، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات)

فتح مکہ: ۱۸۔۱۳

فتح مکہ کا فوری سبب یہ بنا کہ صلح حدیبیہ میں قبائل کو یہ آزادی تھی کہ وہ قریش یا مسلمانوں میں سے کسی ایک سے معاہدہ کر سکتے ہیں۔ بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے اور بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے ظلم و ستم کیے۔ آنحضرتؐ کو جب معلوم ہوا تو آپؐ نے بنو خزاعہ کی مدد کا وعدہ کر لیا۔ ابوسفیان کو خبر ہوئی کہ معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو وہ فوراً مدینہ منورہ پہنچا کسی نے اسے منہ نہ لگایا۔ اُن کی بیٹی ام حبیبہؓ جو آنحضرتؐ کی بیوی تھیں، اُنھوں نے آنحضرتؐ کے بستر پر بھی نہ بیٹھنے دیا۔ مایوس ہو کر مسجد نبوی میں جا کر کہنے لگا۔ ''لوگو! میں سب کے سامنے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر جواب کا انتظار کیے بغیر واپس آ گیا۔ ابوسفیان چلا گیا تو آنحضرتؐ نے لوگوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دے دیا۔ یہ تیاری راز داری سے کی جا رہی تھی۔ یکم جنوری ۶۳۵ء کو مسلمانوں کو لشکر فتح مکہ کے لیے روانہ ہوا یہ لشکر مران الظہر ان کے مقام پر خیمہ زن تھا کہ ابوسفیان اپنے احباب کے ساتھ اس لشکر جرار کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو دیکھا تو اسے مشورہ دیا کہ اسلام قبول کر لو ورنہ تمہارا حشر تمہارے سامنے ہے۔ اگلی صبح ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ جب یہ لشکر مکہ میں داخل ہونے کے لیے روانہ ہوا تو ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا تمہارا بھتیجا بادشاہ لگتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان یہ بادشاہت نہیں، نبوت ہے دیکھ نہیں رہے ہو کہ امیر و غریب ہم پہلو چل رہے ہیں۔ لشکر جب مکہ میں داخل ہوا تو خالد بن ولیدؓ کے رسالے پر صفوان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمر

وغیرہ نے اسلام لشکر کو ٹوکا۔ ایک چھوٹی سی جھڑپ ہوئی۔ دو مسلمان شہید ہوئے اور بارہ مشترک قتل ہوئے۔ آنخضرتؐ نے فرمایا آج آپ سب کو معاف کرتا ہوں، صرف اپنے پچھلے گناہوں سے توبہ کرلو۔ مردوں اور عورتوں نے آ کر اسلام قبول کیا۔ خانہ کعبہ پر ملائکہ کی تصویریں تھیں، آپ نے تمام تصاویر مٹا دیں، جتنے بت تھے توڑ کر باہر پھینک دیئے۔ ۸ فروری ۶۳۰ء کو بیت اللہ ہر قسم کی غلاظت سے پاک ہوگیا۔

(محمد سعید الرحمٰن علوی، مترجم: ''مغازی رسول اللہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۷ء، متعدد صفحات)

فلپانا: IB۔۵۵۴

حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں طرابلس کے مسیحی حکمران گریگوری کی بیٹی جو حسین وجمیل تھی، اُس نے مسلمان سپہ سالار عبداللہ بن سرح کو مدافعت پر مجبور کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے عبداللہؓ بن زبیر کو مدد کے لیے بھیجا۔ ابن زبیرؓ کو پتہ چلا کہ سپہ سالار خود خیمے میں بیٹھے ہیں جس کے گرد ایک سو سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ بہت حیران ہوئے ابن ابی سرح کے پاس پہنچ کر انھیں ملامت کیا کہ وہ اس طرح جنگ سے کنارہ کش ہو کر خیمے میں بیٹھے ہیں۔ امیر نے بتایا کہ سارا افریقہ فلپانا کے حسن کا دیوانہ ہے اور گریگوری نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو کوئی مسلمان سپہ سالار کا سر لائے گا فلپانہ اُسے بیاہ دی جائے گی۔ ابن زبیرؓ نے امیر کو اس کی بزدلی پر ملامت کی اور جوابی اشتہار دینے کا مشورہ دیا کہ جو کوئی گریگوری کا سر لائے گا اُسے فلپانہ کے ساتھ طرابلس کی حکومت بھی دی جائے گی۔ فلپانا نے اس نئی صورت حال پر باپ سے مشاورت کی اور حفاظتی انتظامات کو بہتر بنایا لیکن اپنی جگہ وہ پریشان تھی۔ اسے مسلمانوں کی یک جہتی پر رشک آتا تھا کہ کوئی لالچ مسلمانوں کے قدموں کو ڈگمگا نہ سکا جبکہ اس اعلان کے بعد اسے عیسائیوں کی طرف سے اندیشہ لاحق تھا۔ آخر کار گریگوری ابن زبیرؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ فلپانا غائب تھی۔ اُسے زخمی حالت میں ایک نائٹ اٹھا کر لے گیا تھا لیکن اس کے چچا نے سلطنت کے لالچ میں پتہ بتا دیا اور اس طرح وہ برآمد کر لی گئیں۔ ابن زبیرؓ جب فلپانا کے ہمراہ مدینہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ فلپانا ابن زبیرؓ کے حصے میں آئی۔ ابن زبیرؓ نے فلپانا کو آزاد کر دیا لیکن فلپانا نے اس عظمت کردار سے متاثر ہو کر اپنی خوشی سے ان سے نکاح کر لیا۔ اس واقعہ کی بنیاد پر شرر نے اپنے ناول ''فلپانا'' کا پلاٹ رکھا ہے۔

(عبدالحلیم شرر، ''فلپانا''، بمبئی: سلطان حسین پریس، س۔ن، متعدد صفحات)

قحط مصر: IA۔۳۲

شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا کہ سات دبلی گائیں موٹی گائیں کھا رہی ہیں، اسی طرح اناج کی سات بالیں ہری اور تازہ تھیں لیکن سوکھی بالیں ہری بالیوں کو کھا رہی تھیں۔ بادشاہ نے اپنے مصاحبوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی لیکن وہ سب اس کی تعبیر بتانے سے قاصر رہے۔ ایک مصاحب نے بتایا کہ جیل میں ایک ایسا شخص ہے جو اس کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ یہ قیدی

شخص حضرت یوسفؑ تھے۔ حضرت یوسفؑ نے خواب سن کر کہا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ملک میں سات برس تک خوب اناج اور پھل ہوگا، خوب بارش ہوگی اور زمین زرخیز ہوگی۔ آنے والے مزید سات سال اچھے نہیں ہوں گے اور اناج پیدا نہیں ہوگا۔ پہلے سات سال میں جو اناج ہوگا اسے کھانے کے ساتھ ساتھ بچا کر بھی رکھنا ہوگا۔ بچا ہوا اناج قحط کے زمانے میں کام آئے گا۔ اگر اناج بچا کر نہ رکھا تو لوگ بھوک سے مرجائیں گے، اور یہ اناج بالیوں میں ہی رکھنا ہوگا تا کہ خراب نہ ہو۔ بادشاہ کو جب خواب کی یہ تعبیر بتائی گئی تو اُس نے حضرت یوسفؑ کو قید سے رہائی دلائی کر اور اس کی وجاہت اور فراست کو دیکھ کر وزارت خوراک کا منصب عطا کر دیا۔ حضرت یوسفؑ نے سات سال میں جو غلہ پیدا ہوا تھا اسے بچا کر محفوظ کر لیا۔ جب دوسرے سات برسوں میں پیداوار نہ ہوئی تو محفوظ کیے ہوئے غلے کے ذخیروں سے لوگوں کو اناج فراہم کیا، اس طرح ملک مصر قحط سے بچ گیا۔ حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کی جگہ لے لی اور حکومت کرنے لگے۔

(ابوالکلام آزاد، ''ترجمان القرآن''، جلد دوم، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۷۶ء، ۲۱۹۔۲۶۶)

قسطنطنیہ کی فتح: ۱۸۔۳۴۸

روایت ہے کہ حضورؐ نے دعا کی تھی کہ ''رحمت ہو اس بادشاہ اور اس کے لشکر پر جس کے ہاتھوں یہ فتح نصیب ہو۔'' بنو امیہ نے سب سے پہلے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ امیر معاویہؓ نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو ۶۶۴ء میں اس مقصد کے لیے روانہ کیا۔ اس کے پیچھے پیچھے یزید بن معاویہ کو روانہ کیا۔ عرب اپریل سے دسمبر تک شہر پر حملے کرتے رہے۔ سردی کا موسم انھوں نے سزی کس Cyzicus میں گزارا اور اس کے بعد موسم بہار میں پھر نئے حملے شروع کر دیے یہ جنگ سات سال جاری رہی لیکن قسطنطنیہ فتح نہ ہوا۔ دنیائے عرب میں اس محاصرے کو خاص شہرت حاصل ہوئی، اس لیے کہ اس میں ابوایوب انصاریؓ شہید ہوئے اور قسطنطنیہ کی دیواروں کے سامنے دفن کیے گئے۔ اس کے بعد تقریباً چالیس سال جنگ بند رہی۔ سلیمان بن عبدالملک نے ایک بار پھر کوشش کی۔ اس لشکر کا سالار سلیمان کا بھائی مسلمہ تھا۔ ایک سال محاصرہ کرنے کے بعد آخر مسلمہ کو بھی ناکام واپس آنا پڑا۔ خلیفہ مہدی کے فرزند ہارون نے ایک بار پھر کوشش کی۔ قسطنطنیہ کی ملکہ آیدین Ikene نے صلح کر لی اور خراج دینا منظور کر لیا۔ بایزید اول نے ۱۳۹۶ء میں اس شہر کا محاصرہ کیا لیکن فرانسیسی اور ہنگری والوں کی کمک پہنچنے کی وجہ سے اسے محاصرہ اُٹھانا پڑا۔ جس حکمران نے اس شہر کا دوبارہ محاصرہ کیا وہ مراد ثانی تھا، لیکن اس نے جون ۱۴۲۲ء سے لے کر ستمبر ۱۴۲۲ء تک شہر پر جتنے بھی حملے کیے وہ سب بے سود ثابت ہوئے۔ بعد میں باہم صلح ہوگئی، جو اس سلطان کی وفات تک قائم رہی۔ قسطنطنیہ کی فتح مراد ثانی کے فرزند محمد ثانی کے نام مقدر ہو چکا تھا۔ محمد ثانی نے اس شہر کا محاصرہ ۹۔ اپریل ۱۴۵۳ء کو کیا۔ ۲۱۔۲۲ اپریل کی درمیان رات دنیا کا حیران کن کام ہوا کہ ترکی بحری بیڑے کو خشکی پر تختے بچھا کر اور چربی رگڑ کر پر گھسیٹتے ہوئے خلیج طولمہ باغچہ سے پیرا کی پہاڑی پر لایا گیا۔ جمعرات ۲۹ مئی کو اس تاریخی شہر کو محمد ثانی نے بھرپور حملہ کر کے فتح کر لیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، لاہور: زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۴ء، ص ۵۴۳۔۵۶۵)

معراجِ رسولؐ: ۵۔۸۶

معراج نبویؐ ایسا محیر العقول اور حیرت انگیز واقعہ ہے کہ انبیاء کرام کی تاریخ میں ایسا گہرائی اور گیرائی رکھنے والا واقعہ اس سے پہلے نہیں گذرا۔ قرآن میں اس واقعے کی تفصیلات کا ذکر نہیں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ معراج کس غرض سے ہوئی۔ اس واقعہ کی تفصیلات اٹھائیس ہم عصر راویوں کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہے۔ سات راوی وہ ہیں جو خود معراج کے زمانے میں موجود تھے اور اکیس وہ میں جنھوں نے بعد میں نبیؐ کی اپنی زبان مبارک سے اس کا ذکر سنا۔ ان تمام روایات میں اہم تر روایات تین بزرگوں کی ہیں۔ ایک حضرت ابوزر غفاری، دوسرے حضرت مالک بن صعصہ اور تیسرے حضرت انس بن مالکؓ۔ صحیحین اور بعض دیگر کتب کی روایات کو ملا کر معراج کے سوانح ومشاہدات کا جو ایک جامع اور نظر افروز سفر نامہ تیار ہوتا ہے وہ اس طرح ہے: اس واقعہ کی تصدیق کرنے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صدیق کا خطاب ملا۔ رسول رحمتؐ کو نبوت کے منصب پر سرفراز ہوئے بارہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ باون برس کی عمر تھی۔ آپ حرم کعبہ کے اس حصہ میں جو حطیم کہلاتا ہے، آرام فرمارہے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ آئے۔ وہ آپؐ کو اُٹھا کر چاہ زمزم پر لے گئے اور وہاں آپؐ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلب اطہر کو نکال کر زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان وحکمت سے معمور لایا گیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے اس طشت سے ایمان وحکمت کے خزانے کو لے کر آپؐ کے سینہ میں رکھ کر اس کو برابر کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ کی سواری کے لیے ایک جانور لایا گیا جس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ سفید رنگ کا لمبا جانور جسے براق کہا جاتا تھا۔ اس کا ہر قدم وہاں پڑتا جہاں نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی۔ پہلی منزل مدینہ تھی جہاں اتر کر آپؐ نے نماز پڑھی۔ جبرائیلؑ نے کہا اس جگہ آپؐ ہجرت کر کے آئیں گے۔ دوسری منزل طورِ سینا تھی جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوئے تھے۔ تیسری منزل بیت اللحم کی تھی جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے۔ چوتھی منزل پر بیت المقدس تھا جہاں براق کا سفر ختم ہوا۔ آپؐ نے مسجد اقصیٰ کے اندر قدم رکھا اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ آنحضرتؐ کو لے کر آسمان پر چڑھے۔ پہلا آسمان آیا تو دروازہ بند تھا۔ جبرائیلؑ نے دربان کو آواز دی تو اُس نے دروازہ کھول دیا اور ''مرحبا اور خوش آمدید'' کہتے ہوئے آپؐ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہاں آپؐ کا تعارف فرشتوں اور انسانی ارواح کی ان بڑی بڑی شخصیتوں سے ہوا جو اس مرحلہ میں مقیم تھیں۔ ان میں نمایاں شخصیت ایک ایسے بزرگ کی تھی جو انسانی بناوٹ کا مکمل نمونہ تھا۔ جبرائیلؑ نے بتایا ''یہ آدمؑ ہیں''۔ مختلف مشاہدات سے گذر کر پھر سفر شروع ہوا۔ آپؐ دوسرے آسمان پر پہنچے۔ یہاں آپؐ کی ملاقات حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ہوئی۔ پھر آپؐ تیسرے آسمان پر پہنچے تو آپؐ کی ملاقات ایک ایسی شخصیت سے کرائی گئی جن کا حسن عام انسانوں کے مقابلے میں ایسا تھا جیسا تاروں کے مقابلے میں چودھویں کا چاند۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا، ''یہ یوسفؑ ہیں۔'' چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں پر حضرت ہارونؑ سے اور چھٹے پر

حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر پہنچے تو ایک عظیم الشان محل دیکھا جسے بیت المعمور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں بے شمار فرشتے آتے اور جاتے تھے۔ اس کے پاس آپ کی ملاقات ایک ایسے بزرگ سے ہوئی جو خود آپؐ سے بہت مشابہ تھا۔ تعارف پر معلوم ہو کہ آپ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ اس کے بعد آپؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے چیزیں نیچے زمین پر اترتی ہیں اور زمین سے چڑھ کر اوپر وہاں جاتی ہیں۔ یہاں پہنچ کر جبرائیلؑ رک گئے اور عرض کی ''حضورؐ اب آگے آپ تنہا جائیں۔'' چنانچہ آپ تنہا آگے بڑھے، ایک بلند ہموار سطح پر پہنچے، بارگاہ جلال سامنے تھی۔ پھر شاہد مستورِ ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز و نیاز سے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت الفاظ کے بوجھ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ حضورؐ کو اللہ کی طرف سے جو عطیات مرحمت فرمائے گئے، وہ چار ہیں: (۱) سورۃ البقرۃ کی آخری آیتیں۔ (۲) مغفرت قبول کی جائے گی۔ (۳) نیکی کا ارادہ کرنے پر نیکی لکھی جائے گی مگر برائی کا اردہ کرنے پر برائی نہیں لکھی جائے گی۔ (۴) پانچ نمازیں لیکن ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، اس لیے پانچ نمازیں پڑھنے پر ثواب پچاس نمازوں کا۔ واپسی کے سفر میں آپؐ اسی سیڑھی سے اتر کر زمین پر تشریف لائے۔ بیت المقدس میں داخل ہوئے دیکھا کہ یہاں انبیاءؑ جمع ہیں۔ آپؐ نے تمام انبیاءؑ کو فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر بیت المقدس سے آپؐ تمام منازل طے کرنے کے بعد مکہ معظمہ پہنچے۔ روسائے قریش نے مختلف سوالات کیے جو اکثر شام کے سفر پر جاتے رہتے تھے انھیں معلوم تھا کہ آنحضرتؐ کبھی بیت المقدس نہیں گئے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ ''میرے ذہن میں عمارت کا صحیح نقشہ نہ تھا، بہت بے قراری ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیے کہ اچانک آپؐ کی نظروں کے سامنے پوری عمارت جلوہ گر کر دی گئی۔ وہ سوال کرتے جاتے تھے اور آپؐ اس کو دیکھ کر جواب دیتے جاتے تھے۔'' بعض روایات میں ہے کہ آنحضرتؐ نے قریش کے بعض آنے والے قافلوں کی بھی خبر دی جس کی بعد میں تصدیق بھی ہوگئی۔ اس سفر میں جو سب سے پہلی بات محسوس ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو یہ دکھایا جارہا ہے کہ اللہ کی یہ کائنات کتنی وسیع و عریض ہے اور اس کی قدرت کس قدر بے پناہ ہے۔ اہل مکہ نے اگر اپنے دل آپؐ کے لیے بند کر لیے ہیں تو آپؐ کو کیا خبر کہ قدرت آپؐ کے لیے کیا امکانات پیدا کر رہی ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم، ''قرآن حکیم کے معجزات''، ص ۱۷۷۔۱۱۸)

معرکہ چکبست و شرر: ۵۔۲۰۹

نسیم (پنڈت دیا شنکر) کی وفات ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء کے کوئی ساٹھ سال بعد، نسیم اور گلزار نسیم کے حوالے سے ایک ایسا معرکہ وجود میں آیا جو تاریخ ادب کا حصہ بن گیا ہے اور جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جنوری فروری ۱۹۰۵ء میں چکبست نے ''گلزار نسیم'' کا نیا ایڈیشن اس پہلے ایڈیشن کو بنیاد بنا کر جو دیا شنکر نسیم کی زندگی میں اُن کی تصحیح کے ساتھ ۱۸۴۴ء میں شائع ہوا تھا۔ مرتب کیا اور اس پر ایک طویل مقدمہ لکھا۔ گلزار نسیم کے اختصار کی تعریف کرتے ہوئے اس کا مقابلہ مثنوی ''سحرالبیان'' سے کیا

اور لکھا میر حسن کی مثنوی میں معاملہ برعکس ہے۔ مولانا عبدالحلیم شرر نے مارچ، اپریل اور جولائی ۱۹۰۵ء کے ''دلگداز'' کے شماروں میں اس پر ''ریویو'' شائع کیا جس میں یہ لکھا کہ ''گلزارنسیم'' اردو کی ایک عجیب وغریب معرکہ آرا نظم ہے۔ اگر اس کے محاسن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ ان نظموں میں سے ہے جس میں اردو شاعری کو اپنی اس صدی دوصدی کی عمر میں شاید ہی دو چار نصیب ہوئی ہوں گی لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے مصائب پر نظر ڈالی جائے تو اس سے زیادہ عیوب کسی اردو نظم میں نہیں ہیں۔ اردو کے شعراء کا خاصہ ہے کہ وہ زیادہ تر لفظی بحثوں میں پڑے رہتے ہیں اور جس کے کلام میں ایک غلطی بھی نکل آتی ہے اس کا کلام مٹ جاتا ہے اس تبصرے میں شرر کا اندازہ مصالحانہ تھا۔ انھوں نے ایک کر کے چکبست کی بات کا جواب دیا اور لکھا کہ دیباچہ میں چکبست نے جس طرح لکھنؤ کے بعض مشہور ومصروف اور مستند شعراء کے مٹانے کی کوشش کی ہے اور محض ان غیر معتبر کہانیوں کی بنیاد پر جس طرح سے یہاں کے تمام شعرائے حال نا آشنا ہیں۔ محققین کے نزدیک بالکل بے بنیاد ہیں اور اتنی وقعت ہرگز نہیں رکھتیں کہ تحریر میں لائی جائیں اس کے بعد شرر نے یہ بتانے کے لیے کہ ''گلزارنسیم'' کی زبان لکھنؤ کی مسلم ومستند زبان نہیں ہے زبان وبیان کی ان اغلاط کی نشان دہی کی ہے جو اس مثنوی میں نمایاں ہیں۔ شرر نے مثالوں سے بتایا کہ بعض الفاظ کا مطلب ہی نہیں سمجھ میں آتا بعض الفاظ میں ضروری الفاظ چھوڑ دینے سے مطلب ضبط ہوگیا ہے۔ بہت سے اشعار میں لفظی غلطیاں ہیں یا تو الفاظ کے حرکات غلط ہوگئے ہیں یا ان کے معنی غلط لیے گئے ہیں یا بے محل ان کا استعمال ہوگیا ہے یا ان میں تذکیر تانیث کی یا اور کسی قسم کی غلطی ہے۔ جب یہ ریویو (تبصرہ) شائع ہوا تو اس کے بعد یہ بحث دوسرے رسائل وجرائد میں بھی چھڑ گئی اور منشی سجاد حسین کا اودھ پنچ بھی اس بحث میں کود پڑا۔ منشی سجاد حسین نے 11 مئی ۱۹۰۵ء کی اشاعت میں نسیم کی رنگین بیانی اور حضرت شرر کی شررفشانی کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور اسی کے ساتھ اس بحث کا رخ طنز ومزاح اور تضحیک وتمسخر کی طرف ہوگیا۔ اس کے بعد کم وبیش ہر شمارے میں گلزارنسیم اور شرر کے تعلق سے کچھ نہ کچھ لکھا اور لکھوایا جانے لگا۔ چکبست نے اپنے نام سے دو مضامین لکھے ایک مولانا حسرت موہانی کے اردوئے معلیٰ (جلد ۵، بابت ماہ جولائی ۱۹۰۵) میں۔ دوسرا اودھ پنچ (مطبوعہ ۱۷ اگست ۱۹۰۵ء) میں چکبست کے اس مضمون کا لہجہ سنجیدہ اور جواب اسناد کے ساتھ عالمانہ ہیں لیکن اب یہ بحث دوسرے رسائل واخبارات اور خاص طور پر ''اودھ پنچ'' میں اُٹھ جانے کے بعد اپنا رنگ بدل دیتی ہے شرر کی سنجیدگی بھی کم ہوجاتی ہے اور چکبست کا لہجہ بھی بدل جاتا ہے۔ جو کچھ کہنا اور لکھنا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ اس بحث میں کشمیری درپن، زمانہ، دبدبہ آصفی، دکن ریویو، تہذیب قلقل، ریاضی الاخبار، تفریح، پیامِ یار وغیرہ شامل تھے ممتاز زادیوں اور شاعروں میں حسرت موہانی احمد علی شوق، نقاد لکھنوی، حافظ جلیل حسن جلیل، ضامن کشوری مظہر الحق دہلوی حکیم بدیم، ڈاکٹر بیج بہادر وغیرہ شامل ہے۔ یکم اگست ۱۹۰۵ء کے اتحاد میں عبدالحکیم شرر نے لکھا کہ گلزارنسیم پر ہم نے ریویو کیا اور مہذب طریقے سے پبلک کو بتایا کہ اس مثنوی میں باوجود ہزارہا خوبیوں کے صدہا غلطیاں ہیں اس کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہیں۔ اس بحث کو اودھ پنچ نے نہایت ناپاک اور گندے طریقے سے اٹھایا اور ہم نادم ہیں کہ ہماری وجہ سے مہذب پبلک کو

ایسے بے ہودہ اور ناپاک الفاظ سننے پڑے ہیں۔ اس کے جواب میں ویسی ہی بدتمیزی خود بھی گوارا کر لینا ہمارا کام نہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ بحث کس انداز سے شروع ہوئی تھی اور اس کی تان کہاں جا کر ٹوٹی۔ جتنے ادبی معرکے اس صدی میں ہوئے وہ رفتہ رفتہ ذاتیات کی کیچڑ میں دھنس گئے۔ انشاء مصحفی کے معرکے کا بھی یہی حشر ہوا اور غالب وقتیل کے جھگڑے کا بھی یہی انجام ہوا۔ معرکے شرر وچکبست میں ان مضامین کو یکجا ومرتب کیا گیا ہے، جن کا جھکاؤ چکبست کی طرف ہے۔ شرر کا نقطہ نظر صرف خود ان کے تین مضامین سے واضح ہوتا ہے۔ مولانا شرر کی حمایت میں جو متعدد مضامین لکھے گئے تھے وہ معرکہ شرر وچکبست میں شامل نہیں ہیں۔

(مرزا محمد شفیع شیرازی لکھنوی، مرتبہ: ''مباحثہ گلزار نسیم یعنی معرکہ شرر وچکبست''، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۴۲ء، متعدد صفحات)

من وسلویٰ: ۱۸۔۳۵۶

یہ عربی لفظ ہیں۔ من کے معنی ترنجبین، شبنم اور سلویٰ کے معنی شہد، نیز ایک پرندے کا نام بھی ہے جو بٹیر کے مشابہ ہوتا ہے اور جسے لوابھی کہتے ہیں۔ جب بنی اسرائیل مصر سے نکل کر وادی سینا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے یہی دو چیزیں ان کو بطور غذا مرحمت فرمائی تھیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ من ایک میٹھا گوند ہوتا ہے جو ایک قسم کے جنگلی درخت Ash-Tree سے نکلتا ہے۔ بنی اسرائیل یہی گوند کھاتے تھے۔ سلویٰ سے وہ پرندے مراد ہیں جنھیں سیلانی پرندے کہا جاتا ہے اور جو موسم سرما میں گرم خطوں اور موسم گرما میں سرد خطوں میں چلے جاتے ہیں۔ حضورؐ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ ''من'' کا لفظ کئی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا تھا مثلاً کھمبی (ایک قسم کی مفید نباتات جو اکثر برسات میں از خود پیدا ہو جاتی ہے اور اُسے تل کر یا سالن وغیرہ بنا کر کھاتے ہیں۔ انگریزی میں اسے مشروم کہتے ہیں) جو قدرتی طور پر زمین میں اُگتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ من کو سکھا کر محفوظ کر لیتے تھے کہ کہیں یہ ختم نہ ہو جائے۔ الغرض حضرت موسیٰؑ کی قوم کو مٹھائی اور بٹیر کے گوشت سے نوازا گیا جو ہر اعتبار سے ایک مکمل غذا تھی۔ لیکن بنی اسرائیل کی قوم نے خدا کی عطا کردہ اس نعمت کی قدر نہ کی اور جلد ہی اناج اور ترکاریوں کا مطالبہ شروع کر دیا۔

(ابوالکلام آزاد، ''ترجمان القرآن''، جلد سوم، ص ۱۳۱۔۱۳۵)

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد: ۱۸۔۱۱

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد ابتدا ہی میں تاجروں کی ذریعے ہوگئی تھی۔ یہ مسلمان تجارت اسلامی اصولوں کے مطابق کرتے جس کی وجہ سے یہاں کے مقامی آبادی اُن کے اخلاق اور کردار سے متاثر ہونے لگی۔ اس اثنا میں صوفیائے اکرام نے بھی آ کر تبلیغ کا کام شروع کیا۔ بنو امیہ کے زمانے میں راجہ داہر کی وجہ سے محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کر کے دیبل کو فتح کر لیا۔ اور یلغار کرتا ہوا ملتان تک آ گیا۔ محمد بن قاسم کے واپس جانے کے بعد یہاں کے لوگ بھی مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہوئے۔ ہندوستان میں سب سے پہلی جو حکومت بنی وہ سبکتگین تھا۔ جس کا دور حکومت (۹۷۷ء۔۹۹۷ء)

تک ہے۔ اس نے سلطنت کی حدیں دریائے سندھ سے بڑھا کر جیحوں تک بڑھا دیں۔ اس کے بعد محمود غزنوی نے ہندوستان کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو غزنی میں شامل کر لیا۔ جب غزنی سلطنت کو زوال آیا تو سلطان غیاث الدین غوری اور اس کے بھائی سلطان معز الدین غوری نے پہلے ملتان اور پھر اوچ فتح کیے۔ محمد غوری نے اپنے ترکستانی غلام قطب الدین ایبک کو ہندوستانی مقبوضات کا انتظام سونپا۔ قطب الدین ایبک ہندوستانی میں خاندان غلاماں کی حکمرانی کا بانی تھا۔ یہ اُن چھے خاندانوں میں سے پہلا حکمران تھا جو دہلی پر حکمران رہے۔ ایبک کا داماد اور قابل ترین غلام شمس الدین التمش اُس کا وارث بنا۔ اس حکمران نے پنجاب، بنگال، سندھ اور گوالیار کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ عباسی خلیفہ بغداد نے اُسے سلطان ہند کا خلعت عطا کیا۔ التمش کی وفات پر اقتدار کی باگ ڈور چالیس ترک سرداروں کے قبضے میں چلی گئی۔ بادشاہی کے سوا انھوں نے تمام عہدے باہم تقسیم کر لیے۔ رضیہ سلطان کی شہادت کے بعد التمش کے غلام بلبن نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور خاندان بلبن کی بنیاد رکھی۔ اس کے بیٹے سلطان محمد نے تاتاریوں کی یورشیں روکیں۔ خاندان بلبن کے بعد خلجی خاندان نے ہندوستان میں سلطنت کی بنیادیں مضبوط کر لیں۔ اس خاندان کا بانی علاؤ الدین تھا۔ امیر خسرو اسی دور کا مشہور شاعر ہے۔ امیر خسرو نے علاؤ الدین کے درباری شاعر کی حیثیت سے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ خلجی خاندان کے باغیوں نے محمد تغلق کو شکست دے کر بہمنی خاندان کی بنیاد رکھی۔ مغلیہ خاندان برصغیر میں آخری مسلمان خاندان ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد یہاں مسلمانوں کی حکومت ختم ہوگئی۔ مسلمانوں نے تحریک آزادی جاری رکھی آخر کار ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو مدینہ منورہ کے بعد پاکستان کو نیا اسلامی ملک بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

ہندوستان کے حکمران

محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ	:	۷۱۲ء تا ۷۱۴ء
محمود غزنوی کے حملے	:	پہلا حملہ ۱۰۰۱ء دوسرا حملہ ۱۰۲۴ء
راجا جے پال	:	نامعلوم تا ۱۰۰۲ء
راجا انند پال	:	۱۰۰۸ء تا ۱۰۰۹ء
محمد غوری	:	۱۱۷۵ء تا ۱۲۰۶ء

(خاندان غلاماں)

قطب الدین ایبک	:	۱۲۰۶ء تا ۱۲۱۰ء
شمس الدین التمش	:	۱۲۱۰ء تا ۱۲۳۶ء
رکن الدین	:	۱۲۳۶ء تا ۱۲۳۶ء
رضیہ سلطانہ	:	۱۲۳۶ء تا ۱۲۴۰ء
ناصر الدین محمود	:	۱۲۴۰ء تا ۱۲۶۶ء

بلبن : ۱۲۶۶ء تا ۱۲۸۶ء

کیقباد : ۱۲۸۶ء تا ۱۲۹۰ء

(خاندان خلجی)

جلال الدین خلجی : ۱۲۹۰ء تا ۱۲۹۶ء

علاؤ الدین خلجی : ۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۶ء

ملک کافور : ۱۳۱۶ء تا ۱۳۱۹ء

ناصر الدین خسرو : ۱۳۱۹ء تا ۱۳۲۰ء

(خاندان تغلق)

غیاث الدین تغلق : ۱۳۲۰ء تا ۱۳۲۵ء

محمد تغلق : ۱۳۲۵ھ تا ۱۳۵۱ء

فیروز تغلق : ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء

غیاث الدین تغلق ثانی : ۱۳۸۸ء تا ۱۳۸۹ء

ابوبکر تغلق : ۱۳۸۹ء تا ۱۳۹۰ء

نصیر الدین تغلق : ۱۳۹۰ء تا ۱۳۹۴ء

محمود تغلق : ۱۳۹۴ء تا ۱۴۱۴ء

(خاندان سادات)

خضر خاں : ۱۴۱۴ء تا ۱۴۲۱ء

مبارک شاہ : ۱۴۲۱ء تا ۱۴۳۴ء

محمد شاہ : ۱۴۳۴ء تا ۱۴۴۵ء

علاؤ الدین : ۱۴۴۵ء تا ۱۴۵۱ء

(خاندان لودھی)

بہلول لودھی : ۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۸ء

سکندر لودھی : ۱۴۸۸ء تا ۱۵۴۰ء

ابراہیم لودھی : ۱۵۱۷ء تا ۱۵۲۶ء

(خاندان مغلیہ)

ظہیرالدین بابر	:	۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء
نصیرالدین ہمایوں	:	۱۵۳۰ء تا ۱۵۴۰ء اور ۱۵۵۵ء تا ۱۵۵۶ء

(سوری خاندان)

شیر شاہ سوری	:	۱۵۴۰ء تا ۱۵۴۵ء
سلیم شاہ سوری	:	۱۵۴۵ء تا ۱۵۵۴ء
فیروز خاں سوری	:	۱۵۵۴ء تا ۱۵۵۵ء

(مغلیہ خاندان)

جلال الدین محمد اکبر	:	۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء
نورالدین محمد جہانگیر	:	۱۶۰۵ء تا ۱۲۶۷ء
شاہجہاں	:	۱۲۶۸ء تا ۱۲۶۸ء
اورنگ زیب عالمگیر	:	۱۲۶۹ء تا ۱۷۰۷ء
معظم شاہ عالم بہادر شاہ	:	۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء
جہاندار شاہ	:	۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۳ء
فرخ سیر	:	۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء
رفیع الدرجات	:	۱۷۱۹ء تا ۱۷۱۹ء
رفیع الدولہ شاہجہاں ثانی	:	۱۷۱۹ء تا ۱۷۱۹ء
روشن اختر محمد شاہ	:	۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء
شہزادہ احمد شاہ	:	۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء
عالمگیر ثانی	:	۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء
شاہ عالم ثانی	:	۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء
اکبر ثانی	:	۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء
بہادر شاہ ثانی	:	۱۸۳۷ء۔ ۱۸۵۷ء [۲]

[۱] (محمد حبیب وخلیق نظامی، ''جامع تاریخ ہند''، لاہور: تخلیقات، س۔ن، متعدد صفحات)

[۲] (اردو انسائیکلو پیڈیا، ص ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۸)

مآخذ ومصادر

کتابیات

آزاد، ابوالکلام، ''ترجمان القران''، جلد دوم، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۷۶ء
آزاد، ابوالکلام، ''البیرونی اور جغرافیہ عالم''، کراچی: ادارہ تصنیف وتحقیق، ۱۹۸۰ء
آزاد، ابوالکلام، ''ترجمان القران''، جلد اول، لاہور: اسلامی اکادمی، س۔ن
آزاد، محمد حسین، ''دربار اکبری'' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء
آزاد، محمد حسین، ''سخن دان فارس''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۰ء
ابن الاثیر، ''خلافت بنوامیہ''، جلد دوم، مترجم: سید ہاشم ندوی، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۵ء
ابوزھرہ، محمد، ''حیات امام احمد بن حنبل''، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، لاہور: المکتبہ السّلفیہ، س۔ن
ادریس بھوجیانی، محمد، ''خاندان نبوت''، ٹوبہ ٹیک سنگھ: مکتبہ رحمانیہ، طبع دوم ۱۹۹۳ء
اسلم پرویز، ''شیخ محمد ابراہیم ذوق''، نئی دِلّی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۹ء
اسلم کمال، ''اسلامی خطاطی''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۵ء
اطہر مبارکپوری، مولانا قاضی، ''خلافت راشدہ اور ہندوستان''، لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۲ء
اطہر مبارکپوری، مولانا قاضی، ''خلافت اُموبہ اور ہندوستان''، لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، س۔ن
اکبرشاہ بخاری، سید حافظ محمد، ''چالیس بڑے مسلمان''، جلد اول، کراچی: ادارۃ القرآن، س۔ن
اکبرشاہ نجیب آبادی، مولانا، ''تاریخ اسلام''، جلد دوم، لاہور: الفیصل ۱۹۸۸ء
اکبرعلی، مولانا، مترجم: ''بائبل سے قرآن تک''، جلد اول، کراچی: مکتبہ دارالعلوم، ۲۰۰۲ء
امیر احمد، سید، ''خالدؓ بن ولید''، لاہور: قومی کتب خانہ، طبع سوم ۱۹۵۲ء
امیر علی، سید، ''تاریخ اسلام''، لاہور: الفیصل، س۔ن
امین رندھاوا، ''فاتحین عالم''، فیصل آباد: گلاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ۲
انوار احمد، ڈاکٹر، ''اردو افسانہ، ایک صدی کا قصہ''، فیصل آباد: مثال پبلشرز، طبع دوم ۲۰۱۰ء
ایڈورڈ سعید، ''مسئلہ فلسطین''، مترجم: شاہد حمید، لاہور: ایلفا براوو، ۱۹۹۱ء

پلوٹارک، ''مشاہیر یونان و رومہ''، مترجم: مولوی سید ہاشمی فرید آبادی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع سوم ۱۹۹۵ء،
پھلواروی، مولانا شاہ محمد جعفر، ''اسلام اور موسیقی''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۷ء
ٹمپل، آر۔ سی، مرتبہ: ''حکایات پنجاب''، حصہ سوم، مترجم: میاں عبدالرشید، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۲ء
ثاقب، شہاب الدین، ''بابائے اردو مولوی عبدالحق: حیات اور علمی خدمات''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، س۔ن
ثریا ڈار، ڈاکٹر، ''شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۱ء
جعفر رضا، ''ہندوستانی ادب کے معمار: عبدالحلیم شرؔر''، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۸۸ء
جعفر رضا، ''ہندوستانی ادب کے معمار: عبدالحلیم شرؔر''، نئی دہلی، ساہتیہ اکادمی، ۲۰۰۲ء
جعفری، رئیس احمد، ''حیدر آباد — جو کبھی تھا''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۱ء
جعفری، رئیس احمد، مترجم: ''ہارون الرشید''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۱۹۸۶ء
جعفری، رئیس احمد، ''تاریخ دولت فاطمہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۴ء
جعفری، رئیس احمد، مترجم: ''امام ابوداؤد''، لاہور: المکتبہ السّلفیہ، س۔ن،
جعفری، رئیس احمد، ''واجد علی شاہ اور ان کا عہد''، لاہور: کتاب منزل، س۔ن
جمیل احمد، محمد، ''اردو شاعری پر ایک نظر''، کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۲۰۰۳ء
جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اردو''، جلد دوم، طبع پنجم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء
جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''تاریخ ادب اردو''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع ہفتم، ۲۰۰۸ء
جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''ارسطو سے ایلیٹ تک''، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع ششم ۱۹۹۷ء
جمیل یوسف، ''بابر سے ظفر تک''، راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، ۱۹۸۹ء
جمیل یوسف، ''مسلمانوں کی تاریخ''، اسلام آباد: کتاب گھر، س۔ن
جوان، مرزا کاظم علی، ''شکنتلا''، مرتبہ: ڈاکٹر عبادت بریلوی، کراچی: اردو دنیا، ۱۹۶۴ء
جہانگیر، نور الدین محمد، ''توزک جہانگیری''، جلد اول، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء
حالی، الطاف حسین، ''یادگار غالب''، کان پور، نامی پریس، ۱۸۹۸ء
حالی، الطاف حسین، ''حیات سعدی'' لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۵ء
حالی، الطاف حسین، ''حیات جاوید''، جلد اول، لاہور: بک ٹاک ۱۹۹۹ء
حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، مرتبہ: ''باغ و بہار'' لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء

حتی، فلپ کے، ''تاریخِ عرب''، مترجم: پروفیسر سید مبارز الدین رفعت، لاہور: نگارشات، س۔ن

حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد، ''قصص القرآن''، جلد دوم، دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۲ء

حمید عسکری، ''نامور مسلم سائنس دان''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم، ۱۹۹۶ء

حنیف رامے، ''پنجاب کا مقدمہ''، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۸۶ء

خالد پرویز، پروفیسر، ''امہات المومنین''، لاہور: حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

خالد ندیم، ڈاکٹر، ''حضورؐ بحیثیت سپہ سالار''، لاہور: کتاب سرائے، ۲۰۰۶ء

خلیق انجم، مرتبہ: ''شبلی کی علمی و ادبی خدمات''، نئی دہلی، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۴ء

داغ دہلوی، ''یادگارِ داغ''، مرتبہ: کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء

دانی، پروفیسر احمد حسن، ''تاریخ گلگت''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

داؤدی، خلیل الرحمٰن، ''دیوان دردؔ (اردو)''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۸۸ء

درانی، ڈاکٹر اسلم عزیز، ''مقدمات باغ و بہار'' ملتان: کاروانِ ادب، ۱۹۹۵ء

دریا آبادی، مولانا عبدالماجد، ''مولانا محمد علی جوہر: سیرت و افکار''، کراچی: ادارہ علم و فن، ۲۰۰۱ء

دہلوی، مولانا سعید احمد، ''مسلمانوں کا عروج و زوال''، لاہور: ادرہ اسلامیات، ۱۹۸۳ء

ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ''اُردو ادب کی تاریخ (ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک)''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء

ڈوزی، پروفیسر رائن ہارٹ، ''عبرت نامہ اندلس''، مترجم: مولوی عنایت اللہ ناظم، لاہور: مقبول اکیڈمی، س۔ن

رازی، محمد ولی، ''ہادی عالم''، کراچی: دارالعلم، اشاعت چہارم ۱۹۸۷ء

رزاقی، شاہد حسین، ''سید امیر علی''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۰ء

رشید، منور جہاں، ''قدیم اسلامی مدارس''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۵ء

رضوی، ڈاکٹر جمیل احمد، ''لائبریری سائنس اور اصول تحقیق''، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء

رضیہ حامد، ڈاکٹر، ''نقوش بھوپال''، مرتبہ: رفعت سلطان، دہلی: باب علم پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

رفیق دلاوری، ابوالقاسم، ''جھوٹے نبی''، لاہور: نگارشات ۲۰۰۳ء

روبی، عقیل احمد، ''یونانی کا ادبی ورثہ''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، ''انتخاب زریں: اُردو نظم''، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۷ء

زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، ''انتخاب زریں: اردو غزل''، لاہور: سنگت پبلشرز، طبع دوم ۲۰۰۹ء

زیدی، ڈاکٹر ناصر حسین، مترجم: ''شاہجہاں نامہ''، جلد اول، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء

سراج الاسلام، پروفیسر سید، ''جدید تاریخ یورپ''، کراچی: طاہر سنز، ۲۰۰۱ء

سردار احمد خاں، پروفیسر ڈاکٹر، ''بہادر شاہ ظفر: شخصیت، فکر اور فن''، کراچی: ٹیکسو ٹیکنگ انٹرنیشنل، ۲۰۰۱ء

سرسوتی، دیانند، ''رگ وید''، مترجم: نہال سنگھ، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۹ء

سر سید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، جلد اول، مرتبہ: خلیق انجم، دِلّی: اردو اکیڈمی، اشاعت دوم

سعادت سعید، پروفیسر ڈاکٹر، مرتبہ: ''راوی آزاد غیر (منتخب مضامین)'' لاہور: شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء

سعید احمد، پروفیسر مولانا، ''مسلمانوں کا عروج زوال''، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۳ء

سکسینہ، رام بابو، ''تاریخ ادب اُردو''، مترجم: مرزا محمد عسکری لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۷ء

سلطان محمود حسین، ڈاکٹر سید، ''تعلیقات: خطباتِ گارساں دتاسی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء

سلیم اختر، مترجم: ''ارتھ شاستر''، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۹ء

سلیم گیلانی، ''بلال ؓ'' لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۴ء

سوہدروی، کامران اعظم، ''عمر بن عبدالعزیز''، جہلم: بک کارنر، ۲۰۰۶ء

شاہ عزیز الکلام، ''اردو کے اُمی شعرا''، کراچی: اردو اکیڈمی پاکستان، طبع دوم ۲۰۰۱ء

شاہد، محمد حنیف، ''شمس العلما'' لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۰۶ء

شبلی نعمانی ''سوانح مولانا روم''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۱ء

شبلی نعمانی، ''الفاروق''، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۹ء

شبلی نعمانی، ''الغزالی''، لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی، س۔ن

شبلی نعمانی، ''المامون''، لاہور: اسلامی کتب خانہ، س۔ن

شرر، عبدالحلیم، ''اسلامی سوانح عمریاں''، لکھنؤ: مکتبہ کلیاں، ۱۹۱۰ء

شرر، عبدالحلیم، ''تاریخ عصر قدیم''، لکھنؤ: دلگداز پبلشرز، ۱۹۱۲ء

شرر، عبدالحلیم، ''ہندوستان کی موسیقی''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۶ء

شرر، عبدالحلیم، ''تاریخ ارض مقدس''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۹ء

شرر، عبدالحلیم، ''خاتم المرسلین''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۹ء

شرر، عبدالحلیم، ''جانِ عالم''، لاہور: نقوش، ۱۹۵۱ء

شرر، عبدالحلیم، ''فردوس بریں''، مرتبہ: ممتاز منگلوری، لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۸۵ء
شرر، عبدالحلیم، ''سیر رجال'' لاہور: سید مبارک علی شاہ گیلانی پریس، س۔ن
شرر، عبدالحلیم، ''فلپانا''، بمبئی: سلطان حسین پریس، س۔ن
شریف احمد، ڈاکٹر، ''عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن''، دہلی: گوہر پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء
شکیل الرحمٰن، ''امیر خسرو کی جمالیات''، دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۶ء
شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، ''تاریخ کی تاریخ''، مترجم: ڈاکٹر سید محمد یوسف، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۲۰۰۷ء
شیر جنگ، ''تاریخ انقلاب روس''، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۷ء
شیروانی، حبیب الرحمان خان، ''علمائے سلف و نابینا علما''، کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۶۱ء
صالحہ عابد حسین، ''یادگار حالی''، میر پور آزاد کشمیر: ارشد بک سیلرز، س۔ن
صدیقی، پروفیسر ظہیر احمد، ''مومن: شخصیت اور فن''، دہلی: غالب اکیڈمی، ۱۹۹۵ء
صدیقی، پروفیسر ظہیر احمد، ''مجلس مشاورت ابلیس''، لاہور: دانشکدہ دولتی، ۱۹۹۴ء
صدیقی، ڈاکٹر ابواللیث، ''لکھنؤ کا دبستان شاعری'' جلد دوم، کراچی: گیلانی پرنٹرز، ۲۰۰۲ء
صدیقی، ڈاکٹر افتخار احمد، مقدمہ: ''کلیات نظم حالی''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، س۔ن
صدیقی، ڈاکٹر محمد اسلم، ''خطبات صدیقی''، جلد دوم، لاہور: ھدیٰ للناس، ۲۰۰۵ء
صدیقی، ڈاکٹر محمد اسلم، ''دروس قرآن''، جلد ۱۲، لاہور: ھدیٰ للناس، ۲۰۰۹ء
صدیقی، ڈاکٹر محمد شمس الدین، مرتبہ: ''کلیات سودا''، جلد اول، لاہور: مجلس شرقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۲ء
طالب الہاشمی، ''حضرت عثمان غنیؓ'' لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء
طالب الہاشمی، ''حضرت ابوبکر صدیقؓ'' لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء،
طالب الہاشمی، ''حضرت علی المرتضیٰؓ'' لاہور: البدر پبلی کیشنز، طبع سوم ۲۰۰۰ء
طالب الہاشمی، ''سیرت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ'' لاہور: طٰہٰ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء
طالب ہاشمی، ''تاریخ اسلام کی چارسو باکمال خواتین''، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۲۰۰۷ء
طالب الہاشمی، ''تذکار صحابیات''، لاہور: ادارہ الحسنات، طبع سوم س۔ن
طیبہ خاتون، ڈاکٹر، ''اردو نثر کی داستان''، میر پور: ارسلان بکس، ۲۰۰۳ء
عابد، سید عابد علی، ''تلمیحاتِ اقبال''، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۵ء

عبداللہ بٹ، ''شاہ اسمٰعیل شہید'' لاہور: قومی کتب خانہ، ۱۹۵۵ء

عبدالحق محدث دہلوی، ''تاریخ مدینہ''، لاہور: پرنٹ پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

عبدالحق، ڈاکٹر مولوی، ''چند ہم عصر''، کراچی: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۶ء

عبدالرحمٰن، سید صباح الدین، ''بابر اور اس کا ہندوستان''، لاہور: پرنٹ لائن پبلشرز، ۲۰۰۱ء

عبدالطیف، ڈاکٹر محمد، مترجم: ''گلستان سعدیؒ''، لاہور، پیکیجز لمیٹڈ، ۲۰۰۶ء

عبدالقادر، مولوی، مرتبہ: ''انقلاب فرانس''، لاہور: مکتبہ فانوس، ۱۹۹۸ء

عبدالواحد سندھی، ''اسلام کے مشہور سپہ سالار''، حصہ اول، دہلی: سرسید پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۴۶ء

عزیز الدین احمد، پروفیسر، ''پنجاب اور بیرونی حملہ آور''، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء

علوی، ڈاکٹر تنویر احمد، ''ذوق: سوانح اور انتقاد''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء

علوی، محمد سعید الرحمٰن، مترجم: ''مغازی رسول اللہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۷ء

علوی، محمد سعید الرحمٰن، مترجم: ''مغازی رسول ﷺ اللہ'' لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۰ء

غضنفر، محمود احمد، ''جرنیل صحابہؓ'' لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۶ء

فاطمی، ڈاکٹر علی احمد، ''عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۸ء

فراق گورکھپوری، ''اندازے''، الہ آباد: ادارہ اردو، ۱۹۷۸ء

فضل حق، پروفیسر قاضی، ''سخنوران ایران''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

فضل کریم، پروفیسر ڈاکٹر، ''قرآن حکیم کے معجزات''، لاہور: فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء

فقری، علامہ عالم، ''سیرت غوث اعظم''، لاہور: ادارہ پیغام القرآن، ۱۹۹۴ء

فیض، فیض احمد، ''میزان''، لاہور: پیسہ اخبار، طبع اول، ۱۹۶۲ء

قدوائی، عبدالسلام، ''ہماری بادشاہی''، لاہور: دارالبیان، س۔ن

قدوسی، اعجاز الحق، ''تاریخ سندھ''، جلد اول، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۵ء

قمر سلیم، محمد، ''اشاریہ دلگداز''، جلد اول، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳ء

کلیار، ظفر اقبال، ''قصص الانبیاءؑ''، لاہور: مکتبہ زاویہ، ۲۰۰۲ء

کنہیا لال، ''تاریخ پنجاب''، لاہور: تخلیقات، س۔ن

کوثر، اے۔ ایچ۔، ''اردو کی ترقی میں سرسید اور اُن کے رفقا کار کا حصہ''، کراچی: لائبریری پروموشن بیسورو، ۱۹۸۲ء

کیخسر و اسفندیار، ''دبستانِ مذاہب''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۲ء

کینگ، جان، ''۱۰۰ شہرہ آفاق کتابیں''، مترجم: ملک اشفاق، فیصل آباد، شہاب پبلشرز، ۲۰۰۴ء

گیان چند، ڈاکٹر، ''اردو کی نثری داستانیں''، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۹ء

لکھنوی، مرزا محمد شفیع شیرازی، مرتبہ: ''مباحثہ گلزار نسیم یعنی معرکہ شرر و چکبست''، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۴۲ء

لین پول، اسٹینلے، ''مسلمان شاہی خاندان'' کراچی: سٹی بک پوائنٹ، طبع دوم ۲۰۰۶ء

مالک رام، مرتبہ: ''خطوط ابوالکلام آزاد''، جلد اول، لاہور: الفیصل، ۱۹۹۲ء

مبارک حسین، سید، ''ارتقائے تمدن''، حیدر آباد: آریا ایچ احمد اینڈ برادرس، ۱۹۵۹ء

مبارک علی، ڈاکٹر، ''قدیم ہندوستان''، لاہور: ایکشن ایڈ انٹرنیشنل، ۲۰۰۷ء

محمد اسلام، خواجہ، ''قصص الانبیاء''، لاہور: خزینہ علم و ادب، س۔ن

محمد اکرم، شیخ، ''رود کوثر'' لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع چہاردہم ۱۹۹۲ء

محمد اکرم، شیخ، ''موج کوثر'' لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع اکیس ۲۰۰۰ء

محمد اکرام، شیخ، ''حیات غالب''، لاہور: ادارہ ثقافت اعلانیہ، طبع دوم ۲۰۰۹ء

محمد حبیب و خلیق نظامی، ''جامع تاریخ ہند''، لاہور: تخلیقات، س۔ن

محمد حسن خاں بہادر، خلیفہ سید (وزیر اعظم ریاست)، ''تاریخ پٹیالہ''، امرتسر: سفیر ہندوستان پریس، ۱۸۷۸ء

محمد حیات، ''تاریخ وسط ایشیا''، لاہور: اسلامک بک سروس، ۱۹۹۸ء

محمد زبیر، الحاج، ''اسلامی کتب خانے''، کراچی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، س۔ن

محمد صادق، ڈاکٹر، '' آب حیات کی حمایت میں''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء

محمد لطیف، سید، ''تاریخ لاہور''، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۷ء

محمد لطیف، سید، ''تاریخ پنجاب''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

محمود بریلوی، پروفیسر، ''تحریک شام و فلسطین مع لبنان و شرقِ اردن''، کراچی: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۵۲ء

سرور ہاشمی، مترجم: ''ہندوستانی دور وسطیٰ کے مورخین''، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۸ء

مصری، محمد ابو زہرہ، ''حیات امام ابوحنیفہ''، مترجم: غلام احمد حریری، فیصل آباد: ملک سنز تاجران کتب، ۱۹۸۳ء

مصری، محمد ابو زہرہ، ''امام شافعی ؒ''، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن

مظہر حسین، ''علی گڑھ تحریک: سماجی و سیاسی مطالعہ''، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۳ء

ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، ''شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''، لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۷۸ء

منصور الحمید، ''سقراط'' لاہور: دارالتذکیر، ۲۰۰۱ء

منظور الٰہی، ''نیرنگ اندلس''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

منظوم علی، ''قراقرم ہندوکش''، اسلام آباد: برق سنز لمیٹڈ، ۱۹۸۵ء

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری، ''ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں''، لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۸۹ء

مولوی عبدالرحمٰن، ''عظیم مسلمان دانشور''، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۶ء

مہر، غلام رسول، ''تاریخ سندھ''، جلد اول، کراچی: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۸ء

مہر، غلام رسول، مترجم: ''منہاج سراج — طبقات ناصری''، جلد اول، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۱۹۸۵ء

مہیشور دیال، ''عالم میں انتخاب: دِلّی'' دہلی: اردو اکادمی، طبع دوم ۱۹۹۳ء

میر امن، ''باغ و بہار''، مرتبہ: رشید حسن خان، لاہور: نقوش پریس، ۱۹۹۲ء

میر حسن، ''سحر البیان''، مرتبہ: رشید حسن خان، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء

نارائن، آر۔ کے، ''مہابھارت''، مترجم: نعیم حسن، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۴ء

نجلا، عزالدین، ''عرب دنیا: ماضی، حال، مستقبل''، مترجم: ڈاکٹر محمود حسین، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۷ء

نجم الصبیح تھانوی، قاری، مترجم: ''عجائب المخلوقات''، لاہور: مشتاق بک کارنر، س۔ن

نجم الغنی، ''تاریخ اودھ''، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۰۹ء

ندوی، سید ابوظفر، ''گجرات کی تمدنی تاریخ مسلمانوں کے عہد میں''، اعظم گڑھ: مکتبہ معارفِ اعظم گڑھ، ۱۹۶۲ء

ندوی، سید سلیمان، مرتبہ: ''مقالاتِ شبلی'' تنقیدی، جلد چہارم، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۵۶ء

ندوی، سید سلیمان، ''یادِ رفتگاں'' کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۳ء

ندوی، سید سلیمان، ''سیرت عائشہؓ'' لاہور: عوامی کتاب گھر، س۔ن

ندوی، سید سلیمان، ''نقوش سلیمانی''، کراچی: مطبوعہ کراچی، س۔ن

ندوی، شاہ معین الدین احمد، ''تاریخ اسلام''، جلد سوم، لاہور: ناشران قرآن، س۔ن

ندوی، مولانا محمد حنیف، ''لسان القرآن''، جلد اول، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۳ء

ندوی، مولانا محمد حنیف، ''سرگذشتِ غزالی''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء

ندوی، مولانا ریاست علی، ''تاریخ اندلس''، لاہور: مکی دارالکتب، ۲۰۰۲ء

نذیر احمد پراچہ، ڈاکٹر، ''مسلمان فاتحین''، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء
نذیر حسین، شیخ، مترجم: ''تاریخ علوم اسلامیہ''، لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۱۹۹۶ء
نسیم، پنڈت دیا شنکر، ''گلزار نسیم''، مرتبہ: پروفیسر رشید حسن خان، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء
نظیر اکبر آبادی، ''کلیات نظیر''، لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س۔ن
والمیکی، ''رامائین''، مترجم: یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، س۔ن
وقار عظیم، سید، ''ہماری داستانیں''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء
وہاب اشرفی، پروفیسر، ''تاریخ ادبیات عالم''، جلد اول۔جلد دوم، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۶ء
ویکمن، ایچ۔او۔، ''عروجِ فرانس''، مترجم: مولوی فخر الحسن، حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۵ء
ویمبرے، آرمینیس، ''تاریخ بخارا''، مترجم: نفیس الدین احمد، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۹ء
ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین، ''جامعات میں اُردو تحقیق''، اسلام آباد: ہائر ایجوکیشن کمیشن، ۲۰۰۸ء
ہرگانوی، ڈاکٹر مناظر عاشق، ''عبدالحلیم شرر بحثیت شاعر''، نئی دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۱۹۹۰ء
ہیرلڈلیم، ''قسطنطنیہ یا استنبول''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۳ء
ہیرلڈلیم، ''امیر تیمور''، مترجم: بریگیڈیر گلزار احمد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۶ء
ہیرلڈلیم، ''صلیبی جنگیں''، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۷ء

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند:

تیسری جلد (فارسی ادب اوّل)، مدیر خصوصی: ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر وحید مرزا، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
چوتھی جلد (فارسی ادب دوم)، مدیر خصوصی: مرزا مقبول بیگ بدخشانی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
پانچویں جلد (فارسی ادب سوم)، مدیر خصوصی: سید فیاض محمود، وزیر الحسن عابدی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
چھٹی جلد (اردو ادب اول)، مدیر خصوصی: ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
ساتویں جلد (اردو ادب دوم)، مدیر خصوصی: سید وقار عظیم، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
آٹھویں جلد (اردو ادب سوم)، مدیر خصوصی: سید فیاض محمود، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
نویں جلد (اردو ادب چہارم)، مدیر خصوصی: ڈاکٹر عبادت بریلوی، سید فیاض محمود، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
دسویں جلد (اردو ادب پنجم)، مدیر خصوصی: سید فیاض محمود، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء

انگریزی کتب

Bainton, Roland H., "Here I Stand: A Life of Martin Luthur", Massachurielts: Hendrickson Publishers, LLC., 1950

Blake, William, "Goldsmith", London: Bibliolife, LLC., 2009

Crawforth, Anthony, "The Butterfly Hunter: The Life of Henery Walter Bates", Buckingham: University of Buckinghm Press, 2009

Dyer, Christopher & Richard Jones, Edited: "Deserted Villages Revisited", University of Hertfordshire Press, 2010

Farida Yousaf, "A Comparative Study of Sir walter Scott and Abdul Haliam Sharar as Historical Horelists", Ph.D Thesis, Multan: Department of English, B.Z.U.

Haughey, Bernard, "David Copperfield: Charles Dickens", Lonodon: Longman, 1998

Honan, Park , "Shakespeare: A Life", London: Oxford University Press, 2000

Jayapalan, N., "Comprehensive Study of Aristotle", New Delhi:, Atlantic Publishers and Distributers, 2002

Jayapalan, N., "Comprehensive Study of Plato", New Delhi:, Atlantic Publishers and Distributers, 2002

Kendall Adams, Charles, "Christopher Columbus: His Life and His Work", Camberidge: University Press,1892

Loades, David ،"Elizabeth-I", London: Hamblidon Continuum, 2003

Lockhart, J. G., "Life of Napoleaon Bonapart: Emperor of France", New York: Cosimo Inc., 2005

Mckitterick, Rosamond and Roland Quinault, Edited: "Edward Gibbon and Empire", Cambridge: University Press, 1997

Philip Ziegler, "King Edward VIII: A Life", Ballantine Books, 1992

Sanderson, Edgar, "King Edward VII: His Life", London: Greslam Pub. Co., 1910

Zundar, William, "Paradise Lost: John Milton", London: Macmillan Press Ltd., 1999

انسائیکلو پیڈیا اور لغات

''امیر اللغات''، جلد اول، دوم، مرتبہ: امیر مینائی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء

''جغرافیائی معلومات''، مرتبہ: بشریٰ افضال عباسی، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۲ء

''اردو انسائیکلو پیڈیا''، لاہور: فیروز سنز، چوتھا ایڈیشن ۲۰۰۵ء

''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ا تا ۲۴، طبع اول ۱۹۶۴ء

''اردو سائنس انسائیکلو پیڈیا''، جلد ۷، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع اول ۲۰۰۸ء

''اردو سائنس انسائیکلو پیڈیا''، جلد ۱۰، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع اول ۲۰۰۸ء

''انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا''، مرتبہ: سید قاسم محمود، کراچی: شاہکار فاؤنڈیشن، ۱۹۹۸ء

''بیسویں صدی کا انسائیکلو پیڈیا''، مرتبہ: اعظم شیخ، لاہور: علم وعرفان پبلشرز، ۲۰۰۰ء

''جامع انسائیکلو پیڈیا''، جلد ۴، مرتبہ: خسرو، پروفیسر ایم۔ اے، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۰ء

''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، مرتبہ: یاسر جواد، جلد دوم، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۹ء

''عالمی انسائیکلو پیڈیا''، مرتبہ: یاسر جواد، جلد اول، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۹ء

''فرہنگ تلفظ''، مرتبہ: شان الحق حقی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء

''فرہنگ عامرہ''، مرتبہ: محمد عبداللہ خویشگی، کراچی: ٹائمز پریس، ۱۹۵۷ء

''فرہنگ آصفیہ''، جلد اول، مرتبہ: سیّد احمد دہلوی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء

''قاموس المشاہیر''، جلد اول، مرتبہ: نظامی بدایونی، بدایوں: مطبوعہ نظامی پریس، ۱۹۲۴ء

''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، مرتبہ: نظامی بدایونی، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء

''قرآن مجید کا عربی اردو لغت''، مرتبہ: ڈاکٹر میاں محمد صدیقی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء

''گھریلو انسائیکلو پیڈیا''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۱۹۸۶ء

''مشاہیر مشرق''، مرتبہ: نظامی بدایونی، لاہور: تخلیقات ۱۹۹۹ء

''معروف مسلم سائنسدان''، مرتبہ: عملہ ادارت، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع پنجم ۲۰۰۶ء

Smith, W. Robertson, "The Encyclopedia Britannica: A Dictionary of Arts, Sciences and General Literature", Montana (USA), Kessinger Publishing, 2007

رسائل و جرائد/اخبارات

تحقیق (سہ ماہی)، لاہور، کلیۂ علوم شرقیہ پنجاب یونیورسٹی، شمارہ نمبر۴۷، ۲۰۰۹ء

تحقیق، جامشورو، جامشورو یونیورسٹی سندھ، شعبہ اردو، شمارہ اول ۱۹۸۸ء

دلگداز، اورنگ آباد، جلد ۵، شمارہ ۳۲

دلگداز، لکھنؤ، جلد ۲۷، ۱۹۲۷ء

دلگداز، اورنگ آباد، فروری ۱۹۳۲ء

دلگداز، اورنگ آباد، مارچ ۱۹۳۲ء

دلگداز، اورنگ آباد، اگست ۱۹۳۳ء

مسلم دنیا ۱۹۹۰ء، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، شمارہ نمبر ا"، ۱۹۹۰ء

نقوش، لاہور، ۱۹۶۲ء

نقوش (شخصیات) نمبر، لاہور، س۔ن

روزنامہ خبریں، لاہور، ۲۹ر جنوری ۲۰۱۰ء

روزنامہ خبریں، لاہور، ۳۰ر جنوری ۲۰۱۰ء

ویب سائٹس

http:// www.history.com/topics/titanic

http:\\em.wikipedia.org\university-of-oxford

http:\\www.en.wikipedia.org\wiki\george_v_of_the_united-kingdom)

www.deedahwar.com

www.guniness book of world record. Com.

www.history.com/topics/pomepii